فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ نحل: ۴۳)

رَوضَۃُ الفَتَاوٰی

(جلد اول)

از افادات

استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ، وقارِ گجرات محقِّق زماں

حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ

سابق صدر مفتی وشیخ الحدیث جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت

مترجم

حضرت مولانا محمد حسن بن ابراہیم صاحب ہتھوری

استاذ حدیث وفقہ، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندوربار

بہ اہتمام

مکتبہ دار السلام

باپو گلی، راندیر، سورت، انڈیا

بسمہ تعالیٰ

فَسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ. (سورۃ النحل:۴۳)

رَوْضَۃُ الْفَتَاوىٰ (جلد: ۱)

از: افادات

استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ، وقارِ گجرات، محققِ زماں

حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ

سابق صدر مفتی وشیخ الحدیث

جامعہ حُسینیہ راندیر سورت

مترجم

حضرت مولانا محمد حسن بن ابراہیم صاحب ستپونی

استاذ حدیث وفقہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندربار

...... باہتمام ......

مکتبہ السلام، بابو گلی راندیر سورت انڈیا

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام	**روضۃ الفتاویٰ جلد: ۱**
ازافادات	استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ، وقارِ گجرات، محققِ زماں حضرت مفتی اسماعیلؒ واڈی والا صاحبؒ
سن اشاعت	ربیع الاول ۱۴۳۱ھ/ مارچ ۲۰۱۰
مترجم	حضرت مولانا محمد حسن بن ابراہیم صاحب ستپونی مفتی محمد طاہر صاحب بھڑکودروی
کمپوزنگ وتصحیح	مفتی شمشیر احمد بستوی، مولانا محمد سعید پانباڑی
باہتمام	حافظ محمد شعیب قاری مفتی محمد اسلم محمود شبیر ابناء مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار السلام بابوگلی، راندیر، سورت	مولانا مفتی قاری محمد اسلم واڈی والا صاحب 6,BARNABY. ST. BOLTON BL.3 - 5LU - U.K
عطرستھان بھاگا تلاؤ، مین روڈ، سورت، گجرات	مولانا محمد حسن ابراہیم صاحب ستپونی جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندر بار (مہاراشٹر)

یلوح الخط فی القرطاس دھرا و کاتبہ رمیم فی التراب

من نوشتم صرف کردم روزگار من نمانم ایں بماند یادگار

(۱) کاغذ میں لکھا ہوا ہمیشہ چمکتا رہتا ہے (یعنی باقی رہتا ہے) اور اس کا لکھنے والا مٹی میں مل جاتا ہے۔

(۲) میں نے اس کے لکھنے میں ایک مدت صرف کی ہے، میں تو نہیں رہوں گا یہ میری یادگار رہے گی۔

Letter.jpg not found.

فهرس الموضوعات

رقم المسائل	الموضوعات	الصفحة
	الفهارس	۲ تا ۲۰
	عرض ناشر ازابناءحضرت مفتی اسماعیل واڈیؒ والا صاحب	۲۱
	پیشِ لفظ ازمترجم حضرت مولانا حسن صاحب ستپونی	۲۳
	کلماتِ بابرکت ازسید مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحبؒ	۲۴
	تقریظ ازحضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم	۲۶
	تقریظ ازحضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری دامت برکاتہم	۲۸
	تقریظ ازحضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم	۲۹
	تقریظ ازحضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم	۳۱
	سوانح حیات حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۳۳

کتاب الإیمان والعقائد

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا بیان

۱ بیل کے پتہ پر ( ) ''اللہ'' لکھا ہوا ہونا.......... ۳۸
۲ چپل کے تلوے میں ''اللہ'' کا نام........ ۳۹
۳ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا جائز نہیں........ ۴۰
۴ کیا کعبۃ اللہ کی طرف سجدہ کرنا اللہ کی تجلیات کو سجدہ ہے؟........ ۴۲

نبوت اور رسالت کا بیان

۵ ختمِ نبوت........ ۴۴
۶ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں........ ۵۰
۷ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ مبارک میں حیات ہیں؟ کیا آپ کو علم غیب تھا؟ ۵۴
۸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مطلب کیا ہے؟........ ۵۶
۹ ''مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل کا نقش پسند نہیں'' یہ کہنے والے کا حکم...... ۵۹
۱۰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک قبر اطہر سے ظاہر ہونا........ ۶۱
۱۱ خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود شریف پڑھنے کا حکم........ ۶۳
۱۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آنے کے بعد نبی رہیں گے یا امتی؟........ ۶۳

تقدیر کا بیان

۱۳ کیا ہر کام تقدیر میں لکھا ہوا ہے؟........ ۶۵
۱۴ '' دعاء تقدیر کو بدل سکتی ہے '' اس کیا مطلب؟........ ۶۶
۱۵ گناہ کے کام میں تقدیر کا سہارا لینا درست نہیں ہے........ ۶۷
۱۶ اخباروں میں ''آج کا مستقبل'' کے عنوان سے جو مضمون آتا ہے، اس کا حکم.... ۶۹

۱۷ نجومی کو ہاتھ بتلانا.......... ۷۱

شگونِ نیک اور شگونِ بد کا بیان

۱۸ بعض مہینوں یا دنوں کو منحوس سمجھنا.......... ۷۳
۱۹ ماہِ صفر المظفر کو منحوس سمجھنا ۷۴
۲۰ کیا کالے دانے کی تسبیح رکھنے سے محتاجی آتی ہے.......... ۷۵
۲۱ مذہبی پیشوا کو سجدہ کرنا حرام ہے.......... ۷۶
۲۲ کھیل کود کے کلاس میں تصویروں کے سامنے جھکنا.......... ۷۸
۲۳ غیر مسلم کو ہاتھ جوڑ کر سلام کرنا ۸۰
۲۴ بتوں کے جلوس میں شریک ہونا.......... ۸۰
۲۵ کافروں کے طور طریق کو بہتر سمجھنا.......... ۸۱
۲۶ کیا غیر مسلم عورت کے ساتھ غلط تعلقات کے ساتھ رہنے سے ایمان سے خارج ہو جائے گا؟.......... ۸۲
۲۷ غصہ میں اپنے آپ کو کافر کہنا.......... ۸۳
۲۸ ’’رام جی تیرا بھلا کرے‘‘ کہنے کا شرعی حکم.......... ۸۳
۲۹ نماز پڑھنے کی دعوت پر کفریہ کلمات نکالنا.......... ۸۴
۳۰ اپنے شوہر کو اللہ میاں کہنا.......... ۸۵
۳۱ فتوی کے بارے میں یہ کہنا کہ میں فتوی کو نہیں مانتا.......... ۸۶
۳۲ بزرگان دین کے بارے میں برا بھلا کہنے والا اور کافر کہنے والے کا حکم.......... ۸۷
۳۳ دیوبندی اور تبلیغی جماعت کو شیطانی جماعت کہنا.......... ۸۹

۳۴ ایک عورت کے کلمات ؛ نیک لوگ برے حلات میں رہتے ہیں اور برے لوگ اچھے حالات رہتے ہیں، اللہ کے وہاں ایسا کیوں ہوتا ہے اس کا حکم ۹۱
۳۵ جنت وجہنم کے بارے میں اشتباہ کا ہونا اس سے ایمان میں کچھ نقصان ہوتا ہے ۹۲

مختلف فرقوں کے بارے میں

۳۶ اہل سنت والجماعت کی پہچان کیا ہے ۹۴
۳۷ عقائد جماعت اسلامی ۹۵
۳۸ اسماعیلی فرقہ کے عقائد ۱۱۰

أئمہ اربعہ کی اتباع کرنے کا بیان

۳۹ تقلید کا خلاصہ ۱۱۱
۴۰ تقلید یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت ۱۱۸
۴۱ ائمۂ اربعہ کی تقلید کرنا ضروری ہے ۱۲۲
۴۲ تقلیدِ شخصی کا ثبوت قرآن پاک اور احادیث نبویہ سے اور عمل صحابہ کرام سے ۱۲۶
۴۳ تقلید کے بارے میں ایک مقالہ ۱۴۰

بدعات اور رسم ورواج کا بیان

۴۴ مزار پر جانور (بکرا، بکری) ذبح کرنا، کی منت ماننا، اور ایسے کاموں میں شریک ہونا ۱۴۷
۴۵ یوم عاشورہ کی فضیلت اور تعزیہ کا حکم ۱۴۸
۴۶ ایصال ثواب کی رسم ۱۵۰
۴۷ میت کے لیے قرآن خوانی کرنا ۱۵۰
۴۸ قبرستان جا کر ایصال ثواب کی فضیلت ۱۵۲

۴۹ میت کے لیے "یٰس" کا ختم رکھنا.......... ۱۵۴

۵۰ بارہ ربیع الأول کی رات کو قرآن خوانی کی رسم ۱۵۷

۵۱ شادی کے موقع پر بانس کی ناؤ بنا کر اس میں چراغ جلا کر ندی میں چھوڑنے کی رسم ۱۵۸

۵۲ شادی میں ہدیہ لینے دینے کی رسم ۱۵۹

۵۳ مزار پر پھول چڑھانا اور چراغ جلانا ۱۶۱

۵۴ ماہ رجب میں کونڈوں کی رسم.......... ۱۶۲

۵۵ 'عید مبارک' کہنا.......... ۱۶۳

۵۶ مسجد میں درود شریف کی مجلس رکھنا.......... ۱۶۴

۵۷ شبِ معراج، شبِ برات، شبِ قدر اور یومِ عاشورہ میں خاص طریقہ سے
نوافل پڑھنا.......... ۱۶۴

۵۸ عاشورہ کے دن سب کا جمع ہو کر نوافل وغیرہ پڑھنا.......... ۱۶۵

۵۹ محرم الحرام کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک دودھ، شربت پلانا وغیرہ...... ۱۶۶

۶۰ عید میلاد میں مولود شریف پڑھنا.......... ۱۶۷

۶۱ گیارہ ربیع الثانی کو غوث الاعظم کی نیاز کرنا.......... ۱۶۹

۶۲ ۱۲ ربیع الاول کو کے مہینہ میں جشن وجلوس کا اہتمام کرنا.......... ۱۷۰

۶۳ رمضان المبارک میں افطار سے پہلے اجتماعی دعاء کرنا، مراقبہ میں موت کو یاد کرنا
اور ایسے اشعار پڑھنا جس سے موت کی یاد تازہ ہو جائے، اجتماعی طور پر ذکر
جہری کرنا، اور ختم خواجگان پڑھنا ۱۷۰

۶۴ بارش مانگنے کا ایک نیا طریقہ اور اس کا حکم.......... ۱۷۴

کتاب الإیمان (مسائل شتّٰی)

۶۵ ''داستانِ حقیقت'' کے نام سے مطبوعہ پرچے کا خلاصہ ۱۷۶

۶۶ خواب کے متعلق ایک طبع شدہ پرچہ کا خلاصہ ۱۷۷

۶۷ ''شیخ احمد'' نامی پرچہ کے متعلق ایک اہم خلاصہ ۱۷۹

۶۸ ایصال ثواب کرنے سے ثواب پہنچتا ہے ۱۸۲

۶۹ گناہِ کبیرہ اور صغیرہ کون کونسے ہیں ۱۸۶

۷۰ دعاء میں وسیلہ کے متعلق خلاصہ ۱۸۸

۷۱ حضرت معاویہ اور یزید کے متعلق خلاصہ ۱۸۹

۷۲ کیا معوذتین قرآن میں شامل ہیں ۱۹۱

۷۳ فضیلت والی راتوں کا ثواب کہاں تک رہتا ہے ۱۹۳

کتاب العلم

۷۴ بغیر علم کے مسئلہ بتانا ۱۹۴

۷۵ علم نہ ہونے کے باوجود فتوی دینا ۱۹۴

۷۶ دینی وعصری تعلیم میں فرق ۱۹۵

۷۷ حدیث شریف ''**طلب العلم فریضة علی کل مسلم**'' میں لفظ علم میں
عصری علم بھی داخل ہے؟ ۱۹۷

۷۸ بچوں کو دینی تعلیم کتنی ضروری ہے؟ اور اس کی ذمہ داری کس پر ہے ۲۰۰

۷۹ علم دین کتنا سیکھنا ضروری ہے ۲۰۱

۸۰ برا ماحول اور والدین کی ذمہ داریاں ۲۰۲

۸۱ اولاد کی تعلیم وتربیت کے متعلق حکمِ شرعی اور والدین کی ذمہ داری کیا ہے...... ۲۰۵
۸۲ تعلیم کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ...................... ۲۰۶
۸۳ علم کی فضیلت.................................... ۲۰۹
۸۴ صرف اردو کتابیں پڑھ کر وعظ یا تقریر کر سکتے ہیں؟.......... ۲۱۲
۸۵ فرقۂ اسماعیلی کے معتقد کے وعظ میں جانا.................... ۲۱۳
۸۶ ماہِ محرم کی فضیلت اور اس میں خوشی کے کام کرنے کے متعلق ۲۱۵
۸۷ ہجری سن کی روایت کس نے شروع کی؟ اور اس کا تاریخی پس منظر، ماہِ محرم کے مسنون اعمال................................. ۲۱۸
۸۸ مخلوط لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم مسلم اسکول میں ٹائی لگانے کو لازم قرار دینا، اسکول میں افتتاحیہ تقریب (प्रार्थना) میں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہونے کے متعلق رہنا... ۲۲۰
۸۹ جاندار تصاویر والا مسلم تعلیمی نصاب بنانا.................... ۲۲۴
۹۰ رحمتِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایک نظر میں.......... ۲۲۶

تعلیم نسواں (عورتوں کی تعلیم)

۹۱ جامعۃ البنات................................ ۲۲۸
۹۲ مدرسۃ البنات میں نصاب کیا ہونا چاہیے.......................... ۲۳۱
۹۳ مدرسۃ البنات کے متعلق.......................... ۲۳۳
۹۴ لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم دینا.......... ۲۳۴
۹۵ عورتوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق.................... ۲۳۵

قرآن اور تلاوتِ قرآن کا بیان

۹۶ کیا بچوں ! کو صرف قرآن کریم حفظ کرنے سے کوئی فائدہ ہے؟............. ۲۴۰

۹۷ اوقات مکروہہ میں تلاوت قرآن کا حکم........................ ۲۴۳

۹۸ اوقات مکرہہ میں تلاوت قرآن کریم سے کیوں منع کیا گیا ہے.............. ۲۴۴

۹۹ تلاوت قرآن برائے ایصال ثواب اجتماعی طور پر یا فرداً افرداً........... ۲۴۵

۱۰۰ بوسیدہ قرآن کریم کا حکم................................ ۲۴۶

۱۰۱ بوسیدہ قرآن کریم کا حکم................................ ۲۴۷

۱۰۲ اخباروں میں تحریر شدہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا. ۲۴۷

۱۰۳ نابالغ بچوں کا بے وضو قرآن کریم ہاتھ میں لینا.................. ۲۴۸

۱۰۴ منبر کی سیڑھی پر قرآن کریم رکھنا......................... ۲۴۸

۱۰۵ آیاتِ قرآنیہ کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا ۲۴۸

۱۰۶ قرآن کریم کا مسابقہ رکھنا.............................. ۲۴۹

۱۰۷ ٹیوب لائٹ پر قرآن شریف کی آیت چپکانا...................... ۲۵۲

۱۰۸ آیات قرآنی رنگ ٹون (Ring ton) کی جگہ رکھنا/ یا فلمی گانے رکھنا...... ۲۵۳

۱۰۹ اجتماعی طور پر کلمہ کا ورد اور دعا پڑھنا........................ ۲۵۴

مسائل شتّی فی کتاب العلم

۱۱۰ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے؟ کیا وہ حیات ہیں.............. ۲۵۵

۱۱۱ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھنا........... ۲۵۶

۱۱۲ کیا ہندوستان میں نبی آئے ہیں ۲۵۷
۱۱۳ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان میرے دل پر کبھی بادل جیسا چھا جاتا ہے اور آیت شریفہ ''ھَمَّ بِھَا'' کا مطلب ۲۵۷
۱۱۴ کیا غیر مسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہہ سکتے ہیں ۲۵۹
۱۱۵ دنیا کی کل عمر ۲۶۰
۱۱۶ جہاں کی مٹی ہوتی ہے وہاں انسان دفن ہوتا ہے ۲۶۱
۱۱۷ سورۂ انعام کی فضیلت ۲۶۱
۱۱۸ شبِ قدر کی فضیلت ۲۶۲
۱۱۹ شبِ برأت کی حقیقت حدیث شریف کی روشنی میں ۲۶۶
۱۲۰ شبِ برات ایک فضیلت کی رات ہے ۲۷۱
۱۲۱ شبِ برأت کے مسنون اعمال ۲۷۲
۱۲۲ دینی علم کی تشہیر کرنے والے اخبار کی امداد کرنا کارِ خیر ہے ۲۷۴

کتاب الطھارۃ

مسائل وضو

۱۲۳ طہارت ایمان کا جزء ہے ۲۷۷

فرائضِ وضو

۱۲۴ وضو اور غسل میں بال برابر بھی جگہ خشک نہ رہنی چاہیے ۲۸۰
۱۲۵ ہاتھ اور پاؤں میں رنگ کے دھبہ ہونے کی حالت میں وضو کا حکم ۲۸۱
۱۲۶ ناخن پالش لگی ہو تو وضو، غسل نہیں ہوگا ۲۸۲

۱۲۷ ناخن پالش ہوتے ہوئے وضو نہیں ہوگا........ ۲۸۳
۱۲۸ ڈاڑھی کے لمبے لٹکتے ہوئے بالوں کا دھونا ضروری ہے........ ۲۸۳
۱۲۹ خضاب میں وضو وغسل کا حکم........ ۲۸۵

سنن ومستحبات وآداب وضو

۱۳۰ مسواک کی فضیلت اوراس کے فائدے........ ۲۸۶
۱۳۱ مسواک کیسی ہونی چاہیے........ ۲۹۱
۱۳۲ مسواک کا حکم........ ۲۹۲
۱۳۳ مسواک کی مقدار........ ۲۹۳
۱۳۴ مسواک کرتے وقت کی دعاء........ ۲۹۴
۱۳۵ مسواک کی فضیلت........ ۲۹۴
۱۳۶ مسواک کے بدلے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا........ ۲۹۶
۱۳۷ وضو کے بعد کی دعا اور آسمان کی طرف انگلی اٹھانا........ ۲۹۶
۱۳۸ کیا وضو کے بعد دعاء پڑھتے وقت انگلی اٹھانا ثابت ہے؟........ ۲۹۸

نواقض وضو

۱۳۹ بواسیر کی رطوبت سے وضو ٹوٹ جائے گا........ ۲۹۹
۱۴۰ ستر پر نظر پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا........ ۳۰۰
۱۴۱ درمیان وضو وضو کا ٹوٹ جانا........ ۳۰۰
۱۴۲ خروج دم سے وضو کیوں ٹوٹ جاتا ہے........ ۳۰۰

مکروہاتِ وضو

۱۴۳ وضو کرتے وقت دنیوی باتیں کرنا........ ۳۰۱

۱۴۴ وضو کرنے والے کو سلام کرنا، اور اس کا جواب دینا........ ۳۰۱

غسل کا بیان

۱۴۵ جنابت کے غسل کی نیت اور غسل کرنے کا طریقہ........ ۳۰۳

۱۴۶ کیا غسل میں نیت ضروری ہے........ ۳۰۴

۱۴۷ برہنہ غسل کرنے کے متعلق........ ۳۰۴

۱۴۸ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے سامنے برہنہ غسل کرنا........ ۳۰۵

غسل کو واجب کرنے والی چیزوں کا بیان

۱۴۹ کپڑے پر دھبہ معلوم ہو یا صرف خواب معلوم ہو دھبہ نہ ہو تو شریعت کا کیا حکم ہے؟........ ۳۰۶

۱۵۰ بیماری کی وجہ سے صرف خیال کرنے سے اگر چکناہٹ نکلے تو اس سے غسل واجب نہیں ہوگا اور اس کو دھونے کا طریقہ........ ۳۰۷

۱۵۱ پیشاب کی جگہ میں دوا رکھنا........ ۳۰۷

مسائل جنابت

۱۵۲ جماع کے بعد حیض آ گیا تو غسل جنابت واجب ہے؟........ ۳۰۸

۱۵۳ جنابت کی حالت میں دعائیں و وظائف پڑھنا........ ۳۰۸

۱۵۴ حالت جنابت میں کھانے پینے کا حکم........ ۳۰۸

۱۵۵ جنابت کے غسل سے پہلے حیض آ جائے تو جنابت کا غسل ضروری ہے؟........ ۳۰۹

۱۵۶ جماع سے پہلے کون سی دعا پڑھنی چاہئے........ ۳۰۹

پاک اور ناپاک پانی کا بیان

۱۵۷ کیا برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے وہ پانی مستعمل ہوگا؟........ ۳۱۰

کنویں کے مسائل

۱۵۸ دہ دردہ کنواں........ ۳۱۱
۱۵۹ کھیت میں کھلے کنوئیں کا حکم........ ۳۱۲
۱۶۰ پانی کیکنوئیں اورنجاست کے کنواں (Safety-Tank) کے درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟........ ۳۱۲
۱۶۱ کنوئیں اور بیت الخلاء کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟........ ۳۱۳
۱۶۲ کنوئیں کے اردگرد کتّوں کا پیشاب کرنا........ ۳۱۴
۱۶۳ کنوئیں میں غسل کرنے سے کنویں کا حکم........ ۳۱۴
۱۶۴ کیا کنوئیں کو پاک کرنے کے لیے کیچڑ کو نکالنا ضروری ہے؟........ ۳۱۵
۱۶۵ کنوئیں میں غیر مسلم کا گر جانا........ ۳۱۵
۱۶۶ کنوئیں میں چپل یا جوتا گر گیا تو کنویں کا حکم........ ۳۱۶
۱۶۷ کنوئیں میں کنوے کی بٹ گرنے سے کنواں ناپاک ہوگا یانہیں؟........ ۳۱۶
۱۶۸ کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو کتنا پانی نکالا جائے؟........ ۳۱۷
۱۶۹ کنوئیں میں مرغی گر جائے تو اس کا حکم؟........ ۳۱۷
۱۷۰ کنوئیں میں کتا گر جائے تو سارا پانی نکالنا ہوگا........ ۳۱۸

حوض کے مسائل

۱۷۱ شرعی حوض کی مقدار ۳۲۰
۱۷۲ حوض طول وعرض میں کتنا ہونا چاہیے؟........................ ۳۲۱
۱۷۳ حوض کتنا بڑا ہونا چاہیے........................ ۳۲۱
۱۷۴ جو حوض ۲۴×۹ کا ہو تو کیا وہ شرعی حوض ہے........................ ۳۲۲
۱۷۵ حوض کا پانی چھت سے الگ رہنا چاہیے........................ ۳۲۳
۱۷۶ حوض کی مقدار اور حوض کا پانی چھت کے ساتھ مل جائے تو اس کا حکم.......... ۳۲۳
۱۷۷ حوض میں کم سے کم کتنے لیٹر پانی ہونا چاہیے جس کی بنا پر بدبو پیدا نہ ہو...... ۳۲۴
۱۷۸ چھوٹے حوض میں ناپاکی گر جائے تو پورا پانی ناپاک ہوگا........................ ۳۲۵
۱۷۹ حوض میں سے کتے نے پانی پیا تو اس حوض کا حکم........................ ۳۲۵
۱۸۰ وضو کے پانی کی ٹنکی میں پرندہ مر گیا پھول گیا اور پھٹ گیا تو اس کا حکم، اس پانی سے وضو کر کے پڑھی ہوئی کتنے دن کی نمازوں کا اعادہ کرنا پڑے گا........................ ۳۲۶

تیمم کا بیان

۱۸۱ پانی ٹھنڈا ہونے کی بنا پر غسل نہ کر سکے تو تیمّم کر سکتا ہے؟........................ ۳۲۸
۱۸۲ غسل کرنے سے بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو تیمّم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ تیمّم کا طریقہ ۳۲۹

نجاست اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا بیان

۱۸۳ تیل میں چوہا گر کے مر جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ........................ ۳۳۲
۱۸۴ دودھ یا گھی میں ناپاکی گر جائے تو پاک کرنے کا طریقہ........................ ۳۳۲
۱۸۵ پیشاب کرنے بعد قطرے کپڑے پر گرے تو اس کا حکم اور اس سے بچنے کا طریقہ ۳۳۳
۱۸۶ پیشاب کے قطرے کپڑے پر گر جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ........................ ۳۳۳

۱۸۷ پیشاب کے بعد قطرے ٹپکنے کا شک ہو تو اس کا حکم ۳۳۴
۱۸۸ پیشاب کرنے کے بعد قطرے ٹپکے تو اس کو دھونا ضروری ہے ۳۳۵
۱۸۹ دودھ میں چوہا گرا اور فوراً نکل گیا تو دودھ پاک ہوگا ۳۳۵
۱۹۰ ناپاک جگہ سوکھ جانے سے پاک ہو جاتی ہے ۳۳۶
۱۹۱ ناپاک مٹی سے بنے ہوئے برتنوں کا استعمال ۳۳۶
۱۹۲ استعمال شدہ استنجے کے بعد ڈھیلا سکھانے سے پاک ہوگا ۳۳۷
۱۹۳ کپڑے پر مکھی بیٹھنے سے کیا کپڑا ناپاک ہو جائے گا؟ ۳۳۷
۱۹۴ غیر مسلم کا پسینہ اور اس کے جھوٹے کا حکم ۳۳۸
۱۹۵ غیر مسلم دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں کا حکم ۳۳۹
۱۹۶ بچہ دودھ پی کر قے کردے تو وہ دودھ ناپاک ہے ۳۳۹
۱۹۷ اسپرائٹ (Spirit) کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے ۳۴۰
۱۹۸ اہل کتاب کی ذبح کی ہوئی مرغی جس پانی میں ڈالی وہ پانی ناپاک شمار ہوگا؟
مسلمان اس میں مرغی ڈال سکتا ہے؟ ۳۴۱

حیض، نفاس اور معذور کے احکام

۱۹۹ معتادہ (یعنی جس کے عادت کے دن متعین ہیں) کو کچھ دن خون ۳۴۲
۲۰۰ پچاسی سال کی بوڑھی عورت کو کچھ رنگ دیکھنا ۳۴۲
۲۰۱ ساٹھ (۶۰) سال کی عورت کو خون آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ۳۴۳
۲۰۲ حمل کی حالت میں خون آئے، تو اس کو کیا شمار کیا جائے گا، حمل کی حالت
میں جماع کا حکمِ شرعی کیا ہے؟ ۳۴۴

۲۰۳ آپریشن کے ذریعہ سے بچہ کی پیدائش ہو، تو اس کے بعد خون کیا شمار ہوگا؟ اسقاط حمل کے بعد کا خون کیا شمار ہوگا؟ ۳۴۵
۲۰۴ اسقاط حمل کے بعد کا خون ۳۴۶
۲۰۵ حیض کی حالت میں عورت کا قرآن چھونا، یا قرآن کی آیتیں پڑھنا، اور درود شریف اور تسبیح پڑھنا ۳۴۶
۲۰۶ حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا ۳۴۷
۲۰۷ حیض بند ہونے کے بعد جماع کرنا ۳۴۸
۲۰۸ حالت حیض میں عورت تعلیم کس طرح دے؟ ۳۴۹
۲۰۹ مستحاضہ کا وضو اور نماز کا حکم ۳۵۰
۲۱۰ معذور کے احکام ۳۵۲
۲۱۱ جسے پیشاب کرنے کے بعد پیشاب کے یا منی کے قطرے ٹپکے تو نماز کس طرح ادا کریں ۳۵۲
۲۱۲ جس کو خون جاری رہتا ہو اس کے وضو اور نماز کا حکم ۳۵۳
۲۱۳ پیشاب کرنے کے پندرہ منٹ بعد قطرے ٹپکتے ہیں تو یہ معذور سمجھا جائے گا.... ۳۵۴

استنجے کا بیان

۲۱۴ پیشاب کے بعد پانی اور ڈھیلہ کا استعمال ۳۵۵
۲۱۵ استعمال شدہ ڈھیلے سے استنجاء کرنا ۳۵۵
۲۱۶ پیشاب کے بعد پیشاب کے قطرے کس طرح دور کیے جائیں ۳۵۶
۲۱۷ جس کو لقوہ (Paralysis) ہو گیا ہو استنجاء نہ کر سکے تو کیا کرے؟ ۳۵۷
۲۱۸ اگر پورے بدن کے ناپاک ہونے کا خطرہ ہو، تو کھڑے ہونے کی حالت ۳۵۷

۲۱۹ انگلش ٹوئلیٹ (English Toilet) میں شک کی بنا پر کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ۳۵۸

۲۲۰ جماعت خانے اور بیت الخلا کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے ۳۵۹

۲۲۱ بیت الخلا اس طرح بنانا چاہیے کہ قبلہ کا استقبال یا استدبار نہ ہو ۳۶۰

۲۲۲ بیت الخلا میں تعویذ گر جائے تو بیت الخلا بند کر دینا چاہیئے ۳۶۱

کتاب الصلوٰۃ

۲۲۳ صلوٰۃ خمسہ کا ثبوت قرآن سے ۳۶۲

۲۲۴ صلوٰۃ خمسہ کی فرضیت اور سنتوں کی تاکید ۳۶۴

۲۲۵ فجر کی نماز کا وقت ۳۶۵

۲۲۶ فجر کا مستحب وقت ۳۶۶

۲۲۷ رمضان میں فجر کی نماز جلدی پڑھنا ۳۶۶

۲۲۸ رمضان میں فجر کی نماز جلدی پڑھنا ۳۶۸

۲۲۹ طلوع آفتاب سے پانچ منٹ قبل فجر کی نماز پڑھنا ۳۶۸

۲۳۰ ظہر اور عصر کا وقت ۳۶۸

۲۳۱ وقت صلاۃ عصر ۳۶۹

۲۳۲ صلاۃ عصر جب سایہ ایک مثل ہوجائے تو پڑھی جاسکتی ہے؟ ۳۷۰

۲۳۳ عصر کی نماز شافعی امام کے پیچھے شافعی وقت میں پڑھ سکتے ہیں؟ ۳۷۱

۲۳۴ عصر کی نماز حنفی مذہب والے کا شافعی وقت میں پڑھنا ۳۷۲

۲۳۵ مغرب کی نماز کا وقت ۳۷۳

۲۳۶ غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا ۳۷۴

۲۳۷ غروب آفتاب کے وقت مغرب پڑھ سکتے ہیں؟ ۳۷۵

۲۳۸ رمضان میں مغرب کی نماز پندرہ منٹ تاخیر سے کھڑی کرنا ۳۷۵
۲۳۹ مغرب کا آخری وقت اور عشا کا ابتدائی وقت ۳۷۷
۲۴۰ عشا کی نماز کب پڑھنی چاہیے ۳۷۸
۲۴۱ عشا کی نماز کا مستحب وقت ۳۷۹
۲۴۲ یو.کے. (U.K.) میں عشا کی نماز کا وقت ۳۷۹
۲۴۳ برطانیہ میں عشا کی نماز کا وقت ۳۸۱
۲۴۴ دائمی تقویم پر عمل اور فجر، ظہر اور مغرب کب تک پڑھ لی جائے ۳۸۳
۲۴۵ جنتری سے وقت صلاۃ مقرر کرنا ۳۸۵
۲۴۶ تہجد کا وقت ۳۸۵
۲۴۷ تہجد کا وقت کب تک رہتا ہے ۳۸۶
۲۴۸ نیند سے بیدار ہو کر ہی تہجد کی نماز پڑھنی چاہیے یا قبل النوم پڑھ سکتے ہیں؟ ۳۸۷
۲۴۹ چاشت اور اشراق کا وقت ۳۸۷

اوقات مکروهه کا بیان

۲۵۰ اوقات مکروہہ کون کونسے ہیں ۳۸۹
۲۵۱ مذکورہ بالا جواب کی مزید تفصیل ۳۹۰
۲۵۲ زوال کا وقت ۳۹۲
۲۵۳ وقتِ زوال ۳۹۳
۲۵۴ جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز پڑھنا ۳۹۳
۲۵۵ اوقات مکروہہ میں قضا نماز کا حکم ۳۹۴
۲۵۶ نمازِ فجر سے قبل اور بعد قضا نماز جائز ہے؟ ۳۹۵

۲۵۷ بعد العصر صلاۃ جنازہ کا حکم ۳۹۶
۲۵۸ رات کا معمول رہ جائے تو دوسرے وقت میں ادا ہو سکتا ہے ۳۹۶

اذان کا بیان

۲۵۹ اذان واقامت کا ثواب ۳۹۷
۲۶۰ اذان کا لہجہ ۳۹۸
۲۶۱ اذان دیتے وقت کان میں انگلی ڈالنا ۳۹۹
۲۶۲ اذان کے وقت کانوں پر ہاتھ رکھنا ۳۹۹
۲۶۳ اذان اور تکبیر سے پہلے درود شریف پڑھنا ۴۰۰
۲۶۴ اذان اور اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا ۴۰۱
۲۶۵ اذان سے قبل تعوذ تسمیہ اور درود شریف پڑھنا ۴۰۱
۲۶۶ قبل الاذان اور فرض نمازوں کے سلام کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا ۴۰۳
۲۶۷ اذان بعد دعا پڑھ کر منہ ہاتھ پھیرا جائے کہ نہیں ۴۰۶
۲۶۸ اذان کا جواب دینا اس کا کیا حکم ہے؟ عورت کے لیے اذان کے جواب دینے کا کیا حکم ہے؟ ۴۰۶
۲۶۹ متعدد مساجد میں اذان ہو رہی ہو تو کونسی مسجد کی اذان کا جواب دیا جاوے ۴۰۷
۲۷۰ مؤذن کی اذان کا جواب کس طرح دیا جاوے ۴۰۷
۲۷۱ اذان سن کر نماز کی تیاری کرنا واجب ہے ۴۰۸
۲۷۲ اذان ہونے کے بعد مسجد میں سے چلا جانا ۴۰۹
۲۷۳ اذان کے وقت قضاء حاجت کے لیے جانا ۴۱۱
۲۷۴ اذان ہو رہی ہو اس وقت نماز پڑھنا یا تلاوتِ قرآن کرنا ۴۱۱

۲۷۵ اذان ہورہی اس وقت قرآن پڑھنا یا نماز پڑھنا........ ۴۱۲
۲۷۶ ٹیپ ریکارڈ کی اذان........ ۴۱۳
۲۷۷ جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے اذان واقامت کا حکم........ ۴۱۴
۲۷۸ ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کے لیے اذان اور اقامت کہنا........ ۴۱۵
۲۷۹ وقت سے پہلے اذان دینا........ ۴۱۵
۲۸۰ غروبِ آفتاب کے بعد فوراً مغرب کی اذان دینا........ ۴۱۵
۲۸۱ دیہات میں ایک سے زائد مساجد میں مغرب کی اذان ایک ساتھ دی جاوے.. ۴۱۷
۲۸۲ مائک میں اذان دینا........ ۴۱۷
۲۸۳ مسجد میں لاؤڈ اسپیکر رکھ کر اذان دینا........ ۴۱۷
۲۸۴ جماعت خانہ میں اذان کا دینا حکم........ ۴۱۸
۲۸۵ مسجد میں جماعت خانہ میں اذان دینا درست ہے، اذان کون کونسے موقع پر دی جاسکتی ہے........ ۴۱۹
۲۸۶ مسجد سے تھوڑی دور پر دفتر (Office) ہے وہاں اذان دی جاسکتی ہے...... ۴۲۱
۲۸۷ مؤذن کیسا ہونا چاہیے........ ۴۲۲
۲۸۸ فاسق کا اذان اور اقامت کہنا........ ۴۲۳
۲۸۹ داڑھی منڈے کی اذان اور اقامت........ ۴۲۴
۲۹۰ ڈاڑھی تراشنے والے کی اذان........ ۴۲۵
۲۹۱ بغیر وضو کے اذان کہنا........ ۴۲۵
۲۹۲ جنابت کی حالت میں اذان اور اقامت کہنا........ ۴۲۶

۲۹۳ جس کی اذان صحیح نہ ہو وہ اذان دے سکتا ہے........................ ۴۲۶

۲۹۴ اذان صحیح نہیں ہے.. ۴۲۷

۲۹۵ مؤذن کا غیر حاضر رہنا.. ۴۲۷

اقامت اور تثویب (اذان کے بعد نماز کی یاددھانی) کا بیان

۲۹۶ اقامت کا ثواب کیا ہے.. ۴۲۸

۲۹۷ کلماتِ اقامت میں ائمہ کے اختلاف.. ۴۲۸

۲۹۸ اقامت میں ''حیعلتین'' پر دائیں بائیں چہرہ پھیرنا........................ ۴۲۹

۲۹۹ شافعی مصلیوں کی رعایت میں مؤذن کا شافعی اقامت کہنا اور امام کا فجر میں قنوت کے لیے ٹھہرنا.. ۴۳۰

۳۰۰ مؤذن کی غیر حاضری میں دوسرے کا اقامت کہنا........................ ۴۳۱

۳۰۱ مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا.. ۴۳۲

۳۰۲ امام کا اقامت کہنا.. ۴۳۳

۳۰۳ تثویب کا حکم (فجر کی نماز کے لئے اذان کے بعد لوگوں کو آواز دینا)........ ۴۳۳

۳۰۴ نماز کے متعلق ایک مختصر رسالہ.. ۴۳۶

عرضِ ناشر

تمام تعریف اس خالقِ جہاں کے لئے ہے، جس نے اس کائناتِ عالم کو وجود بخشا، لاکھوں درود وسلام ہو اس نبئ برحق پر جس کے طفیل اس جہاں کو رونق اور روشنی عطاء ہوئی۔

مشفق و مصلح والد ماجدؒ نے اپنی زندگی میں اپنی تدریسی اور فقہی خدمات کے دوران جن فتاویٰ کو جمع فرمایا تھا، ان کو بالترتیب کتاب کی شکل میں جمع کرنے کا کام خود ہی شروع فرمادیا تھا، جس کے لئے آپ نے اپنے ہی ایک شاگرد مفتی محمد امین صاحب کو مقرر فرمایا تھا، گجراتی میں ابھی حصۂ اول مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ آپؒ دارِ فناء سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے، ''اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون''، مرضئ مولیٰ بر ہمہ اولیٰ۔ اس کام کو اللہ کے بھروسے اور مخلص بزرگوں کی توجہ اور دعاؤں کے ساتھ جاری رکھا گیا، اور مئ ۲۰۰۹ء میں الحمدللہ گجراتی زبان میں جلد اول؛ کتاب الایمان والعقائد، کتاب العلم، کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل شائع ہوئی، اس کے ساتھ ہی بہت سے محترم بزرگانِ دین، مخلص شاگردوں اور معتقدین نے تقاضہ اور خواہش ظاہر فرمائی کہ اس قیمتی سرمایہ کو اردو میں منتقل کیا جائے تاکہ اس سے ہر عام وخاص کے لیے استفادہ کرنا آسان ہو۔

چنانچہ اس کام کے لئے مشورہ ہوا تو اس بڑے کام کی ذمہ داری ہمارے محترم بہنوئی، برادرِ مکرم حضرت مولانا محمد حسن بن ابراہیم ستپونی صاحب (استاذِ حدیث وفقہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا) نے اپنے سر لی، جو والد ماجدؒ کے خاص اور ممتاز شاگردوں میں سے ہیں، چنانچہ موصوف نے پورے ذوق وشوق کے ساتھ اس کام کو شروع فرمادیا، الحمدللہ ان کی فکروں اور کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ''روضۃ الفتاویٰ جلد اول'' (بزبان اردو) آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے ساتھ جو

بھی اس علمی کام میں جس طریقے سے بھی تعاون میں شریک رہیں، ہر ایک کو بہترین بدلہ عطا فرمائے، ان کے علم وعمل میں ترقی نصیب فرمائے، اور اس خدمت کو اخلاص کے ساتھ جاری رکھنے کی توفیقِ سعید نصیب فرمائے۔ آمین یا ربَّ العالمین، وما توفیقی الا باللہ۔

حافظ محمد شعیب/ قاری مفتی محمد اسلم/محمود شبیر

ابناء

مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ

پیش لفظ

از مترجم

الحمد للّٰہ الذی انزل في كتابه العظيم ليتفقهوا فی الدين والصلاة والسلام على رسوله القائل : " من يرد الله به خيرا يفقه في الدين " وعلى آله وأصحابه أجمعين إلى يوم الدين .

فقہ وفتاویٰ عظیم ترین علم وفن ہے، اوراس کا ادراک باعثِ خیر وفلاح فی الدارین ہے، اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان خدمت کے لیے اپنے بے شمار بندوں کو منتخب فرمایا، ان ہی چنندہ اور باصفا ہستیوں میں سے میرے استاذ ومربی (جو میرے خسر بھی ہوتے ہیں) حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، آپ نے ''جامعہ حسینیہ راندیر سورت'' میں نصف صدی تدریس کے ساتھ فتاویٰ کی بھی خدمت انجام دی، چوں کہ آپؒ کے پاس استفتا گجراتی زبان میں آیا کرتے تھے، اس لیے آپ گجراتی زبان ہی میں جواب تحریر فرماتے تھے، اور فتاویٰ کا یہ مجموعہ بنام ''روضۃ الفتاویٰ'' (گجراتی) دوجلدوں میں شائع بھی ہوگیا، (الحمدللہ علی ذلک) مگر احباب اور خصوصاً اہلِ علم کا مطالبہ ہوا کہ اُردو زبان میں طبع کرایا جائے، تاکہ خطۂ گجرات کے علاوہ دیگر لوگ بھی فائدہ اٹھائیں۔

چناں چہ افادۂ عامہ کے پیشِ نظر اردو زبان میں بھی بفضلہٖ تعالیٰ طبع کیا جارہا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قبولیتِ عامہ عطا فرما کر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ (آمین) فقط

(مولانا) محمد حسن بن ابراہیم ستپونی (صاحب)

استاذِ حدیث وفقہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر

کلمات بابرکت

از

فقیہ النفس مفتی گجرات صاحبِ فتاویٰ رحیمیہ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

امابعد! مکرمی جناب مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب دامت برکاتہم ایک زمانہ سے تدریسی خدمت کے ساتھ ''جامعہ حسینیہ راندیر'' کے دارالافتا میں افتا نویسی کی خدمت بھی کررہے ہیں، جامعہ حسینیہ کے دارالافتا سے جو فتاویٰ جناب مفتی اسماعیل صاحب نے تحریر فرمائے ہیں، جامعہ کی طرف سے ان کو شائع کیا جارہا ہے احقر اپنی معذوری کی وجہ سے تمام فتاویٰ نہ سن سکا بعض بعض فتاویٰ سنے۔ ماشاء اللہ جوابات مدلل اور تشفی بخش ہیں امید ہے کہ سارے فتاویٰ ایسے ہی ہوں گے۔

دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مفتی صاحب دامت برکاتہم کی اس خدمت کو اور ان فتاویٰ کو قبول فرمائیں اور ان کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فیض پہونچائیں اور جامعہ حسینیہ کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائیں اور جن حضرات نے اس کے طبع کرانے میں حصہ لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم سے نوازیں۔ آمین بحرمۃ النبي الامي صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فقط

احقر الانام

سید (مفتی) عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ (صاحب)

☆ایک موقع پر مفتیٔ گجرات مفتی سید عبدالرحیم لاجپوریؒ (صاحب فتاویٰ رحیمیہ) نے حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ کے متعلق مندرجۂ بالا اپنا تحریری اظہار خیال فرمایا تھا۔ جو اصل تحریر اور دستخط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

تقریظ

از

زبدۃ المحققین ،قدوۃ السالکین حضرت العلام

سیدنا ومولانا حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

جامعہ حسینہ راندیر (سورت) گجرات کی مشہور وقدیم دینی درس گاہ ہے، جس کے فضلاء ملک وبیرون ملک میں دینی خدمات انجام دیتے آرہے ہیں، انہی میں سے حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، موصوف نے وہاں سے فارغ ہوکر اس مدرسہ میں درس وتدریس کی خدمت کامیاب طور پر انجام دے کر مہتمم مدرسہ حضرت مولانا محمد سعید راندیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی اعتماد حاصل کیا، اور انہی کے زیر نگرانی درس وتدریس کے ساتھ ساتھ فقہ وفتاویٰ نویسی کا کام بھی شروع کیا۔ جس کے نتیجہ میں بہت جلد گجرات کے مستند ومعتبر مفتیانِ کرام میں آپ کا شمار ہونے لگا، اور پھر تو آپ کے فتاویٰ گجراتی متعدد ماہناموں میں شائع ہوتے رہے، اور گجراتی مسلمان آپ کے رشحات قلم سے فیضیاب ہونے لگے۔ موصوف مرحوم کی حیات کے آخری ایام میں ان کے فتاویٰ باضابطہ کتابی شکل میں طبع کرنے کا فیصلہ کیا جاچکا تھا۔

جس کے لیے حضرت ہی نے اپنے ایک شاگرد مولانا مفتی محمد امین کا انتخاب کرلیا تھا، ابھی یہ مبارک سلسلہ آغاز پذیر بھی نہ ہونے پایا تھا، کہ مفتی صاحب جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔ إنا لله وإنا اليه راجعون !

مگر خدائے بزرگ وبرتر کو یہ کام عمل میں لانا ہی تھا، تو آپ کے صاحبزادگان (سلمہم اللہ) نے یہ کام آگے بڑھایا، جو بحمد للہ گجراتی زبان میں کتابی شکل میں زیور طبع سے آراستہ ہوکر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاچکا ہے۔ اور اب افادۂ عام کی غرض سے اس کا اردو ترجمہ تیار کرواکر شائع

کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس علمی خدمت کو قبول فرما کر قارئین کو اس عظیم علمی سرمایہ سے بیش از بیش نفع پہنچائے۔ آمین یارب العالمین

املاہ العبد

and
s\allah\Desktop\isla
not found.

(مولانا مفتی) احمد خانپوری (صاحب، دامت برکاتہم)

استاذ حدیث وصدر مفتی

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

۵/ربیع الاول/۱۴۳۱ھ

تقریظ

از

یادگارسلف سالارملت

حضرت مولانا محمود شبیر بن مولانا محمد سعیدؒ صاحب راندیری (دامت برکاتہم)

بسمہ تعالیٰ

زیرنظر مجموعۂ فتاویٰ حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب واڈی والا رحمۃ اللہ علیہ کے ان گراں قدر ومستند فتاویٰ کا حسین گلدستہ ہے جو حضرت والا نے جامعہ حسینیہ راندیر سے منسلک رہ کر وقتاً فوقتاً تدریس کے ساتھ ساتھ امتِ مسلمہ کو درپیش دینی مسائل کے استفتاءات کے جواب میں قلم بند فرمایا۔

یہ فتاویٰ ''جامعہ حسینیہ راندیر'' کے دارالافتاء سے حضرت والا کے صادر کردہ فتاویٰ اوران کے عزت کدہ سے لکھے ہوئے جوابات کو یکجا کر کے فقہی بابوں کی ترتیب سے شائع کئے جارہے ہیں، حضرت واڈی والا صاحبؒ نے تقریباً نصف صدی تک گلشنِ جامعہ حسینیہ سے وابستہ رہکر فتاویٰ وفقہی مسائل کی جو قابل قدر خدمات انجام دی وہ یقیناً امتِ مسلمہ کی طرف سے قابلِ داد وتحسین ہے اوران کے لکھے ہوئے گرہ کشاں فتاویٰ کو زیرِ طباعت سے آراستہ کر کے منصۂ شہود پر لانا وقت کی پکار ہے، لہٰذا اس موقعہ سے آنمرحوم کے باسعادت صاحبزادے بہت بہت قابلِ مبارکباد ہے کہ انہوں نے اس طرف نظرِ اعتناء کی اوراس وقت ملت کے عوام وخواص کے لیے مرحوم کے تحقیقی، معلومات آفریں اور منتشر فتاویٰ کو باترتیب شائع کر کے استفادے کی راہ ہموار کردی ہے۔

اللہ تعالیٰ صاحب فتاویٰ اوراصحابِ طباعت واشاعت کو دارین کی سرخ روئی نصیب فرمائیں اوراس مجموعۂ عنبری کو شرفِ قبول، باعثِ اجروثواب اورنافع خلائق بنائے۔

آمین یارب العٰلمین

(العبد)

محمود شبیر غفرلہ

(مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر)

تقریظ
از
مفکرِ ملت، قائد علماء
حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا، اوران کی رہنمائی کے لیے اس دنیا میں مسلسل انبیاءکرام اور رسولوں کومبعوث فرمایا۔اوران کوزندگی گذارنے کےاصول اورطریقے بتلایے، تاکہ وہ حیوانوں کی طرح آزادزندگی گذارکراللہ تعالیٰ کی ناراضگی نہ مول لیں۔

زندگی کے تمام شعبوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کواحکام بتلائے اوران کی عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات میں اسی کے مطابق زندگی گذارنے کا مکلّف فرمایا۔مگردنیامیں ہرانسان ان تفصیلی احکامات سے واقف نہیں ہوتا، اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ ’’اگرتم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے پوچھو‘‘۔

چنانچہ دورِصحابہ سے آج تک امت کا ہرفرداس پرعامل ہے اورعلماءاورمفتیانِ کرام کی رہنمائی میں زندگی کا سفرطے کرتے ہیں۔

الحمدللہ گجرات میں سب ہی مدارس میں امت کی دینی رہنمائی اوراحکام کی تبلیغ کے لیے دارالافتاءقائم ہیں جوپوری تحقیق سے صحیح رہنمائی فرماتے ہیں۔اسی سلسلہ کاایک دارالافتاءہمارے علاقے کےمعروف ومشہور’’جامعہ حسینیہ‘‘ میں سالہا سال سے قائم ہے۔وہاں کے فتاویٰ معتبرسمجھے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی اسماعیل واڈی والاؔ رحمہ اللہ اسی ادارہ کے فاضل، استاذ، محدث اورمفتی تھے، جنھوں نے کئی سال افتاءکی خدمات انجام دی ہیں۔ضرورت تھی کہ ان کے یہ فتاویٰ شائع ہوں، تاکہ امت کونفع ہو، اورحضرت رحمہ اللہ کے لیے آخرت میں رفعِ درجات کا سبب بنے۔

خوشی ہے کہ اب یہ قیمتی سرمایہ طباعت کے لیے تیار ہے، جو ایک عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرماوے۔ اور ان کے صاحب زادگان کو بھی اجر عظیم عطا فرماوے جنہوں نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو بہترین بدلہ عطا فرماوے۔ **واللہ الموفق للثواب والیہ المرجع والمآب**

والسلام

and
gs\allah\Desktop\jam
not found.

(حضرت مولانا) عبداللہ غفرلہٗ کاپودرویؒ (صاحب)

(سابق رئیس الجامعہ فلاح دارین، ترکیسر)

تقریظ

از

بقیۃ السلف والخلف بانی جامعہ خادم القرآن والسنۃ والمساجد

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی زید مجدہ

رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندر بار مہاراشٹر

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على النبي الصادق الأمين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت اور صیانت کے لیے قرآن وحدیث کو مضبوطی سے تھامنا ازحد ضروری ہے۔ دنیا میں پیش آمدہ حالات پر قرآن وحدیث کا انطباق اور اللہ کے بندوں کو حق وانصاف کی رہنمائی حفاظتِ دین کا ایک حصّہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کی ایک جماعت کو یہ حوصلہ دیا ہے کہ اپنی زندگیوں کو قربان کر کے امت کے حالات کو شریعت کے مطابق بنانے کے لیے قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط اور شرعی حل پیش کریں، اور فقہ وفتاویٰ کے میدان میں ایسے افراد ہو، جن سے امت اپنی علمی وعملی پیاس بجھا سکے۔

حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل واڈی والا صاحبؒ انہیں شخصیات میں سے ایک ممتاز ترین فرد تھے، جن کی پوری زندگی فقہ وفتاویٰ کی آبیاری اور اُمت کے افراد کی زندگی سنوارنے میں گذری۔ اللہ تعالیٰ نے درس وتدریس میں بے پناہ تفہیمی ملکہ کے علاوہ گوناگوں مسائل کا شرعی حل نکال لینے کی زبردست صلاحیت عطا کی تھی، آپ کی فقہی خدمات کو گجراتی زبان میں امت کے سامنے لایا جاچکا ہے، جسے آپؒ کے فرزندان بالمکین نے انجام دیا ہے، اب ضرورت تھی کہ افادۂ عام کے لیے حضرت مفتی صاحب کی خدمات کو اُردو جامہ بھی پہنایا جائے تاکہ اُردوداں طبقہ بھی پوری طرح مستفیض ہو سکے۔

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے استاذِ حدیث وفقہ اور مفتی صاحب مرحومؒ کے داماد اور خاص الخاص تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد حسن صاحب ستپوؔنی مدظلہ نے اس خدمت کے لیے بیڑا اٹھایا اور بہت کم مدت میں پوری عرق ریزی کے ساتھ اس خدمت کو اُردو کے پیرہن میں منظر عام پر لے آئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی اسماعیل واؔڈی والا صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آپؒ کے فرزندوں کو آپ کی علمی وفقہی خدمات کے عام کرنے کا مزید حوصلہ بخشے اور مولانا حسن صاحب ستپوؔنی کو جزائے خیر عطا فرمائے جو رات دن ایک کر کے حضرت مفتی صاحب کی علمی کاوشوں کو اُردو کا لباس پہنانے میں مصروفِ عمل رہے۔ آمین

والسلام

(مولانا) غلام محمد وستانویؔ/ حفظہ اللہ

رئیسِ جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا

۲۷؍صفر ۱۴۳۱ھ

۱۲؍فروری ۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی دنیا کا درخشندہ ستارہ

یعنی

حضرت شیخ الحدیث مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ راندیر، گجرات، انڈیا

گجرات ہندوستان کی وہ عظیم ریاست ہے، جہاں زمانۂ قدیم سے علم کے متوالے اور اسلام کے عظیم دانشوروں نے جنم لیا، اور اپنے مستحکم اور پاکیزہ علم کے ذریعہ پورے خطۂ گجرات کے باشندوں کی فکر معاد کی اور معاشرے میں پھیلی ہوئی غلط رسومات وبدعات کا خاتمہ کیا، اور جگہ جگہ نونہالانِ قوم وملت کے مستقبل کو درخشاں اور تابناک بنانے اور تعلیماتِ اسلامیہ سے آراستہ کرنے کی غرض سے دینی ادارے قائم کیے، اللہ تعالی ہمارے ان اسلاف کو جزائے خیر عطا فرمائے، جن کی شب وروز کی جد وجہد اور مخلصانہ محنتوں سے صوبۂ گجرات، دینی اور دنیوی ہر اعتبار سے ترقی کی راہوں پر گامزن ہے، انہیں محسنینِ گجرات میں سے اپنے وقت کے عالم جلیل اور مفتی باصفا حضرت مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ سابق شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر بھی ہیں۔

ولادت باسعادت: آپ چوبیس شوال المکرم ۱۳۵۵ھ، مطابق: ۸/جنوری، ۱۹۳۷ء، بروز جمعہ ضلع بھروچ کی مشہور ومعروف بستی کنتھاریہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم: جن کا مستقبل روشن ہوتا ہے کم سنی ہی میں وہ ہونہار نظر آتے ہیں مثل مشہور ہے ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات، آپ نے اپنے گاؤں ہی میں دینیات کی تعلیم محترم حافظ محمد بھیکا صاحبؒ سے حاصل کی اسی طرح پارہ عم اور قرآن کے ابتدائی پارے حافظ اسماعیل موسیٰ صاحبؒ سے اور فارسی کی مختلف کتابیں جیسے: آمدن سی لفظی، گلستاں، مالا بدمنہ، حضرت قاری اسرار الحق

صاحبؒ دیوبندی سے پڑھیں، نیز پرائمری اسکول میں گجراتی چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل فرمائی۔
اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ کو آپ کے والد بزرگوار نے سرزمین گجرات کی عظیم اقامتی درسگاہ جامعہ حسینیہ راندیر ۱۹۵۰ء، میں داخل فرمایا، آپ نے بے انتہا لگن اور دل جمعی کے ساتھ اپنے اساتذہ کرام سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں، اور اپنی فطری ذکاوت اور اخلاق ومحنت کی وجہ سے اپنے شرکاء درس پر فائق ہوکر اساتذہ کے نورِ نظر اور انتظامیہ کے معتمد بن گئے۔
آپ کے اساتذہ وشیوخ: حضرت مولانا سعید صاحبؒ راندیری، مولانا ظہور الحسن ٹونکیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحبؒ، مولانا اسماعیل موٹا صاحبؒ، اور مولانا سید غلام رسول بورسدی صاحبؒ۔
تعلیم سے فراغت: درسِ نظامی کی تکمیل اور اپنے اساتذہ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر فنون عالیہ کی سند حاصل کرنے کے بعد، سب سے پہلے آپ حضرت نظام الدین دہلی مرکز کے تحت چار مہینے تبلیغِ دین میں مصروف رہے، حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی آپ کو شفقتیں حاصل رہیں، ہم طعامی کا شرف بھی بخشا، اس کے بعد حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کے زیرِ سرپرستی جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے منعقدہ تربیتی کورس میں داخلہ لے کر چار مہینے تدریب حاصل کی، حضرت مدنی علیہ الرحمۃ اور سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ جیسی عظیم شخصیات سے بھی استفادہ کیا۔
آغازِ تدریس: یکم نومبر، ۱۹۵۷ء، آپ کی مادرِ علمی جامعہ حسینیہ راندیر میں بحیثیت مدرس تقرر عمل میں آیا، اور آپ نے تادمِ حیات تقریباً، ۵۱/سال کی طویل مدت تک انجام دیتے رہے، اور فارسی سے لیکر دورۂ حدیث تک ہر فن کی کتابیں پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی، ۱۹۹۴ء میں بخاری جلد اول پڑھانے کا شرف ملا اور اسی طرح جامعہ کے منصب شیخ الحدیث پر فائز ہوگئے، اور ۱۹۹۵ء سے تادمِ حیات بخاری شریف کی دونوں جلدیں زیرِ درس رہیں، کتب خانہ، امتحانات اور اسی طرح تعلیمات کی تقریباً تیس سال نظامت فرمائی، آپ کا اصلاحی اور باطنی تعلق مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ جلال آبادی سے رہا۔

<u>خدمتِ افتا:</u> حضرت مفتی صاحب بخاری ومسلم وترمذی،جیسی دقیق کتابوں کے درس کے ساتھ ساتھ فتاوی بھی لکھا کرتے تھے،آپ کے گرانقدر فتاوی گجراتی ماہنامہ ''امید''،اسی طرح دیگر رسائل وجرائد میں شائع ہوتے تھے،جس سے امت کے بے شمار لوگوں کو فائدہ ہوا،آپ کے فتاوی جمع بھی کیے گئے، آپ کے متعلقین اور چاہنے والوں کی دلی آرزو پر آپ نے اپنی حیات ہی میں بغرض استفادۂ عامہ اس کی ترتیب وتصویب بھی فرمائی،اور یہ کام بھی آپ کی زیرنگرانی جاری تھا مگر عمر نے وفا نہیں کی اور واصل بحق ہوگئے،اور اپنی جان، جان آفریں کے حوالہ کردی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون .

بحمداللہ یہ بیش بہا خزانہ روضۃ الفتاوی (گجراتی) زیرطبع سے آراستہ ہوکر جلد اول کی شکل میں منظر عام پر آچکا ہے،اور دوسری جلد بھی زیرِطبع ہے، نیز اس کا اردو ترجمہ بھی جاری ہے، انشاءاللہ وہ بھی جلداز جلد منظرعام پر آجائے گا،دعاء فرمائیں کہ یہ کام بحسن خوبی اپنے اختتام کو پہونچے۔

حضرت مفتی صاحبؒ دارالافتا کی عظیم خدمت مستقلاً چالیس برس تک فرماتے رہے تدریس وافتاء کے علاوہ آپ نے شہر راندیر کی عظیم الشان مسجد پا یکواڑ میں ۱۹۶۶ء سے تقریباً بیس سال تک امامت کے فرائض بھی انجام دیئے، ان سب کے علاوہ فقہی سمیناروں اور تعلیمی کانفرنسوں میں مختلف مقامات جیسے: دیوبند، دہلی،لکھنؤ وغیرہ میں شرکت فرمائی،عنوانِ قضا پر منعقد سمینار بمقام بنارس میں حصہ لیا جہاں آپ کو منصبِ قضاء کی سند دی گئی،ایک مرتبہ ایک مسئلہ کے سلسلہ میں آپ کو داہود کی کورٹ میں بھی جانا پڑا جہاں آپ نے مسئلہ کی شرعی حیثیت بتلا کر متنازعین کے درمیان فیصلہ کروایا۔

<u>زیارتِ حرمین:</u> اللہ تعالی نے آپ کو اپنی پوری زندگی میں چار مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت بخشی ہے۔

<u>تبلیغی اسفار ومواعظ:</u> ہندوبیرونِ ہند جیسے یو-کے-،وغیرہ بھی آپ کے بغرض تبلیغِ دین اسفار ہوئے،اور مختلف مساجد ومقامات پر آپ کے مواعظِ حسنہ سے لوگ مستفید ہوئے، راندیر کی مشہور

اور تاریخی مسجد چناواڑ میں قبل جمعہ اور مقدس ومبارک راتوں میں آپ اپنے پرمغز اور دل نشیں خطبات سے نوازا کرتے۔

ماہِ رمضان میں بعد نمازِ عصر چند سال درسِ قرآن بھی دیتے رہے شہر سورت بیشتر مساجد میں بروزِ جمعہ نماز سے قبل بیانات کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رہا، نیز راندیر کی وسیع عیدگاہ میں ہر سال عید کے موقع پر اصلاحی بیانات فرماتے رہے۔

<u>مفتی صاحب کی خصوصیات</u>: آپ اپنی باتوں میں بڑے مضبوط اور حق گو تھے، اسی طرح مَردُم شناس اور دور اندیش تھے، ہر بات کا بڑی گہرائی سے مطالعہ فرمایا کرتے تھے، کہنے والے کی بات ہی سے اس کا مقصد جان لیا کرتے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی فراست اور بصیرت سے نوازا تھا، جس کی وجہ سے آپ لوگوں کے منشا کو بھانپ لیتے، اور اصلاح فرماتے تھے، اور اختلافی مسائل کو بڑی حکمت کے ساتھ نہایت سہل انداز میں دور اندیشی کے ساتھ اس طرح حل فرماتے کہ دونوں فریق راضی اور خوش ہو جاتے، آپ نے باوقار اور خودداری کی زندگی گزاری، اوقات کی پابندی اور درس کی حاضری تو آپ کی بے مثال تھی، آخری دن بھی آپ نے سبق پڑھایا، اور بخاری مکمل فرمائی، بڑے نفاست پسند اور کم گو تھے، طلبا کے ساتھ ہمدردی آپ کا شیوۂ خاص تھا، غرباء پروری آپ کا مزاج تھا، درس بہت آسان اور عام فہم ہوتا کہ طلبا مطمئن ہو جاتے، بغیر مطالعہ کے کبھی نہ پڑھاتے، بلکہ اگر کسی وقت کسی وجہ سے مطالعہ نہ ہوتا تو برجستہ طلبا کو فرما دیتے کہ بھائی آج سبق نہیں ہوگا اس لیے کہ میں نے مطالعہ نہیں کیا، اپنے ملنے والوں سے بڑی خندہ پیشانی سے ملاقات فرماتے، ہر چھوٹے بڑے کے مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے پوری توجہ کے ساتھ بات فرماتے، اور اپنائیت کا احساس پیدا کر دیتے، نحو اور صرف میں کافیہ، شرح مأۃ عامل، شرح جامی مکمل پڑھائی، نحو کا بڑا اصاف ستھرا ذوق رکھتے تھے، فقہ میں بڑی درک اور مہارت حاصل تھی، اس کے علاوہ حدیث وتفسیر کا درس بھی بڑے سلجھے انداز میں دیا کرتے تھے، آپ درس کا آغاز بروز بدھ کیا کرتے تھے، اور ختم بھی

بروزِ بدھ ہی کو کیا کرتے تھے، آپ نے آخری فتوی بھی بروزِ بدھ ہی عصر کی نماز کے بعد لکھا، اور وہی آپ کی آخری تحریر رہی، اور آپ کی وفات بھی بروزِ بدھ ہی کو ہوئی، غرض کہ تمام فنون میں اللہ تعالی نے یدِ طولیٰ عطا فرمایا تھا۔

<u>وفاتِ حسرت:</u> علم کا پاسبان یکم شعبان ۱۴۲۸ھ، مطابق: ۱۵/ اگست، ۲۰۰۷ء، صبح دس بجکر پچیس منٹ پر اس دارِ فانی سے آزاد ہوکر دارِ بقاو آخرت کا راہی ہوگیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے قاری مفتی محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم (استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ بولٹن یو-کے-) نے پڑھائی۔

نمازِ جنازہ میں راندیر، سورت اطراف واکناف کے تمام شہروں بل کہ اکل کواں اور ممبئی، مہاراشٹر کے علما کرام اور مشائخِ عظام نے دور دراز کا سفر طے کر کے شرکت فرمائی، گجرات کے تمام ہی مدارس کے طلباء کا بھی ہجوم تھا، الغرض ہزاروں عقیدت مندوں اور شاگردوں نے جنازے میں شرکت کر کے آخری حق ادا کیا، فجزاہم اللہ أحسن الجزاء۔

آپ کے تین صاحبزادے، اور ایک صاحبزادی ہیں، جو آپ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں، اللہ تعالی انہیں بھی ہر طرح کی عافیت عطا فرمائے۔ آمین

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

از: قاری مفتی محمد اسلم ابن مفتی اسماعیل صاحبؒ واڈی والا
استاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ بولٹن، (یو-کے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الإیمان والعقائد

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا بیان

(۱) بیل کے پتہ (Creep's leaf) پر ''اللہ'' لکھا ہوا ہونا

سوال: یہاں راندیر میں ہمارے گھر بیل کے پتہ (Creep's leaf) پر لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا ہے اس کے بارے میں تفصیل سے وضاحت کریں؟

جواب: اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کرسکتا ہے۔إِنَّ اللّٰهَ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (سورۃ البقرہ: ۲۰)

دنیا میں اور انسان کی ذات میں اللہ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔

یہاں ہم دو چار نشانیاں درج کرتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا آسمان میں چاند سورج اور ستاروں کو روشن کئے زمین میں سے پانی نکال کر سمندر اور ندیوں کو جاری کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور دن کو روشن کیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ ہی مردے سے زندہ کو نکالتا ہے، جیسے: انڈے سے پرندہ، اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے، جیسے: پرندے سے انڈا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کالی بھینس کے پیٹ میں سرخ خون اور گوبر کے بیچ میں سے صاف ستھرا دودھ نکالتی ہے جس میں دہی مکھن اور گھی بھی شامل ہے، جس کو انسان قدرت کی دی ہوئی عقل سے حاصل کرتا ہے۔

(۵) کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ دن میں سورج گرہن کر کے سورج کی روشنی غائب کر دیتا ہے۔

(۶) ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ صبح آفتاب نکلتا ہے اور دھیرے دھیرے اس کی روشنی

بڑھتی جاتی ہے، پوری طرح روشن ہونے کے بعد پھر اس کی روشنی کم ہونا شروع ہو جاتی ہے، اور پھر غروب ہو جاتا ہے، اور لوگ آرام سے سو جاتے ہیں، پھر دوسری صبح آفتاب نکلتا ہے، اور انسان اپنے کام کاج میں لگ جاتے ہیں یہ بہت بڑی تبدیلی ہے، دنیا بھر میں ایسی ہزاروں قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔

انڈے کے ایک طرف ''لا إله إلا الله'' اور دوسری طرف ''محمد رسول الله'' لکھا ہوا کتابوں سے ثابت ہے جس کو مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے بھی مشاہدہ فرمایا ہے۔

عالی جناب محمود گورا صاحب تائی واڑ اسٹریٹ راندیر کے گھر بیل کے پتے پر اللہ تعالیٰ کا نام صاف لکھا ہوا ہے، جو صاف طور پر دیکھا بھی جا سکتا ہے، ایسی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مسلمانوں کے ایمان میں کمال پیدا کرتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ثبوت کی علامت مانی جاتی ہیں، لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ان کے لیے یہ نصیحت اور عبرت ہے، قدرت کی ایسی نشانیوں سے فائدہ انہیں کو ہوتا ہے جن کے دل نرم ہوتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲) چپل کے تلوے میں ''اللہ'' کا نام

سوال: آج کل بازاروں میں ایسی چپل دستیاب ہے جس کے تلوے میں لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا ہوتا ہے، اور ہمارے پاس بھی بعض ایسی چپل ہیں جس کے تلوے پر لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا محسوس ہوتا ہے وہ چپل آپ کی خدمت میں ارسال کرتے ہیں، اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہ مانتی ہو، کسی بھی طرح اللہ کی ذات کو مان کر اس کو دنیا بھر میں ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور طاقتور سمجھتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں جب مکہ والوں سے پوچھا جاتا کہ ان آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو جواب دیتے کہ اللہ نے اس کو پیدا کیا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ لَيَقُوْلَنَّ اللّٰهَ . (سورة لقمان: ۲۵)

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ اس سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى . (سورة الزمر: ۳)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بہترین نام ہے تو وہ "اللہ" ہے، جمہور کا ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لیے لفظ "اللہ" سے بڑھ کر کوئی بڑا لفظ نہیں۔

عن محمد بن الحسن قال سمعت أبا حنيفة يقول: اسم الله الأعظم هو الله، قال الطحاويؒ وأكثر العارفين حتى انه لا ذكر عندهم لصاحب مقام فوق الذكر به . (شرح فقه أكبر: ۸)

ہندوستان کے جید عالم دین مفتی کفایت اللہؒ لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نام کی بے عزتی اور توہین کرنا کفر اور سخت گناہ ہے۔ (کفایۃ المفتی: ۱/۳۱)

بعض چپلوں میں لفظ اللہ دیکھا جاتا ہے ایسا مبارک لفظ چپل کے تلوے کے نیچے ہونے کی وجہ سے اللہ کے نام کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے، جس کو کوئی مسلمان بلکہ مندرجہ بالا عقیدوں کے مطابق کسی بھی مذہب کے عقلمند انسان اس کو برداشت نہیں کر سکتے، ایسا کام کرنے والے انسان سخت سزا کے مستحق ہیں، اور ایسے چپلوں کو ختم کر دینا بے حد ضروری ہے، اور ایسے چپل بنانے والی کمپنیوں سے توبہ کروانی چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب

۲/رجب، ۱۴۲۰ھ

(۳) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا جائز نہیں

سوال: کسی بھی بڑی ہستی کو اس کی عزت کی وجہ سے سجدہ کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب: اللہ تعالی کا فرمان ہے: إِنَّمَا اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لاَ اِلٰهَ إِلَّا هُوَ . (سورہ طه : ۹۸)

ترجمہ: کہ تمہارا معبود ایک ہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: قُلْ إِنَّمَا يُوحىٰ إِلَىَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ .

(سورة الأنبياء: ۱۰۸)

ترجمہ: کہ اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی اللہ ہے۔

سجدہ یہ بھی ایک عبادت ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے: يَاَيُّهَا الَّذِىْ آمَنُوْا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا.

ترجمہ: اللہ ہی کے لیے رکوع اور سجدہ کرو۔ (سورۃ الحج: ۷۷)

لہٰذا عبادت کی نیت سے یا بغیر کسی نیت کے اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا جائز نہیں کفر ہے۔ (الفتاوى الهندية: ۵/ ۴۰۴)

رکوع اور سجدہ اگرچہ عبادت کی نیت سے نہ ہو پھر بھی عبادت کی مشابہت ہوتی ہے اسی لیے یہ بھی ناجائز اور حرام ہے، طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا اس لیے حرام ہے کہ ایسے وقت میں نماز پڑھنے سے عبدۃ الشمس (سورج کی پوجا کرنے والوں) کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں مقام حرہ میں آیا تو وہاں کے لوگ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے تھے، تو میں نے دل میں سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں، جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پورا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا تم میری قبر کو سجدہ کروگے؟ تو میں نے انکار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر زندگی میں بھی سجدہ نہ کرو۔

سجدے کی حقدار وہی ذات ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہو جسے کبھی موت نہ آئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں خدا تعالی کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ وہ ان کے شوہروں کو سجدہ کریں (بیویوں پر شوہروں کے حقوق ہونے کی بنا پر)۔

عن قيس بن سعدؓ قال : أتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فقلت: رسول الله صلى الله عليه وسلم أحق أن يسجد له قال فأتيت النبى صلى الله عليه وسلم فقلت انى أتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فأنت يا رسول الله أحق أن تسجد لک قال أرأيت لو مررت بقبرى أكنت تسجد له قال: قلت: لا قال: فلا تفعلوا لو كنت آمرا حدا أن يسجد لأحد لأمرت النساء أن يسجدن لأزواجهن لما جعل الله لهم عليهن من الحق . (ابوداود شریف: ۲۹۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کوتو معلوم ہی تھا کہ عبادت کی نیت سے خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا سوال جو تھا وہ تعظیماً تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا کیوں کہ زمین پر پیشانی ٹیکنا خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے بھی جائز نہیں، اس وجہ سے فقہائے کرام نے عالموں اور حاکموں کے سامنے کی جگہ چومنے کو حرام کہا ہے، چومنے والا اور اس کو پسند کرنے والا دونوں گنہگار رہوں گے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کے سامنے کسی بھی نیت سے جھکنا جائز نہیں ہے حرام ہے۔ (درمختار مع ردالمختار: ۵/ ۳۳۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۴) کیا کعبۃ اللہ کی طرف سجدہ کرنا اللہ کی تجلیات کو سجدہ ہے؟

سوال: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کعبۃ اللہ پر اللہ کی تجلیات ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہیں، اور جو نمازیں کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے پڑھی جاتی ہیں، دراصل وہ تجلیات الٰہیہ کو سجدہ کیا جاتا ہے، اور خدا تعالیٰ کی تجلیات کو سجدہ کرنا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے برابر ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: قرآن کریم میں ہے:

فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام. (سورة البقرة: ۱۴۴)

ترجمہ: یعنی اپنا منہ نماز پڑھتے وقت کعبۃ اللہ کی طرف رکھا کرو۔

یعنی کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرکے سجدہ اللہ ہی کو ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہاتھ، پیر، بدن وغیرہ سے پاک ہے، اگر تجلیات کو سجدہ مانا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے جسم لازم آتا ہے، اور قرآن کریم میں ہے کہ: **لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارِ**. (سورۃالأنعام: ۱۰۴)

آنکھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے لہٰذا خدا تعالیٰ کی تجلیات کو سجدہ کرنے کا عقیدہ غلط ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

نبوت اور رسالت کا بیان

(۵)ختم نبوت

سوال: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں یانہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے؟ مدعیان نبوت میں سے کوئی سچا بھی ہے یانہیں ختم نبوت کے متعلق تفصیل سے وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خاتم النبین ہونا بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ.

(سورة الأحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

لفظ خاتم: عربی زبان میں دومعنوں میں استعمال ہوتا ہے:(۱) خاتم کا معنی: آخیر میں، یعنی جوسب سے پیچھے آئے۔اور (۲) معنی: افضل کا ہے یعنی جس پر افضلیت کی انتہاء ہو، یا فضلیت اور کمال میں جس کی کوئی مثال نہ ہواور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنے میں دونوں معنی شامل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، اور تمام فضلیت اور کمال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثال ہیں۔

علامہ عارف رومیؒ فرماتے ہیں:

بحر او خاتم شد است او کے بخود مثل او نہ بدنہ خاہند بد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اس لیے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا لوگوں میں فیض پہونچانے والا نہ تو ماضی میں کوئی آیا اور نہ مستقبل میں کوئی ایسا آئے گا، نبوت اور رسالت کے

تمام کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے جیسا کہ ملّا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضاء داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حجۃ الوداع کے موقع پر سب سے بڑی جماعت یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابۂ کرام کے درمیان عام اعلان کیا گیا: **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا** . (سورۃ المائدۃ:۳)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کیا۔

یہ آیت ۹ ذی الحجۃ الحرام ۱۰ھ بعد عصر جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ جس میں نبوت اور دین اسلام کی تکمیل کی خوش خبری دی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی تکمیل اور دین اسلام کے مکمل ہونے کی خوش خبری سے متاثر ہو کر یہودیوں کے ایک عالم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ یہ آیت ہمارے اوپر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ یہ آیت نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے خود ہمارے لیے عید کا دن بنا دیا اور وہ بھی ایک نہیں دو عید یعنی وہ آیت عرفہ کے دن اور جمعہ کے دن نازل ہوئی اور دونوں ہمارے لیے خوشی کے دن ہیں۔

ان رجلا من الیھود قال لہ یا امیر المؤمنین آیۃ فی کتابکم تقرؤنھا لو علینا معشر الیھود نزلت لاتخذنا ذلک الیوم عیدا قال ای آیۃ قال الیوم اکملت لکم دینکم . الخ . (بخاری شریف: ۱/۱۱)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور افضلیت اور آخری نبی ہونے کا اس اعتبار سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی:

(۱) ایک مہینہ کی مسافت سے لوگوں کے دلوں میں رعب اور دبدبہ ڈالا گیا۔

(۲) ساری دنیا کی زمین میری امت کے لیے نماز پڑھنے کی جگہ اور پاکی حاصل کرنے کا آلہ بنادیا (پہلی امتوں کے لیے عبادت صرف عبادت گاہوں میں ہوتی تھی، اور پاکی حاصل کرنے کا آلہ صرف پانی تھا لیکن امت محمدیہ کے لیے پانی نہ ملنے کی سورت میں یا دوسری مجبوریوں کی وجہ سے تیمّم کرکے یعنی مٹّی سے پاکی حاصل ہوسکتی ہے) نیز اس امت کے لیے پوری زمین سجدہ گاہ بنادی گئی ہے۔

(۳) مالِ غنیمت میری امت کے لیے حلال کیا گیا اس سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔

(۴) اور مجھے شفاعت عظمیٰ دی گئی (میدان حشر میں جب تمام لوگ جمع ہوں گے اور اپنے اپنے گناہوں کے مطابق پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور سورج صرف ایک میل اوپر ہوگا تب لوگ پریشان ہوکر سب الگ الگ نبیوں کے پاس جائیں گے کہ حساب شروع ہوجائے اور اس مصیبت سے نجات مل جائے لیکن ہر نبی انکار کردیں گے اخیر میں سب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے اور وہ ان کے لیے اپنے پروردگار سے سفارش کریں گے۔

(۵) ہر نبی اپنی قوم کے لیے نبی بنا کر بھیجے جاتے تھے، اور میری نبوت سب لوگوں کے لیے ہے، اور میں خاتم النبیین ہوں میرے اوپر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ (بخاری، مسلم)

اور صرف پانچ چیزوں میں ہی آپ ؐ کی خصوصیات منحصر نہیں ہیں بلکہ علامہ سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں سو (۱۰۰) سے زائد آپ کی خصوصیات نقل کی ہیں۔ (تشریحات بخاری: ۱/ ۵۸۷)

عن جابر بن عبد الله ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهر وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا .... واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعة وكان النبی یبعث إلی قومه خاصة وبعثت إلی الناس عامة. وفی مسلم ارسلت إلی الخلق كافة وختم بی النبیون. (الصحیح للبخاری: ۱/ ۴۸، الصحیح لمسلم: ۱/ ۱۹۹)

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں دی جائیں گی نبوت کے ختم ہونے کی ایک مثال دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء کرام کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے بہت ہی خوبصورت محل بنایا ہوا اور اس کو خوب اچھی طرح سجایا لیکن کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑی سب لوگ مکان دیکھنے آتے ہیں اور دیکھ کر تعجب سے کہتے کہ یہ اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑی دی اس کو کیوں نہیں رکھا تاکہ محل مکمل ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نبوت کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں جس سے یہ مکان (محل) مکمل ہوا اور میں نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔

(بخاری و مسلم، روح المعانی: ۱۲/۴۱)

عن ابی هريرة رضی الله ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال ان مثلی ومثل الانبياء من قبلی كمثل رجل بنیٰ بيتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون ويتعجبون له و يقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبيين .

(الصحيح للبخاری: ۱/۱۵۰۱، الصحيح لمسلم: ۲/۳۴۸، روح المعانی: ۱۲/۴۱)

۹ ہجری میں تبوک کے موقع پر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ بیت کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ رہنے کی تجویز پیش کی تو حضرت علیؓ نے معذرت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو تسلی دی کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میرے تمہارے درمیان ایسا رشتہ ہو جو ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھا؟ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

ان رسول الله صلی الله عليه وسلم خرج إلی تبوک فاستخلف علياً قال: أتخلفنی فی الصبيان والنساء قال الا ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسی إلا أنه ليس نبی بعدی .

(الصحيح للبخاری: ۲/۶۳۳، الصحيح لمسلم: ۲/۲۷۸، روح المعانی : ۱۲/۲۳)

ترمذی شریف میں ہے کہ: **لو كان بعدى نبياً لكان عمر بن الخطابؓ .**

ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطابؓ ہوتے۔ (ترمذی شریف: ۲/۲۰۹)

عربی میں لفظ ''لَوْ'' ناممکن کے لیے آتا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا. (سورہ انبیاء : ۲۲)

اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرا کوئی خدا ہوتا تو زمین اور آسمان برباد ہو جاتے، لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے کسی نبی کا آنا ناممکن ہے، جس طرح تمام روشنیوں کا سلسلہ آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے اسی طرح نبوت اور رسالت کے تمام کمالات کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہوا، اور اہلِ سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری بنی ہونے کا انکار کرے وہ کافر اور مرتد ہے، اور جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ بھی کافر ہے، اور جو اپنے نبی ہونے کے دعوے پر برقرار رہے اس کو قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ اسود عنسی نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی ہی میں قتل کر دیا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو تکمیل تک پہونچانے والے کے لیے فرمایا: فاز فیروز، یعنی فیروز کامیاب ہوگئے، اسی طرح مسیلمہ کذاب نے یماما میں نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم سے جہاد کے ذریعہ حضرت وحشیؓ (قاتلِ حضرتِ حمزہؓ) کے ہاتھوں سے قتل ہوا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں جس سے میں پریشان ہوا، تو خواب ہی میں مجھ سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ پر پھونک مارو جب میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن ہاتھ میں سے غائب ہوگئے۔ مطلب جس طرح سونے کی چمک ہوتی ہے اسی طرح نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی ابتداء میں تو بڑی شہرت ہوگی لیکن وہ کامیاب کبھی نہیں ہوں گے، اور کہاں غائب ہو جائیں گے اس کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔

قال بينما أنا نائم رأيت في يدى سوارين من ذهب فاهمني شانهما .... فأولتهما كذابين يخرجان بعدى احدهما العنسى والآخر مسيلمة .
(الصحیح للبخاری : ۶۲۸/۲)

ایک شبہ اوراس کا خلاصہ:

آخری زمانے میں حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول ختم نبوت کے منافی نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت عیسی علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے (۶۰۰) سال پہلے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اوراسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیے گئے اور قریب بہ قیامت آسمان سے اسی جسم کے ساتھ نزول فرمائیں گے نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ خاتم النبیین کے خلیفہ اور متبع ہونے کی حیثیت سے نازل ہوں گے، نہ توان پر وحی نازل ہوگی اور نہ الگ شریعت ہوگی، بلکہ شریعتِ محمدیؐ کے طریقے پر احکام جاری فرمائیں گے، اور دنیا میں نزول کے بعد پہلی نبوت اور رسالت تو باقی ہوگی اس لیے کہ نبوت ملنے کے بعد نبی معزول نہیں کئے جاتے حضرت عیسی علیہ السلام خاتم النبیین کے تابع ہوں گے اوران کا عمل قرآن حکیم سنت محمدی اور شریعتِ محمدی کے مطابق ہوگا، جس کی مثال یوں سمجھو کہ کوئی سرکاری وزیر منسٹر کلکٹر کوئی دوسری جگہ جاتا ہے، تو وہاں کے وزیر اور وہاں کے اصول کے تابع رہنا پڑتا ہے دوسری جگہ اس کی حکومت نہیں چلتی لیکن وہاں اس کا عہدہ بھی ختم نہیں ہوتا، اسی طرح قربِ قیامت میں نزولِ عیسی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے البتہ کسی جھوٹے نبوت کے دعویدار کا نبوت کا دعوی کرنا ختم نبوت کے منافی ہے، ایسے نبوت کے جھوٹے دعویدار اگر توبہ نہ کریں تو وہ مردود اور واجب القتل ہیں۔ (روح المعانی:۳۴/۱۲، ۳۵، تفسیر مظہری: ۳۵۱/۷)

ولا يقدح من نزول عيسىٰ آخر الزمان لأنه كان نبياً قيل تحلى نبينا صلى الله عليه وسلم فلا يكون اليه وحى ولا نصب احكام بل يكون خليفة لرسول الله صلى الله عليه وسلم انه عليه السلام حين ينزل باقٍ على نبوته السابقة . (روح المعانى: ۳۵۳/۱۲)

ولايقدح فيه نزول عيسى بعدة لأنه إذا ينزل يكون على شريعته مع ان عيسى صار نبياً قبل محمد وقد ختم الأنبياء بمحمد صلى الله عليه وسلم قال لاتقوم الساعة حتى ينزل فيكم ابن مريم حكماً مقسطاً فيكسر الصليب و يقتل الخنزير ويفيض المال حتى لايقبله أحد . (الصحيح البخاري: ۱/۳۳۶)

فإن قلت هذا يدل على ان عيسى ينسخ الحكم الذى كان فى شرعنا والحال انه تابع لشرع نبينا صلى الله عليه وسلم قلت ليس هو بناسخ بل نبينا هو الذى بين النسخ وأن عيسى عليه السلام يفعل ذلک بامر نبينا صلى الله عليه وسلم . (عينى شرح بخارى: ۱۳/۲۸)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم واُحکم

(۶) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام کہ ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کے مریدین بھی ہیں اس کے بارے میں قرآن واحادیث کا کیا فرمان ہے، لوگ گمراہی سے محفوظ رہیں اسلیے تفصیل سے جواب دیں۔

جواب: نبوت اور رسالت کا درجہ اللہ ہی کی جانب سے دیا جاتا ہے کوئی بذاتِ خود رسول نہیں بن سکتا، قرآن کریم کا فرمان ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ . (سورة السبا: ۲۸)

ترجمہ: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف خوش خبری اور ڈر سنانے کے لیے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن پاک سے اور احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت اور رسالت اور انبیاء میں آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ورسالت کسی کو نہیں دی جائے گی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ . (سورة الأحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ہی نبوت کے عہدے پر مہر لگ گئی، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ .(سورة المائدة: ۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔

مطلب یہ ہے کہ دین مکمل کر کے اور شریعت کے تمام احکام اور قانون کی معلومات کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور شریعت ایسی جامع اور کامل ہے کہ اس کے بعد کسی شریعت یا نبوت کی ضرورت نہیں، قیامت تک آنے والے لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی اور مکمل ہے اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نبیوں کی مہر ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي . اور ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو كان موسىٰ حياً لما وسعه إلا اتباعي .

مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کسی کو نبوت وشریعت تو کیا ملتی بلکہ مجھ سے پہلے جن کو نبوت وشریعت ملی اگر وہ بھی باحیات ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے علاوہ کوئی چھٹکارہ نہیں، آخری زمانے میں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے وہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوکر عمل کریں گے، اور ان کا دنیا میں آنا رسول کی حیثیت سے نہیں بلکہ منصف اور صحیح فیصلہ کرنے والے کی حیثیت سے ہوگا۔ (تفسیر ادریسی: ۵/۵۱۶)

جس طرح روشنی کا سلسلہ آفتاب پر جاکر ختم ہو جاتا ہے اور طلوعِ آفتاب کے بعد کسی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی سب روشنیاں ماند پڑ جاتی ہیں، اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئے ہیں۔

حسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضیٰ داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک کہ جھوٹے اور دجال

پیدا نہیں ہوں گے، ہر ایک دعوی کرے گا کہ میں نبی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں نبی ہوں اور میں نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(ابوداودشریف: ترمذی شریف:)

علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اوران کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں یہ خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے لہذا لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا، تو وہ بہت بڑا جھوٹا، تہمت لگانے والا، اور خود گمراہ ہوکر دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

من ادعی هذا المقام فهو كذاب، افاک دجال ضال مضل .

(تفسیر ابن کثیر: ۴۴۲/۳)

أنا العاقب الذی لیس بعدی نبیاً.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا نام عاقب ہے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی سب سے بڑی وضاحت اور ثبوت یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نے بہت ہی اچھا مکان (محل) بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رکھی، لوگ اس محل نما مکان کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے لیکن اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر کہتے کہ یہاں ایک اینٹ رکھدی جائے تو بہت ہی اچھا رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آکر اس خالی جگہ کو پر کردیا، اس طرح میرے آنے سے نبوت کا محل مکمل ہوگیا میں ہی انبیاء کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں یعنی نبوت مجھ پر ختم کردی گئی ہے، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (بخاری شریف: ۵۱۰/۱، مسلم شریف: ۲۴۸/۲)

لہذا اس بات کا انکار کرنے والا کافر ملعون اور مرتد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں اسود عنسی نامی شخص جو یمن کے ایک شہر صنعاء کا رہنے والا تھا، اس نے نبوت کا دعویٰ کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن پہلے اس کے قتل ہونے کی اطلاع پہونچ گئی تھی

فیروز دیلمی نامی صحابیؓ نے اس کو قتل کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس بات کی اطلاع دی اور فرمایا: کہ ”فاز فیروز “فیروز کامیاب ہوگئے۔ (فتح الباری)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمامہ میں ”مسیلمہ کذاب“ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسے لوگوں کے خاتمے کے لیے ایک لشکر روانہ کیا حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اس کی مخالفت کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ سنو: تم الدین و انقطع الوحی أینقص الدین و أنا حی . یعنی دین مکمل ہوگیا وحی آنا بند ہوگئی میری زندگی میں دین اسلام کو نقصان پہونچے یہ نہیں ہوسکتا۔ (کنز العمال:۴/۵۰)

آخر کار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات ماننا پڑی کہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو شرح صدر عطا فرمادیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ختمِ نبوت کے انکار کو اور نبوت کے دعوی کرنے کو اسلام کا بہت ہی بڑا نقصان سمجھتے تھے، آخر کار نبوت کے جھوٹے دعویدار کو ختم کرنے کے لیے ایک لشکر روانہ کردیا اور حضرت وحشیؓ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کردیا۔

تمام ہی صحابہ کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے اور آج تک اس اجماع پر عمل باقی ہے، کہ ختم نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے فقہاء کرام نے بھی ختمِ نبوت کے عقیدے پر اتفاق ہے، فقہ کی اصولی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتا تو وہ مسلمان نہیں ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا ضروری ہے۔

إذا لم يعرف ان محمد آخر الأنبياء فليس بمسلم لأنه من الضروريات .

(الأشباه والنظائر: ۱/۲۹۶)

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانے وہ مسلمان نہیں اور جو یہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا اپنے آپ کو پیغمبر مانے تو وہ کافر ہے:

إذا لم يعرف الرجل ان محمداً آخر الأنبياء عليهم وعلى نبينا السلام فليس بمسلم، .... وكذلك لو قال أنا رسول الله أو قال بالفارسية ” من پيغمبرم “ يريد به ” من پيغام مى برم “ يكفر . (الفتاوى الهندية: ۲/۲۶۳)

سوال میں لکھے ہوئے کے مطابق جس آدمی نے پیغمبر ہونے کا اعلان کیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو یہ آدمی ملعون ومرتد اور اسلام سے خارج ہے، اگر یہ مرجائے تو مسلمانوں کو اس کی تجہیز وتکفین میں شریک ہونا جائز نہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں ایسے آدمی کو توبہ کرکے پھر سے کلمہ پڑھنا ضروری ہے: وإذا مات أو قتل علی ردته لم یدفن في مقابر المسلمین. (الاشباہ والنظائر: ۱/۲۹۱)

سوال میں لکھا ہے کہ اس کے مریدین بھی ہیں، اس سے اسلام کی حقانیت اور قرآن وحدیث کے فرمان پر کوئی زد نہیں پڑتی، دریا میں ایک وقت پانی کی طغیانی آتی ہے، لیکن تھوڑے ہی وقت میں ختم ہوجاتی ہے، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی بھی موجود ہے، اور نبی کا خواب سچا ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سونے کے دو کنگن میرے ہاتھ میں ہیں، جس سے مجھ کو تکلیف ہوئی کہ یہ تو عورتوں کے لیے ہے، لیکن خواب ہی میں مجھے بتایا گیا کہ اس کو پھونک دو میں نے پھونک دیا تو وہ کنگن اڑ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو جھوٹے شخص نبوت کا دعوی کریں گے، اور ایسا ہی ہوا، ایک اسود عنسی، اور دوسرا مسیلمہ کذاب، انہوں نے اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا۔ (الصحیح البخاری: ۲/۶۲۸)

سونے کے کنگن بتانے میں اشارہ یہ ہے کہ شروع میں ایسے جھوٹوں اور دھوکے بازوں کا کچھ اثر ہوگا اور کچھ ماننے والے ہوں گے لیکن پھونک سے کنگن اڑ گئے اس سے بتایا گیا ایسے جھوٹوں کے دعوؤں میں مضبوطی اور کامیابی نہیں ہوگی، بہت جلد ان کی یہ مکاری اور وہ خود ختم ہوجائیں گے۔ فقط

والله اعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

(۷) کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ مبارک میں حیات ہیں؟ کیا آپ کو علم غیب تھا؟

سوال: کیا انبیاء کرام اور رسول اپنی قبروں میں حیات ہیں؟ ہم ان کو پکارتے ہیں تو کیا وہ سنتے

ہیں؟ کیا وہ ہمارے اعمال کے بارے میں جانتے ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب تھا۔ مذکورہ سوالوں کے تفصیل سے جوابات ارسال فرمائیں۔ (سورت)

جواب: حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ زمین پر انبیاء کے ابدان کو کھانا حرام کردیا ہے، لہٰذا نبیوں اور رسولوں کے بدن محفوظ ہیں۔ (بخاری شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میری قبر پر آکر درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو کوئی دور رہ کر درود پڑھتا ہے فرشتوں کے ذریعے مجھ تک پہونچا دیا جاتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح: ۸۷)

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کی ایک جماعت مقرر کی ہے جو پوری دنیا میں گھومتی رہتی ہے اور میری امت کے سلام مجھ تک پہونچاتی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۸۶)

مذکورہ تینوں احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں اپنے جسم کے ساتھ حیات ہیں، اور روضۂ مبارکہ کے پاس سلام پڑھنے والے کا سلام سنتے ہیں، اور جو دور سے پڑھا جاتا ہے اس کو فرشتے کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا دیا جاتا ہے، لیکن دور رہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی پکار کو سنیں یہ ماننا غلط ہے، اور ایسا عقیدہ رکھنا شریعت کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالی ہی سننے والے اور جاننے والے ہیں۔

ایک ہی وقت میں ساری دنیا کی باتوں کو سننا اور پوشیدہ اور ظاہری باتوں کو جاننا اور ہر ایک کے حالات سے واقف رہنا اللہ تعالی ہی کی صفت ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ۔ ترجمہ: اللہ تعالی کے جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔

شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کی خاص صفتوں کو انبیاء اور رسولوں کے حق میں ثابت کرنا، جیسا کہ عالم الغیب ماننا، ہر جگہ اور ہر ایک کی بات کو سننا یہ عقیدہ غلط اور باطل ہے۔

(تفسیر عزیزی)

کسی بھی آلہ یا کسی کے بتائے بغیر اپنے ذاتی علم سے زمین اور آسمان کی ہر چیز کو جاننا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جتنی مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں سے کوئی بھی غیب کی باتوں کو جاننے والا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے، وہی سب کچھ جاننے والا ہے۔ (سورۃ النمل: ٦)

مفسر خازنؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **وهو اختصه تعالى بعلم الغيب .** یعنی کہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی باتوں کا علم دیا گیا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جائیگا، عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، وحی کے ذریعے انبیاء کو ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں جس کو عام لوگ نہیں جانتے۔ (شرح العقائد: ۱۲۲)

امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک سے زیادہ مرتبہ پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا امت کے اعمال کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی: ۷/ ٦٨)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم واُحکم

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مطلب کیا ہے؟

سوال: آپ کی محبت کیسی ہونی چاہیئے؟ شریعت پر عمل نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرے تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے ماں باپ، اولاد اور ہر ایک سے زیادہ میری محبت اس کے دل میں نہ ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۱۲)

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں، ہم کو گمراہی سے بچایا، اور اسی احسان کے بدلے علماء حضرات فرماتے ہیں کہ نیک کاموں کا ثواب سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچایا جائے، آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے احسانات کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حقدار ہیں۔

قول علمائنا له أن يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبى صلى الله عليه وسلم فأنه أحق بذلك . (شامی: ۱/۸۴۵)

لا يؤمن أحد كم حتى أكون أحب اليه من والده وولده والناس أجمعين .

ترجمہ: تم میں کا کوئی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری محبت اپنے والدین اور اولاد اور ہر چیز سے زیادہ نہ ہو۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کیسی ہونی چاہیئے؟ علامہ خطابیؒ محبت کا مطلب بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری محبت میں کوئی اس وقت تک سچا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ میری اطاعت کرنے میں اپنے نفس کو فناء نہ کرلے اور اپنی خوشی کو میری خوشی پر فوقیت نہ دے، چاہے اس سلسلے میں اس کی جان ہی کیوں نہ نکل جائے، قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ سنتوں پر عمل کیا جائے شریعت پر ہونے والے اعتراضات دور کرے اور اپنی جان اور مال قربان کرنے کے لیے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہونے کی تمنا ظاہر کرے۔ (نووی شرح مسلم: ۱/۴۹، مشکوۃ شریف: ۱/۶۴)

بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) فرض: اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی تابعداری اور گناہوں سے بچنے اور تقدیر پر راضی رہنے کے لیے محبت کریں، لہٰذا جو شخص گناہ کا کام کرے واجبات کو چھوڑ دے اور اپنی خوشیوں کو خدا کے حکم پر ترجیح دے تو ایسے شخص کے دل میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت نہیں سمجھی جائے گی۔ (محبت میں نقص سمجھا جائیگا)۔

(۲) مستحب: نفلوں کی پابندی، مشتبہ چیزوں سے اجتناب، (یعنی جس کے حلال یا حرام ہونے میں شبہ ہو) لیکن ایسی محبت رکھنے والے کم ہوتے ہیں۔ (فتح الباری: ۱/۴۶۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اَجمعین صرف زبانی محبت کا دعویٰ نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے عمل سے محبت کا ثبوت دیتے تھے، اُحد کی لڑائی میں ایک انصاری عورت کے باپ، بھائی، شوہر، سب شہید ہوگئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح سالم دیکھ کر اس عورت نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو ہر ایک مصیبت ہیچ ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو آپ نے دعاء کی کہ اے اللہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آنکھوں نے دیکھا ہے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ آنکھیں کسی کو دیکھنا نہیں چاہتی میری بینائی لے لے دعاء قبول ہوگئی بینائی چلی گئی۔

غزوۂ بدر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰن کے مؤمن ہونے کی وجہ سے سامنے آئے تو قتل کے لیے تیار ہوگئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ (فیض الباری:۱/ ۳۳۸)

صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کو بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں میں لے کر برکت کے لیے اپنے جسم پر ملتے تھے۔ (بخاری شریف:۱/۵۴)

اسی وجہ سے حضرت ابوسفیان جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے کہنے لگے:

ما رأيت أحداً من الناس يحب أحداً كحب اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے ساتھ جو محبت رکھتے ہیں ایسی محبت کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا، اس لیے آپ صلی اللہ کے ساتھ صحیح محبت یہ ہے کہ اللہ کے احکام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو، لہٰذا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اور آپ کی تعلیم پر عمل نہ کرے صرف زبانی دعویٰ کرتا رہے وہ سچا عاشقِ رسول نہیں ہوسکتا، اللہ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں سچی محبت عطا فرمائے۔ (آمین)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم

(۹) ''مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل کا نقش پسند نہیں'' یہ کہنے والے کا حکم

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا نقش جو شمائل ترمذی وغیرہ میں موجود ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ تو کوئی چپل ہے؟ مجھے یہ چپل اچھی نہیں لگتی تو کیا ایسا کہنے والا شخص کافر ہو جائیگا؟

اسی طرح مدینہ طیبہ کے بارے میں یہ کہے کہ اس سے بمبئی یا کلکتہ اچھا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیزوں کے بارے میں یہ کہنا کہ مجھے اچھی نہیں لگتی تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مذکورہ سوال میں جو تفصیل بیان فرمائی ہے، اگر یہ حقیقت ہے تو یہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے ایسے شخص کو سچے دل سے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرنی چاہیئے، ایسے عقیدے اور خیال سے ایمان کا خطرہ ہے۔

(۱) امام ابو یوسفؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو زیادہ پسند تھا تو حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ مجھے پسند نہیں ہے، تو امام ابو یوسفؒ نے اس آدمی سے فرمایا کہ پھر سے کلمہ پڑھو، ورنہ میں آپ کو قتل کر دوں گا۔ (بذل المجهود)

(۲) حضرت جابرؓ کے پاس بعض لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے حضرت جابرؓ سے غسل کے پانی کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت جابرؓ نے جواب دیا کہ **یکفیک صاع**، یعنی تقریباً سات سیر پانی غسل کے لیے کافی ہے، تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اتنا پانی میرے لیے کافی نہیں ہے، تو حضرت جابرؓ غصہ سے برانگیختہ ہو گئے اور فرمانے لگے جو آپ سے بہتر تھے اور تم سے زیادہ بال رکھنے والے تھے ان کے لیے تو اتنا پانی کافی تھا اور اس پر ہماری امامت کراتے تھے (مراد اس سے حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے) بظاہر اس بات میں حدیث شریف کے ساتھ تعارض ہو رہا تھا اس لیے حضرت جابرؓ نے ان کو تنبیہ فرمائی۔

(بخاری شریف: ۳۹)

اس کی تفصیل میں علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے دلیل پکڑتے تھے اور اس کی تابعداری کیا کرتے تھے، اور اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ بغیر علم اگر کوئی بات کہے تو اس کو رد کرنا جائز ہے۔

فیہ بیان ما کان السلف علیہ من الاحتجاج بفعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم والانقیاد إلی ذلک وفیہ جواز الرد علی من یمادی بغیر علم .

(عینی شرح بخاری: ۱۹۹/۳)

(۴) ایک حاجی صاحب مدینہ تشریف لے گئے اور کہا کہ مدینے کا دہی کھٹا ہے، رات کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ جب مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہے تو یہاں کیوں آئے، یہاں سے چلے جاؤ تو وہ حاجی صاحب بہت گھبرائے اور لوگوں سے پوچھنے لگے کہ اب میں کیا کروں، تو کسی نے کہا کہ حضرت حمزہؓ کے مزار پر جاؤ اور دعاء کرو، ممکن ہے کہ اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے، وہ حضرت حمزہؓ کے مزار پر گئے اور رو رو کر دعاء کی رات کو خواب میں حضرت حمزہؓ تشریف لائے اور فرمایا کہ مدینے سے چلے جاؤ ورنہ آپ کے ایمان کا خطرہ ہے، لہٰذا مدینے کی چیزوں میں ہرگز عیب نہیں نکالنا چاہیے، وہاں کے باشندوں کا بھی احترام کرنا چاہئے، اگر کوئی تکلیف پہونچے تو خوشی کے ساتھ برداشت کر لینا چاہیے۔ (انفاس قدسیہ:۲۱۶)

(۵) لہٰذا مذکور آدمی کو توبہ کر لینا ضروری ہے، جو جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے، وہ کعبۃ اللہ اور عرش سے بھی افضل ہے، ایسے مقدس شہر پر ایسے شہر کو فضیلت دینا کہ جو گناہوں کا مرکز ہو منافق تو ایسا کہہ سکتا ہے، لیکن جس کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو وہ کبھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔

قال ابن عمر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : إئذنوا للنساء إلی المساجد باللیل فقال ابن لہ لانأذن لہن فیتخذنہ دغلا فیہ فسبہ وغضب علیہ وقال أقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائذنوا لہن وتقول لا نأذن لہن .

(السنن لأبی داود: ۸۴)

فترد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برأیک ونظیرہ ما وقع لأبی

یوسفؒ حین رأی أنہ علیہ السلام کان یحب الدباء فقال رجل انا لا أحبہ فسل السیف ابویوسف فقال جدد الإیمان وإلا لأقتلنک . (بذل المجهود: ۱/۳۱۹)

وقد تقدم عن المظهر ان خروجهن إلى المسجد للصلوة فی زماننا مكروه .
(مرقاة المفاتيح: ۲/۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان فرمائی تو ان کے فرزند نے اس زمانہ کے لحاظ سے نیک نیتی سے ایسی بات کہی جس میں ظاہراً حدیث شریف کی مخالفت ہو رہی تھی، کہ ہم تو منع کریں گے تا کہ فتنہ وفساد کا ذریعہ نہ بنیں، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے لڑکے پر غصہ ہوگئے اور برا بھلا کہا، کیوں کہ اس میں بظاہر حدیث کی مخالفت ہو رہی تھی۔
(ابوداود شریف:۱/۴۸)

وقد تقدم عن المظهر ان خروجهن إلى المساجد للصلوٰة فی زماننا مكروه .
(مرقاة المفاتيح: ۲/۷۷)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

(۱۰) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک قبر اطہر سے ظاہر ہونا

سوال: ہمارے امام صاحب نے جمعہ کے خطبہ سے پہلے بیان میں فرمایا کہ ملا جامیؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ اشعار کہنے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے جب اشعار کہہ چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا دیدار ہوا، اور مصافحہ بھی ہوا، کیا یہ ہوسکتا ہے؟ مجھے یہ سن کر بہت تعجب ہوا کیا یہ صحیح ہے؟ جو آدمی یہ واقعہ بیان کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اگر میری غلطی ہو تو اصلاح فرمائیں۔

جواب: یہ بات تو سب جانتے ہیں اور اس پر ہمارا ایمان بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر صلوٰۃ وسلام

پیش کرتے ہیں تو وہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں، جیسا کہ مشکوٰۃ کی حدیث ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من صلی عَلَیَّ عند قبری سمعته ومن صلی عَلَیَّ نائیاً (ای بعیدًا) اُبلِغتُهٗ .

(رواه البیهقی فی شعب الایمان،مشکوٰة شریف: ۸۷)

ملاعبدالرحمٰن جامیؒ بہت ہی بڑے درجے کے بزرگ تھے اور ہر سال حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ جاتے تھے اور اپنے وطن روانہ ہونے سے پہلے یہ شعر پڑھتے:

سیدی وسندی ومولائی بوطن می روم چہ می فرمائی

تو ان کو جواب ملتا: بوطن رفتند مبارک باد بسلامت روی و باز می آئی

زیادہ تفصیل کے لیے فضائل درود شریف فصل پانچ صفحہ نمبر ۱۱۸، پر ملاحظہ فرمائیں۔

سید احمد رفاعیؒ ایک بہت ہی بڑے بزرگ تھے وہ جب روضۂ اطہر پر پہونچے تو کہا ''السلام علیک یا جدی'' نانا جان آپ پر سلام، تو جواب ملا:''وعلیکم السلام یا ولدی''، وعلیکم السلام اے میرے نواسے، یہ سن کر ان کے اوپر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی، اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر آگئے:

فی حالت البعد روحی کنت ارسلها تقبل الأرض وهی نائبتی

فهذه نوبة الأشباح قد حضرت أمدد یمینک لکی تحظی بها شفتی

ترجمہ: دور رہ کر قدم بوسی کے لیے تو میرے روح کو نائب بنا کر بھیجتا تھا، اب تو جسم کا نمبر آیا ہے، ذرا میری طرف ہاتھ دراز کیجئے جس سے میں بوسہ دیدوں، فوراً ہی روضۂ مبارک سے ایک منور ہاتھ نمودار ہوا جس سے سورج بھی ماند پڑ گیا، اس بزرگ نے دوڑ کر ہاتھ کو چوم لیا اور بیں گر پڑے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ نوے ہزار لوگوں نے دست مبارک کی زیارت کی یہ واقعہ قریباً ۵۵۵ھ میں پیش آیا تھا۔ (فضائل درود شریف:۱۱۸، رسالہ الابقاء: جون ۱۹۶۴ء)

حضرت عبداللہ بن جلاؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا دو دن کا بھوکا تھا روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں اس کے بعد مجھے نیند آگئی خواب میں

دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی میں نے خواب میں آدھی روٹی کھالی اور جب بیدار ہوا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی، ان کی وفات ۳۰۶ھ میں ہوئی، یہ قصہ مندرجہ ذیل کتابوں میں مذکور ہے۔

(وفاء الوفاء: فضائل حج: ۲۲۷، فیض الجود: ۲۹، محبوب القلوب: ۳۵۱، سیرت النبی بعد از وصال النبی: ۱۴۶)

والله اعلم بالصواب

(۱۱) خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود شریف پڑھنے کا حکم

سوال: ہمارے یہاں جمعہ کے دوسرے خطبہ میں درود شریف بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھا جائے یا نہیں؟

جواب: خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے والوں کو صرف دل میں درود کا خیال کر لینا چاہیے، بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز نہیں ہے، ایسے موقع پر توجہ سے امام صاحب کا خطبہ سننا واجب اور ضروری ہے۔ (شامی: ۱/۷۶۸)

لو ذكره أو سمعه في القراءة أو وقت الخطبة لوجب الإنصات والإستماع فيها . (شامی: ۱/۴۸۴)

إذا ذكر النبي صلى الله عليه وسلم لايجوز أن يصلي عليه بالجهر بل بالقلب وعليه الفتوىٰ . (شامی: ۱/۷۶۸)

والله اعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

مطابق: ۲۵/ دسمبر ۱۹۸۹ء

(۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آنے کے بعد نبی رہیں گے یا امتی؟

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ اٹھالیا گیا ہے، اگر زندہ اٹھالیا گیا ہے تو دوبارہ دنیا میں آئیں گے، تو نبی کی حیثیت سے یا امتی کی حیثیت سے آئیں گے۔

جواب: حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا ہے، قرآن کریم میں فرمایا:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ .

حالاں کہ انہوں نے ان کو نہ قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا۔

دوسری آیت میں ہے: کہ انہوں نے قتل کیا ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف (آسمان پر) اٹھالیا ہے۔ (سورۃ النساء: ۱۵۷)

یہودیوں نے اپنا ایک آدمی جس کا نام تتلانوس تھا اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کے لیے گھر میں بھیجا اس وقت گھر کی چھت میں ایک سوراخ ہوگیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیند آگئی اور اسی حالت میں آسمان پر اٹھالیا گیا، اور تتلانوس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل دیدی گئی جب تتلانوس گھر میں سے باہر نکلا، تو یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر اس کو قتل کردیا اور پھر سولی پر چڑھادیا۔ (تفسیر روح البیان)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ قریب بہ قیامت حضرت عیسیٰ دنیا میں نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے، قرآن اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق لوگوں کو دعوت دیں گے، اور وہ دین محمدیؐ پر عمل کرنے کے باوجود امتی نہیں ہونگے بلکہ ان کی نبوت باقی رہیگی اور دوسرے نبیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت میں مستقل نبی رہیں گے۔ (الخیر الکثیر: ۷۲)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم واُحکم

☆☆☆☆☆

تقدیر کا بیان

(۱۴) کیا ہر کام تقدیر میں لکھا ہوا ہے؟

سوال: ایک شخص سفر کرنے کا بہت ارادہ کرتا ہے لیکن ہر وقت کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آجاتی ہے، اس وجہ سے سفر نہیں کرسکتا، تو کیا سفر کے معاملہ میں من جانب اللہ یہ بات طے ہے، کہ اس شخص کے مقدر میں جہاں روزی لکھی ہوتی ہے، وہاں پر ہی جائے گا، برائے مہربانی قرآن اور حدیث کی روشنی میں سمجھائیں۔

جواب: انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں روح ڈالنے سے پہلے اس کے متعلق چار چیزوں کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے:

(۱) رزق کے بارے میں۔ (۲) اس کی عمر کے بارے میں۔ (۳) اس کے اچھے اور برے عمل کے بارے میں۔ (۴) وہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت اس کے بارے میں۔ لیکن انسان کو اعمال اور روزی کے لیے محنت کرنا ضروری فرمایا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة . (مشکوٰۃ شریف: ۲۴۲)

اور اللہ تعالیٰ نے بہت سے معاملات کوشش اور محنت پر موقوف رکھے ہیں، یعنی کہ نیک عمل کرے تو حج کرے گا، محنت کرے گا تو رزق میں زیادتی ہوگی اور محنت نہیں کرے گا تو نہیں ہوگی، اور ہمیں ان معاملات کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں لہٰذا ہمیں محنت اور کوشش کرنا ضروری ہے۔

انسان کے لیے ہر کام میں محنت اور کوشش کرنا ضروری ہے پھر کامیابی نہ ملے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے، انسان کی ہر تمنا پوری ہونا ضروری نہیں، قرآن کریم میں ہے کہ: **أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى.** (سورۃ النجم: ۲۴)

(کیا انسان جو چاہتا ہے وہ اس کو مل جاتا ہے؟) ہرگز نہیں، یعنی کہ انسان کی ہر تمنا پوری نہیں ہوتی۔

انسان کی ہر تمنا پوری نہیں ہوتی، جہاز والوں کے نہ چاہنے کے باوجود طوفان آتا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے: **إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ .** (سورۃ الحج: ۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے عزائم (ارادے) کو ٹوٹنے کی وجہ سے اپنے پروردگار (اللہ تعالیٰ) کو پہچانا۔ ''عرفت ربی بفسخ العزائم .''

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایسی ہے جو چاہے کرسکتی ہے: إِذَا أَرَادَ شَيْـئـاً أَنْ يَّـقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنَ . (سورۃ یٰسٓ: ۸۲) اور بندے کی ذات تو کمزور ہے جو چاہے نہیں کرسکتا۔

قال عبد الله حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق (فيما يأتيه من الوحى) المصدوق (فيما وعد ربه) قال ان احدكم يجمع خلقه فى بطن امه اربعين يوماً نطفة ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يبعث الله ملكاً ويؤمر باربع كلمات ويقال له اكتب عمله ورزقه واجله وشقى أو سعيد ثم ينفخ فيه الروح . (الصحيح للبخارى: ۱/۴۵۶)

والله اعلم بالصواب وعلمہ اُتم واُحکم

(۱۴) ''دعاء تقدیر کو بدل سکتی ہے'' اس کا کیا مطلب؟

سوال: تقدیر اور تدبیر کا مطلب کیا ہے؟ تدبیر تقدیر کو بدل سکتی ہے کیا یہ حقیقت صحیح ہے؟ دعاء تقدیر کو بدل سکتی ہے اس کا کیا مطلب؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس کے بارے میں بھلائی، برائی طے کردی ہے، اس کو تقدیر کہتے ہیں، تقدیر پر ایمان لانا فرض اور ضروری ہے، اس اعتبار سے کہ ہر بھلائی اور برائی من جانب اللہ ہوتی ہے، اور انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہر بات طے کردی ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۱/۱۲۲)

تدبیر:

انسان تکالیف سے بچنے کے لیے اور روزی اور راحت (آرام) حاصل کرنے کے لیے جو کوششیں کرتا ہے اس کو تدبیر کہتے ہیں۔

تقدیر کی دو قسمیں ہیں: (۱) تقدیر مبرم (۲) تقدیر معلق

لوحِ محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے بعض وجوہات کی وجہ سے ردو بدل کے بارے میں لکھ دیا ہے، جیسا کہ لوحِ محفوظ میں ایک شخص کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ شخص حج کرے گا تو ۲۰/سال زندہ رہے گا، اور اگر حج نہیں کرے گا تو اس کی زندگی ۱۵/سال کی ہوگی، اور یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا: **لایرد القضاء إلا الدعاء.** یعنی قضاء (اللہ تعالیٰ کا فیصلہ) دعاء بدل سکتی ہے، لہٰذا تدبیر سے تقدیر بدلنے کا جو مطلب ہے وہ تقدیر معلق کے لیے ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں وسعت ہو اور عمر میں زیادتی ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

عن أنسٍ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من سره أن يبسط عليه في رزقه وينسأ في أثره فليصل رَحِمَهُ . (ابوداود شريف: ۲۳۸)

اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ اگر تم رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک رکھو گے تو تمہارے رزق میں زیادتی اور عمر میں برکت ہوگی اور اگر نہیں کرو گے تو نہیں ہوگی، اور صدقہ اور خیرات کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر صدقہ کرو گے تو مرنے کے بعد آپ کو اچھے نام سے یاد کریں گے ورنہ تو نہیں یاد کریں گے۔ (شامی: ۵/۳۶۳)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم واُحکم

(۱۵) گناہ کے کام میں تقدیر کا سہارا لینا درست نہیں ہے

سوال: ہر کام تقدیر سے ہوتا ہے اور وہ پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ انسان وہ کام کرنے پر مجبور ہے، تو پھر گناہ کے کام میں انسان سزا کا مستحق کیوں ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی اور برائی کی پہچان کے لیے عقل دی ہے اور کوئی بھی کام کرنے سے پہلے انسان تقدیر کے فیصلے سے بے خبر ہوتا ہے، اہل سنت والجماعت کے چاروں

امام، امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، اور امام احمدؒ بن حنبل کا اتفاق ہے، کہ انسان کسی بھی کام کے کرنے میں خود مختار ہے، اور اپنے اختیار سے کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شریعت کے احکام کا اس کو مکلّف بنایا ہے، اور انسان کے اسی اختیار کی وجہ سے شریعت کے احکام پر عمل کرنے اور نہ کرنے پر عذاب اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، لہٰذا تقدیر کا سہارا لے کر عمل چھوڑ دینا جائز نہیں ہے، جیسے: ایک فرمانبردار نوکر مالک کے حکم کی تابعداری میں کسی بھی طرح کا شبہ اور انکار کئے بغیر اور سبب اور علت کو معلوم کئے بغیر کرتا رہتا ہے، اسی طرح انسان شریعت کے احکام کا پابند ہے۔

صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ پہلے سے ہر چیز لکھی ہوئی ہے، یہاں تک کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی وہ بھی لکھا ہوا ہے، تو کیا ہم تقدیر پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: **اعملوا فکل میسر لما خلق له** . جس کام کے کرنے کا شریعت نے آپ کو حکم دیا ہے وہ کرتے رہو، جو کام کرنے کے لیے آدمی پیدا کیا گیا ہے وہ کام کرنے کے لیے آسانی اور توفیق پیدا کی جاتی ہے۔

تقدیر پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دینا صحیح نہیں، اعمال انسان کے اچھا اور برا ہونے کی علامت ہیں۔ (مشکوۃ شریف)

علماء کا فیصلہ ہے کہ تقدیر کے بارے میں گہرائی میں نہیں جانا چاہئے، حضرت وہب بن منبہؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے تقدیر کے بارے میں سوچا تو بہت شبہ میں پڑ گیا پھر سوچا تو پھر پریشان ہوا، عقلمند وہ آدمی ہے جو تقدیر کے بارے میں سکوت اختیار کرے، اور نادان ہے وہ جو تقدیر کے بارے میں بحث ومباحثہ کرتا رہے۔ (شرح فقہ اکبر: ۴۲)

ایک دن صحابہ کرامؓ تقدیر کے متعلق آپس میں بحث ومباحثہ کر رہے تھے، ان میں سے بعض صحابہؓ اظہارِ خیال کر رہے تھے کہ سب چیزیں اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی ہیں تو پھر سزا اور جزا

کیوں ہوگی؟ اور بعض صحابہ جواب دے رہے تھے کہ عمل کرنے نہ کرنے کا انسان کو اختیار دیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر غصہ ہوگئے اور فرمایا کہ کیا تم کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ اور کیا مجھے اللہ نے اسی وجہ سے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ تقدیر کے بارے میں بحث نہ کرو، تم سے پہلے لوگوں نے اس کو مشغلہ بنالیا تھا جس کی بناپر وہ ہلاک کر دیئے گئے۔

(ترمذی شریف:۲/۳۵)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم واُحکم

(۱۶) اخباروں میں ''آج کا مستقبل'' کے عنوان سے جو مضمون آتا ہے، اس کا حکم

سوال: اخباروں میں ''آج کا مستقبل'' اس کے بارے میں جو مضمون آتا ہے کہ آج کا دن فائدہ مند ہوگا یا نہیں ہوگا؟ تجارت نفع بخش ہوگی، معاشی حالت مضبوط اور مستحکم ہوگی یا دشمنوں کا خوف رہے گا وغیرہ وغیرہ، دور حاضر کے مسلمان ان باتوں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، تو اس کے بارے میں قرآن واحادیث کا کیا فرمان ہے؟

جواب: قرآن اور حدیث میں ایسا عقیدہ رکھنا اور اس پر یقین رکھنا اور اس کو سچ ماننا اس سے منع فرمایا ہے، مذکورہ معاملات کی سچائی کے متعلق اللہ تعالی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، قرآن کریم میں فرمایا ہے: إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ .(سورة حم سجده:۴۷)

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: کہ جس طرح قیامت کب آئے گی اللہ کے سوا کوئی جانتا نہیں اسی طرح مستقبل میں جو کام معین وقت میں ہونے والے ہیں اس کا علم (کیسے ہوں گے، کب ہوں گے، اور کہاں ہوں گے) اللہ ہی کے لیے خاص ہے۔

قرآن کریم میں ہے: وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ .(سورة الأنعام: ۵۹)

اللہ ہی کے پاس تمام غیب کی چیزوں کی کنجیاں ہیں، جس کو اس کے علاوہ کوئی جانتا نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفاتح الغیب پانچ چیزیں ہیں:

(ا) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

(۲) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ عورت کے رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی؟

(۳) اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی؟ (۴) کوئی نہیں جانتا کہ موت کب آئے گی؟

(۵) اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔

إِنَّ اللّٰـهَ عِـنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًاوَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهِ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ.

(سورة لقمان: ۳۴)

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا وقت، بارش کا وقت، کہاں اور کتنی ہوگی، رحم مادر میں کیا ہے؟ مستقبل میں ہونے والے کام، انسان کے موت کی جگہ، ان سب چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

(درمنثور)

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں غیب کی ہیں: اللہ نے اپنے لیے خاص کی ہیں کوئی قریبی فرشتے اور نبی کو بھی اس کی خبر نہیں دی۔

ایک صحابی حضرت معاویہ بن حکمؓ جب ایمان لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسلام لانے سے پہلے ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے تھے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاہنوں کے پاس نہیں جانا چاہیئے اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص کاہن کے پاس گیا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ حکم کا انکار کیا۔

(مشکوۃ شریف: ۹۰/۵۶)

اور جو کوئی شخص کاہنوں کے پاس جائے گا اور اس کی بات کو سچ مانے گا اور اس کے سچ ہونے کا عقیدہ بھی رکھتا ہوگا، تو وہ کافر ہوگا، اور اگر اس کی بات پر یقین نہ رکھے پھر بھی اس سے پوچھے تو وہ فاسق ہوگا، اور مذہبِ اسلام جیسی نعمت کی ناشکری کرنے والا مانا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح: ۳۷۶/۱)

عـن مـعاوية ابن حكم رضى الله عنه .... قلتُ يا رسول الله صلى الله عـليـه وسـلـم انـى حديث اعهدٍ بجاهلية وقد جاء نا الله بالاسلام وان منا رجالا ياتون الكهان قال فلا تأ تيهم . (مشکوٰۃ المصابیح: ۹۰)

عن ابى هريرة رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أتى...... او كاهنا فقد كفر بما انزل على محمد ...... فصدقه بما يقول فقد كفر .
(مشكوة المصابيح: ۵۲)

او كـاهـناً بالتصديق (فقد كفر بما انزل محمد)اى ان اعتقد حله وانما لـم يـفـصـله ليكون أبلغ فى الوعيد وأدعىٰ إلى الزجر والتهديد قال ابن الملك يـؤول هـذا الـحـديـث بـالـمستـحل والمصدق والا فيكون فاسقا فمعنى الكفر حينئذ كفران نعمة الله ..... (مرقات المفاتيح : ۱/ ۳۷۶)

اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ جہنم کے حقدار ہیں اور اس نافرمانی کی وجہ سے شیطان کے ساتھ ایک خاص نسبت ہونے کی بنا پر شیطان بعض باتیں ان کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں جس کا سہارا لے کر وہ لوگوں کو مستقبل کے بارے میں بتاتے ہیں جس کی بنا پر وہ غلط ہوتا ہے، لہٰذا قرآن اور حدیث کی تعلیمات کے مطابق جو کوئی شخص اپنی حیات موت رزق صحت بیماری وغیرہ کی حالت نہ جانتا ہو وہ دوسروں کا مستقبل کیسے جان سکتا ہے، اخباروں کی باتوں پر یقین کرنے سے بچنا ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم

(۱۷) نجومی کو ہاتھ بتلانا

سوال: نجومی سے مستقبل دریافت کرنا اور اس پر یقین رکھنا اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: یااللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے سے آدمی اللہ اور اس کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوراور شیطان کے نزدیک ہو جاتا ہے، پھر ایسے آدمی کو گمراہ کر کے شیطان اس کے دل میں بعض جھوٹی باتیں ڈال دیتا ہے، ایسا آدمی علمِ غیب کا دعوٰی کرنا شروع کر دیتا ہے ایسے آدمی کو کاہن، نجومی کہا جاتا ہے۔

اسی طرح جو لوگ جادو منتر یا کسی عمل کے ذریعہ چوری یا گم شدہ چیزوں کی نشان دہی کرتے ہیں ایسے لوگوں کو (عرّاف) کہا جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کے پاس جانے سے اوران سے کوئی بات دریافت کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ ایمان لانے سے پہلے کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے پاس مت جاؤ پھر فرمایا کہ جو کوئی نجومیوں کے پاس جائے گا اوراس کی باتوں پر یقین رکھے گا تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے گئے احکاموں کا انکار کرنے والا ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح:۹۰/ مرقات المفاتیح:۲/۲۹)

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ علم نجوم قیاس اور تخمین کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایک مشہور منجّم (کاہن) کوشیار دیلمی نے لکھا ہے کہ، علم نجوم ایک غیر مدلل علم ہے، اوراس میں انسان کے وسوسوں اور گمانوں کے لیے بہت ہی گنجائش ہے۔

لہٰذا نجومیوں اور کاہنوں کے پاس جانے سے بچنا چاہیے ان کے پاس جا کر ان سے مستقبل دریافت کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

شُگونِ نیک اور شُگونِ بد کا بیان

(۱۸) بعض مہینوں یا دنوں کو منحوس سمجھنا۔

سوال: اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ محرم اور صفر کے مہینے میں شادی نکاح وغیرہ خوشی کے کام نہیں کرنا چاہیے کیا یہ عقیدہ درست ہے؟

جواب: محرم الحرام اور صفر میں شادی نکاح وغیرہ کوئی خوشی کے کام نہیں کرنا ایسے خیالات اور عقائد رکھنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایسے عقائد رکھتے تھے شریعت محمدی میں ایسے غلط عقائد کی کوئی جگہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم اللہ تعالی کا مہینہ ہے۔(مشکوۃ المصابیح)

ماہِ محرم کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے اس کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی گئی ہے، محرم میں خاص کر دسویں محرم کو بہت ہی بابرکت کام ہوئے ہیں، نمرود کی آگ سے حضرت ابراہیم کو اسی دن نجات ملی ،حضرت یعقوب کی بینائی اسی دن لوٹائی گئی ،حضرت یوسف کو اسی دن کنوئیں سے نجات ملی ،حضرت ایوب کو سات سال کی بیماری کے بعد اسی دن صحت دی گئی وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا جس مہینے کی اتنی فضیلتیں ہو اور اس کی نسبت اللہ تعالی کی طرف ہو اس میں کوئی خوشی کا کام کرنے میں کیا حرج ہے۔

صفر کے مہینے کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اس مہینے میں مصیبتیں اور پریشانیاں نازل ہوتی ہیں، اگر اس میں کوئی کام کیا جائے تو اس میں کوئی برکت نہیں ہوتی صفر کے مہینے کو زمانۂ جاہلیت میں منحوس سمجھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عقیدے کو غلط ثابت کرنے کے لیے فرمایا کہ: ولاصفر۔یعنی صفر کے مہینے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا غلط ہے، تمام دن اور مہینے اللہ تعالی کے مقرر کردہ ہیں، لہٰذا کسی مہینے کو منحوس اور نامبارک سمجھنا درست نہیں ہے کسی بھی مہینے میں شادی، نکاح کرنا درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۹) ماہِ صفر المظفر کو منحوس سمجھنا

سوال: ماہِ صفر کو منحوس جان کر اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ اس مہینے میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور اس میں کوئی کام کرنے سے کامیابی نہیں ملتی اس کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماہِ صفر کے متعلق عرب لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایک سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے اور بھوک کی حالت میں انسان کو کاٹتا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی دوسرے کی بیماری کا لگ جانا بدفالی لینا اُلّو کی نحوست اسی طرح صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا یہ سب عقائد غلط ہیں، زمانہ جاہلیت کے عقائد تھے۔ (بخاری شریف)

بہت سے لوگ ماہ صفر کے بارے میں ایسا غلط عقیدہ رکھتے تھے کہ اس ماہ میں بہت ہی (کثرت سے) مصائب کا نزول ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کو منحوس سمجھتے تھے اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں بھی اکثر لوگ ماہِ صفر میں شادی و نکاح یا کسی جگہ کا افتتاح یا اور کوئی خوشی کے کام سے دور رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر کے مہینے میں شروع کئے ہوئے کام اکثر پورے نہیں ہوتے وجہ یہی ہے، کہ ماہِ صفر ایک نحوست والا مہینہ ہے، لیکن ایسے غلط عقائد کی شریعت اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

درحقیقت شریعت مطہرہ میں نحوست جیسی کوئی چیز نہیں اور دن یا تاریخ اور مہینہ منحوس نہیں ہوتے نحوست تو بندوں کے اعمال و افعال پر منحصر ہے، انطاکیہ کے لوگوں نے اپنے نبی سے کہا کہ آپ ہمارے لیے نحوست بن کر آئے، کہ جب سے آپ آئے ہیں ہمارے اوپر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہوگئی ہیں ہر گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہوگیا ہے تو ان کے نبی نے جواب دیا کہ: طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ (یٰس) کہ نحوست تو تمہارے ساتھ ہے مطلب یہ کہ تمہارے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے تم پر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث بخاری اور مسلم شریف کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ صفر

کے متعلق جتنے غلط عقائد ہیں ان کی بڑے واضح الفاظ میں تردید فرمائی ہے اور کسی بھی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رکھا جس سے ثابت ہوا کہ ماہِ صفر کوئی منحوس مہینہ نہیں ہے آفات اور مصیبتوں کا اس مہینہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ: **عمل الجاهلية تحت قدمي موضوع** . (السنن لأبي داود)

ترجمہ: مطلب یہ کہ تمہارے زمانۂ جاہلیت کے تمام رسم ورواج کی تردید کردی گئی، اب مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات پر ثابت قدم رہیں اور جاہلیت کے تمام غلط عقائد اور بے بنیاد رسم ورواج سے دور رہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۰) کیا کالے دانے کی تسبیح رکھنے سے محتاجی آتی ہے

سوال: حضرت مفتی صاحب کیا دانے کی تسبیح رکھنا جائز ہے؟ اس کو پڑھ سکتے ہیں؟ کیا کالے دانے کی تسبیح رکھنے سے محتاجی آتی ہے؟

جواب: مردوں کو خوب لال رنگ کا کپڑا پہننا مکروہ تنزیہی ہے، اور سر پر خوب لال رنگ کا عمامہ پہننا بلا کراہت جائز ہے، البتہ اس کو تعزیت کے لیے یا سوگ منانے کے لیے پہننا جائز نہیں، اسی طرح کالے کپڑے کی پٹی لگانا جائز نہیں ہے، روافض اور شیعہ کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت جب مکہ شریف میں داخل ہوئے تو اس وقت حدیث میں ہے کہ وعلیہ عمامۃ سوداء، آپ ؐ کے سر مبارک پر کالے رنگ کا عمامہ تھا اسی طرح کعبۃ اللہ کا غلاف کالے رنگ کا ہے حجرِ اسود بھی کالے رنگ کا ہے، جب کالے کپڑے پہننا جائز ہے اور آپ ؐ نے کالا عمامہ پہنا ہے اور اسی طرح دوسری چیزیں جیسے حجرِ اسود غلافِ کعبہ وغیرہ بھی کالے ہیں، تو پھر کالے دانے کی تسبیح استعمال کرنے سے کس طرح محتاجی آئیگی؟ لہٰذا کالے دانے کی تسبیح استعمال کرنا جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۱) کیا مذہبی پیشوا کو سجدہ کرنا حرام ہے

سوال: اگر کوئی شخص مذہبی پیشوا یا حاکم کی عزت کی وجہ سے اس کو سجدہ کرے تو کیا یہ جھکنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، یہ کفریہ عمل ہے، کلامِ پاک میں ہے کہ بے شک تمہارا معبود اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

إِنَّمَا اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُو . (سورة طه:۹۸)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے، اس بات کی کہ تمہارا معبود ایک اللہ ہے۔

قُلْ إِنَّمَا يُوحىٰ اِلَىَّ إِنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ .(سورة الأنبياء:۱۰۸)

اللہ کا ارشاد ہے: وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا . (رکوع اور سجدہ کرو) لہٰذا سجدہ اللہ ہی کے لیے ہونا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ عبادت کی نیت یا کسی اور نیت سے بادشاہ یا حاکم کو سجدہ کیا تو گویا اس نے کفریہ عمل کیا۔

وإن سجد للسلطان بنية العبادة أو لم تحضره النية فقد كفر .

(الفتاوى الهندية:۵/۴۰۴)

حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، حضرت قیس بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں مقامِ حیرۃ میں آیا تو میں نے وہاں کے لوگوں کو ان کے حاکم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا، تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پورا واقعہ بیان کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ کرنے کی اجازت چاہی تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کیا تم میری قبر پر بھی سجدہ کروگے؟ تو حضرت قیسؓ نے جواب دیا نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میری زندگی میں بھی سجدہ نہ کرو، سجدہ تو اس ذات کے لیے ہے، جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہو اور جس کو موت نہ آئے، اور مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورتوں کو دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، مردوں کی عورتوں پر فضیلت ہونے کی وجہ سے، فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں سے زندگی ملی، دینی اور دنیوی کاموں میں مرد حاکم اور ذمہ دار ہے عورتوں کا کھانا، نان ونفقہ اور رہنے کا انتظام کرنا مرد کے ذمہ ہے، جب مرد کو عورت پر اتنی زیادہ فضیلت ہونے کے باوجود عورتوں کو شوہروں کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، پھر کیسے کسی حاکم یا یا مذہبی پیشوا کو سجدہ کرنا جائز ہوسکتا ہے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تو جانتے تھے کہ عبادت کی نیت سے تو صرف اللہ ہی کو سجدہ کرنا جائز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا جو سوال تھا وہ تعظیماً تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کو بھی منع فرمایا کیوں کہ اس سے عبادت کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور یہ ناجائز اور حرام ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ أینحنی بعضنا بعضاً، کیا ہم ایک دوسرے کے سامنے جھک سکتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا۔

اسی وجہ سے عالموں اور بزرگوں کے سامنے کی زمین کو چومنا حرام ٹھہرایا ہے، چومنے والا اور اس پر خوش ہونے والا دونوں گنہگار ہوں گے، کیوں کہ اس میں بت پرستی سے مشابہت ہوتی ہے۔ (درمختار مع الشامی: ۵/ ۳۳۹)

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے لکھا ہے کہ بعض جاہل لوگ مشائخ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں یہ حرام ہے، چاہے وہ سجدہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو، یا چاہے اس سجدے کی نیت اللہ کو سجدہ کرنے کی ہو یا نہ ہو ہر حالت میں حرام اور ناجائز ہے۔ (بذل المجہود: ۲/ ۲۸۹)

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اپنے مذہبی پیشوا یا بزرگوں کو سجدہ کرنا یا جھکنا حرام ہے، اسی طرح قبر کے سامنے سجدہ کرنا حرام ہے مرض الموت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ پر لعنت فرما کر اپنی امت کو متنبہ کیا کہ وہ ان کی طرح قبروں کو سجدہ نہ کریں۔

بت پرست بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اسی طرح قبر کو سجدہ کرنے والے میت کو سجدہ کرتے ہیں یہ حرام ہے، اسی طرح کوئی قبر کی طرف سجدہ کرے اور نیت اللہ تعالیٰ کی ہو تو یہ بھی حرام ہے۔

کافر لوگ بھی کہتے تھے: **مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى .**

ہم تو بتوں کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں، لہٰذا اس نیت سے سجدہ کرنا بھی خدا تعالیٰ کی لعنت کا سبب بنتا ہے۔ (مرقاۃ، مظاہر حق)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۲) کھیل کود کے کلاس میں تصویروں کے سامنے جھکنا

سوال: ایک جگہ پر کھیل کود کے کلاسس شروع ہوتے ہیں اور وہاں پر انسانوں اور جانوروں کی تصاویر لٹکائی گئی ہیں، کھیل شروع ہونے سے پہلے اور ختم ہونے پر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر جھکنا پڑتا ہے تو کیا یہ شرعاً صحیح ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے سامنے جھکنا اور نمن کرنا (ہاتھ جوڑنا) ناجائز اور حرام ہے، اور بغیر عبادت کی نیت سے ہو تب بھی گناہ ہے، تصاویر کے سامنے جھکنا اور اس کو نمن (ہاتھ جوڑنا) کرنا یہ غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت ہے، اور ایسا کام کرنا جس سے غیر قوم سے مشابہت ہوتی ہو حرام ہے۔

صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ کیا ہم ایک دوسرے کے سامنے جھک سکتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو

ایرانیوں کا طریقہ اختیار کرنے سے منع فرمایا، ان کے بادشاہ بیٹھے رہتے تھے اور عام لوگ ان کے سامنے ادب سے کھڑے رہتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تفعلوا كما يفعل اهل فارس بعظمائها . (ابوداود: ۸۹)

لأنهم يقومون بعظمائهم وهم جلوس . (بذل المجهود)

علامہ شامیؒ نے محیط کے حوالے سے لکھا ہے: **يكره الانحناء للسلطان وغيره.** (شامی: ۵/۳۳۸)

بادشاہ وغیرہ کے سامنے جھکنا حرام ہے:

روم کے بادشاہ کے سامنے رکوع کی طرح جھک کر جانے سے ایک صحابیؓ نے انکار کیا اور فرمایا کہ رکوع کی طرح جھک کر جانے سے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم آتی ہے یعنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں گا، اسی طرح نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کسی کی طرف کھڑے رہنے کو بھی شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے۔ (معارف الفقہ: ۷۷)

دنیوی فائدے کے لیے کسی کے سامنے جھکنا اور اپنے آپ کو ذلیل کرنا حرام ہے۔

التواضع لغير الله حرام او إذلال نفس للدنيا . (شامی: ۵/۳۳۸)

لہٰذا کھیل شروع کرنے سے پہلے اور ختم ہونے کے بعد تصاویر کے سامنے جھکنا اور ان کو نمن کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

غیر مسلم بھی اپنا کام شروع کرنے سے پہلے تصویر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر نمن کرتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کو ایسا کام کرنے سے پرہیز کرنا بہت ہی ضروری ہے۔

سوال میں لکھا ہے کہ کمر پر ہاتھ رکھ کر جھکنا ضروری ہو، تو کمر پر ہاتھ رکھنے سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، کیوں کہ یہ یہودیوں اور شیطان کا طریقہ ہے شیطان کمر پر ہاتھ رکھ کر چلتا ہے، اور جہنمیون کا بھی یہی طریقہ ہے۔ (ترمذی شریف: ۵۰)

لہٰذا کمر پر ہاتھ رکھنے سے بچنا ضروری ہے، مسلمانوں کو ہر کام اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر شروع کیا جاتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی، (حدیث) قرآن کریم میں جگہ جگہ ہر کام اللہ کے نام سے شروع کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

ورد الأمر بذلک فی مواضع من القرآن مصرحاً وهو قوله تعالى اقرأ باسمک ربک . (احکام القرآن للجصاص: ۷، معارف القرآن: ۱/۷۴)

کوئی بھی کام بحسن وخوبی ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے نہ کہ تصاویر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۳) غیر مسلم کو ہاتھ جوڑ کر سلام کرنا

سوال: غیر مسلم کو ہاتھ جوڑ کر سلام کرنا کیسا ہے؟ اوران کو خوش آمدید کہنا کیسا ہے؟

جواب: کسی ضرورت کی وجہ سے غیر مسلم کو سلام کرنا ہو تو "**السلام علی من اتبع الهدی**" کہہ کر سلام کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور حضرت سلیمانؑ نے ملکۂ سبا کو یہی الفاظ لکھے تھے۔

بغرض حاجت اور بعض تعلقات کی وجہ سے ملاقات کرنا درست ہے۔ (شامی: ۵/۳۶۳)

لیکن دونوں ہاتھ جوڑ کر سلام کرنا جائز نہیں زبان سے سلام یا آداب جیسے الفاظ کہنا درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۴) بتوں کے جلوس میں شریک ہونا

سوال: بتوں کے جلوس میں شریک ہونا اور ان کو احتراماً (Welcome) خوش آمدید کرنا کیسا ہے؟

جواب: بتوں کے جلوس میں بطور احترام اس میں شامل ہونا اور اس (Welcome) خوش آمدید کرنا ناجائز اور گناہ کا کام ہے، بتوں کی عزت اور احترام اس کے دل میں ہونے کی وجہ سے وہ مذہب اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

فتاوی عالمگیری وغیرہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں ہے کہ اگر کوئی آتش پرستوں کے تہوار میں ان خوشنودی کے لیے کوئی ایسی چیز خریدتا ہے جو اور دنوں میں نہ خریدتا ہو تو ایسا آدمی اس کا ساتھ دینے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، اور اگر ان کے تہوار میں سے اپنے فائدے کے لیے کوئی چیز خریدے تو وہ مکروہ ہے۔

اور اگر یہ ساتھ دینا اور خریدنا بتوں کے ادب اور احترام کی وجہ سے نہ ہو بلکہ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کی بنا پر ایسا کرے تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا، لیکن وہ گنہگار ہوگا اور اس سے بچنا ضروری ہے، خوش آمدید کہنا اور اس کے احترام میں کھڑے ہونے کا بھی یہی حکم ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح:۲/۲۵۲، شرح فقہ اکبر:۲/۱۷۲، الفتاوی الہندیۃ:۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۵) کافروں کے طور طریق کو بہتر سمجھنا

سوال: ایک نومسلم ایک بڑے شہر میں ملازمت کرتا ہے اس نے اپنے گاؤں جا کر ہندوانہ رسم ورواج کے ساتھ نکاح کیا تو اس نومسلم کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: کافروں کے طور وطریق کو بہتر سمجھنا اور ان کے رسم ورواج اور رہن وسہن کو اچھا سمجھنے والا کافروں میں شمار ہوتا ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے کہ: اگر کوئی شخص آتش پرستوں کے طور وطریق یعنی ان کے کھانے پینے اور رہن سہن کے جو طریقے ہیں ان کو اچھا سمجھے تو وہ کافروں میں شمار ہوتا ہے۔

مذکورہ صورت میں ہندوانہ رسم ورواج کے مطابق شادی کرنے والا مسلمانوں میں شمار

نہیں ہوگا، پھر سے کلمہ پڑھا کر اس کا نکاح کر دیا جائے، ہندوانہ رسم ورواج کے مطابق کیا ہوا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۶) کیا غیر مسلم عورت کے ساتھ غلط تعلقات کے ساتھ رہنے سے ایمان سے خارج ہو جائے گا؟

سوال: ایک مسلمان شخص ایک غیر مسلم عورت کے ساتھ رہتا ہے، اور ان دونوں کے آپس میں غلط تعلقات ہیں، اس شخص کا کھانا اور رہنا سب اس غیر مسلم عورت کے گھر پر ہے، اس شخص کو اپنے مسلمان ہونے کا کوئی خیال نہیں ہے، تو کیا ایسے شخص کو مسلمان کہہ سکتے ہیں، اور اس کی موت کے بعد اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں یا غیر مسلم کے قبرستان میں؟

جواب: کسی غیر مسلم عورت سے غلط تعلقات رکھنا اور کھانا پینا اس کے گھر والوں کے ساتھ رہنا سخت گناہ کا کام ہے، لیکن مذکور شخص جب تک اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھتا ہے وہ مؤمن شمار کیا جائے گا۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے: کہ کوئی مسلمان خواہ کتنا بڑا گناہ کرے لیکن جب تک اس گناہ کو اپنے دل میں برا محسوس کرے تب تک وہ کافر نہیں ہوگا۔

زنا کاری سخت گناہ ہے لیکن اس سے مسلمان کافر نہیں ہوجاتا لہٰذا مذکورہ شخص کو موت کے بعد اسلامی طریقہ پر غسل دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

ولا نكفر مسلماً بذنبٍ من الذنوب وإن كانت كبيرةً. (شرح فقه اكبر: ۸۶)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۷) غصہ میں اپنے آپ کو کافر کہنا

سوال: ایک شخص نے غصہ ہو کر زبان سے الفاظ نکالے کہ (نعوذ باللہ) میں کافر ہوں، تو کیا اس طرح زبان سے الفاظ نکالنے والا ایمان سے خارج ہو جائے گا؟

جواب: کفریہ الفاظ جان بوجھ کر زبان سے نکالے اور دل میں اس کا اعتقاد نہ ہو تو بعض علماء کے نزدیک وہ کافر نہیں ہوگا اور بعض علما کا قول ہے کہ زبان سے کفریہ کلمات نکالنے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور یہی قول صحیح ہے، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ دوبارہ کلمہ پڑھ کر عورت سے پھر نکاح کرے۔

مذکورہ الفاظ بہت ہی سخت اور برے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کر کے معافی مانگے اور آئندہ ایسے غلط لفظ نہ بولنے کا پکا ارادہ کرے۔ (البحر الرائق: ۵/۱۲۵)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

(۲۸) ''رام جی تیرا بھلا کرے'' کہنے کا شرعی حکم

سوال: اگر کوئی مسلمان اس طرح کہے کہ رام جی تیرا بھلا کرے تو یہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں ہے کہ: وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا.

(سورة الأعراف: ۱۸۰)

ترجمہ: اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں تم اسی کے ذریعہ سے اس کو پکارو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ پاک میں اللہ تعالیٰ کے ۹۹ ننانوے نام بتلائے ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف: ۱۹۹)

لہٰذا قرآن کریم میں جن ناموں سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے اور جن ناموں کی تفصیل حدیث شریف میں آئی ہے اس کے علاوہ نام، جیسے: ''رام، بھگوان'' وغیرہ ملا کر اس کے ذریعے خدا تعالیٰ کو یاد کرنا ناجائز ہے، اور یہ سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور غیروں کے

ساتھ مشابہت ہوتی ہے، ایسے الفاظ بولنے سے آدمی کے خیال اور دینی حالات کا علم ہوتا ہے، اس لیے کہ دل میں جیسے خیالات ہوتے ہیں زبان ان خیالات کو ظاہر کرنے کا ذریعہ ہونے کی بنا پر وہی خیالات زبان سے نکلتے ہیں۔

وإنما الكلام لفي الفؤاد دائما جعل اللسان على الفؤاد دليلاً

قرآن حکیم میں ہے کہ: لاَ تَلْبِسُوْ االْحَقَّ بِالْبَاطِلِ . (سورة البقرة: ۴۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۹) نماز پڑھنے کی دعوت دینے پر کفریہ کلمات نکالنا

سوال: ایک عورت نے اپنے خاوند کو فجر کی نماز پڑھنے کا کہا تو خاوند نے جواب دیا کہ مجھے نماز نہیں پڑھنی ہے، میں نماز نہیں پڑھتا پھر بھی کتنا صحت مند ہوں، اور تو ہر وقت نماز پڑھتی ہے پھر بھی بیمار رہتی ہے، اور بھی بہت سے الفاظ اس نے کہے جیسے کہ میں اللہ کے گھر جاؤں گا، تو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے لڑائی کروں گا، کہ میری عورت کو شفاء دیدے ایسے کلمات کہنے والے کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ اور عورت اس کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟ عورت کو اس کے خاوند کے گھر بھیجنے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ امید ہے کہ دلائل کے ساتھ جواب ارسال فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

جواب: مذکورہ سوال کے مطابق کہ عورت نے خاوند کو نماز کے لیے کہا اور شوہر نے جواب دیا کہ مجھے نماز نہیں پڑھنی ہے، میں نماز نہیں پڑھتا پھر بھی کتنا صحت مند ہوں، اور تو نماز پڑھتی ہے پھر بھی ہر وقت بیمار رہتی ہے، میں اللہ کے پاس جاؤں گا تو لڑائی کروں گا اور کہوں گا کہ میری بیوی کو صحت مند کردے وغیرہ۔

تو ایسے الفاظ کہنے سے اللہ تعالیٰ کی توہین اور بے عزتی ہوتی ہے اور ایسے الفاظ کہنا جس سے اللہ تعالیٰ کی بے عزتی اور توہین ہوتی ہو اس سے کفر لازم آتا ہے، عورت نکاح سے نکل جائے گی، دوبارہ اس کو کلمہ پڑھنا ضروری ہے، اور دونوں کی رضامندی سے ازسرِ نو نکاح (کلمہ پڑھنے کے بعد) کرنا ضروری ہے۔

الاستهانة بها كفر والإستهزاء على الشريعة كفر، لأنه ذلک من امارات التكذيب . (شرح العقائد)

إرتداد أحدهما فسخ عاجل بلا قضاء .

(در مختار مع الشامی ، امداد الاحکام: ۱/۱۵۱، عمدۃ الفقہ: ۱/۶۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۳۰) اپنے شوہر کو اللہ میاں کہنا

سوال: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، ہندہ کا بھائی ہندہ کو بلانے آیا تو زید نے انکار کیا، بعد میں ہندہ سے کسی عورت نے پوچھا کہ تو تیرے بھائی کے ساتھ کیوں نہیں گئی؟ تو ہندہ نے اپنے شوہر زید کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ (نعوذ باللہ) یہ اللہ میاں بیٹھا ہے وہ اجازت دے تو میں جاؤں۔
دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کے ان الفاظ سے اس کے نکاح وایمان پر کوئی حرف آئیگا یا نہیں؟ یا پھر اس کو لغو قرار دیا جائے گا؟

جواب: ہندہ کے بارے میں لکھے ہوئے الفاظ کفریہ الفاظ ہیں، اگر چہ سوال پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہندہ اپنے شوہر کو اللہ نہیں مانتی، بطورِ تنز کے اس نے یہ الفاظ نکالے ہیں، پھر بھی اس نے یہ الفاظ اپنے ارادے سے نکالے ہیں لہٰذا وہ مذہب اسلام سے خارج ہو جائیگی، اور اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا، ہندہ کو از سرِ نو ایمان لانا اور اسی شوہر سے پھر سے نکاح پڑھنا ضروری ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: اعلم أنه إذا تكلم بكلمة بمعناها ولا يعتقد معناها لكن صدرت عنه من غير إكراه مع طواعية فى تاديته فانه يحكم عليه بالكفر بناءً على القول المختار هم عند بعضهم من أن الإيمان هو مجموع التصديق والإقرار فإجرائها يبدل الإقرار بإنكار . (۲۰۰)

وإذا ارتد احد الزوجين عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاقٍ . (ہدایہ: ۲/۳۲۸)

ولیس لها ان تتزوج إلا بزوجها الأول هکذا قال ابوبکر وعامة علماء بخاری یقولون کفرها یعمل فی إفساد النکاح لکنها تجبر علی النکاح مع زوجها قطعاً وهذا فرقة بغیر طلاق بالإجماع وعلیه الفتویٰ .(شرح فقه اکبر: ۲۱۸)

ولو قال: من خدایم علی وجه المزاح فقد کفر. (الفتاوی الهندیة: ۲/۲۸۲)

والله اعلم بالصواب

(۳۱) فتوی کے بارے میں یہ کہنا کہ میں فتوی کونہیں مانتا

سوال: اگر کوئی شخص کسی کے سامنے فتوی پیش کرے اور سامنے والا اس کو ماننے سے انکار کردے اور کہے کہ دشمن کا منہ کالا میں فتوی کونہیں مانتا تو کیا وہ شخص فتوی کا انکار کرنے والا سمجھا جائے گا؟ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: فتوی پیش کرنے والے سے دشمنی یا فتوی شریعت کے مطابق صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس نے یہ الفاظ نکالے ہوں تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا پھر بھی مذکورہ الفاظ نہ بولنا چاہیے، کیوں کہ قرآن کریم کے فرمان کے مطابق وہ شخص سخت گنہگار ہوگا۔

قرآن کریم میں ہے: **بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانَ** . (سورۃ الحجرات: ۱۱)

اور اگر فتوی شریعت کے احکام کے مطابق ہو اور فتوی کو صحیح سمجھنے کے باوجود اس نے یہ الفاظ نکالے ہیں تو وہ ایمان سے خارج ہوجائے گا۔

یکفر انسد الا تخفاف بالدین لایکفر .

لہٰذا اگر اس نے جہالت اور نادانی کی وجہ سے یہ الفاظ نکالے ہوں تو وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ (امداد الاحکام:۱/۵۵، فتاوی محمودیہ:۶/۱۱۱)

والله اعلم بالصواب

(۳۲) بزرگان دین کے بارے میں برا بھلا کہنے والا اور کافر کہنے والے کا حکم

سوال: بعض لوگ علماء دین اور بزرگان دین کے بارے میں بہت ہی نازیبا الفاظ کہتے ہیں، اور حضرت تھانویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کو کافر گردانتے ہیں، اور ان کی برائی کرتے ہیں، تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کامل اور سچے مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ نیک لوگوں کو عزت واحترام سے دیکھے اور ان کی برائی نہ کرے ان سے دشمنی نہ رکھے، اور ان کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہے، اس پر عمل کرنے والے مسلمان کی شان میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا .(سورۃ الحشر: ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے پرودگار تو ہم کو اور ہم سے پہلے جو ایمان لائے ان کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ان کے لیے کوئی کینہ کپٹ اور تنگی پیدا نہ فرما۔

کسی مسلمان کو کافر کہنے اور اس کی برائی کرنے سے قرآن کریم نے منع فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا .(سورۃ النساء: ۹۴)

ترجمہ: کہ اے ایمان والو..... ہر کام میں تحقیق کرلیا کرو اور جو شخص (اسلامی طریقہ پر) سلام کرے تو اس کو یوں نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہو تو اس کو کسی گناہ کرنے کی وجہ سے کافر مت کہو اور کسی کام کو اسلام سے خارج نہ سمجھو۔ (ابوداؤد شریف)

اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کہ خانہ کعبہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھنے والے کو ہم کافر نہیں کہہ سکتے، مولانا تھانوی، مولانا گنگوہی، مولانا شہید رحمہم اللہ یہ سب ہندوستان کے

بہت ہی بڑے عالمِ دین اور بزرگ تھے، انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت ہی خدمت کی ہے، ان کو کافر کہنا یہ کامل اور سچے مسلمان کا کام نہیں یہ گناہ کا کام ہے۔

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص میرے نیک بندوں کے ساتھ دشمنی رکھے گا میری طرف سے اس کے لیے لڑائی کا اعلان ہے۔

وہی نیک لوگوں کی مدد کرنے والا ہے، علماء حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ کے محبوب بندے کو تکلیف پہونچانے والا اور سود کھانے والے کے علاوہ دوسرے کسی گناہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے لڑائی کا چیلنج نہیں دیا ہے۔

یہ دونوں گناہ لعنت کے لائق ہیں، اس میں دنیا وآخرت کی تباہی خطرہ اور بری موت کا اندیشہ ہے اس لیے کہ جس سے اللہ تعالیٰ لڑائی کا چیلنج کرے اس کے لیے کبھی نجات نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولٰئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ** . (سورۃ الحجرات: ۱۱)

کہ گناہ کا نام ہی برا ہے اور جو کوئی شخص اس سے توبہ نہیں کرتا وہی ظلم کرنے والے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے خاص بندوں کو گناہ اور کفر کے نام سے بدنام کرنا کفر ہے۔ (روح البیان)

سباب المسلم فسوق وقتاله کفر . (متفق علیہ، مشکوٰۃ: ۴۱۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حدیث میں کسی مسلمان کو کافر کہنا تو دور کی بات ہے برے لفظ سے یاد کرنے کو بھی گناہ بتایا ہے۔

آپ صلی اللہ کا ارشاد ہے: کسی انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ دوسروں کو کمتر اور ذلیل سمجھے۔ (مشکوٰۃ شریف: ۴۲) ل

بزرگش نہ خوانند اہل خرد کہ نام بزرگان بزیشتی برند

ترجمہ: عقلمند لوگ اس شخص کو بے وقوف سمجھتے ہیں جو بزرگوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اور یاد

کرتے ہیں برائی سے۔

می خواہی کہ نامت بود جاویداں مکن نام نیک بزرگاں نہاں

ترجمہ: اگرتو اپنے آپ کی بھلائی چاہتا ہے تو اچھے لوگوں کے نام مت چھپاؤ۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے سامنے فرمایا کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو ہر اعتبار سے مکمل کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے دین کامل اور مکمل ہونے کا اعلان کر دیا کہ اب جو کوئی بھی دین میں ایسی بات جس کا ثبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین سے ثابت نہ ہو وہ بات رد اور باطل شمار کی جائے گی، اور ایسی نئی بات (بدعت) نکالنے والے پر اللہ کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۳۳) دیوبندی اور تبلیغی جماعت کو شیطانی جماعت کہنا

سوال: ایک پرچہ شائع ہوا ہے کہ جس میں نجدی، وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت کو برا بھلا کہا ہے اوران کو شیطانی جماعت کہا ہے، تو کیا یہ سب جماعتیں شیطانی ہیں؟ اور نجدی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: نجدی، وہابی، دیوبندی تبلیغی جماعت والوں کو شیطانی جماعت کہنے والوں کی طرف سے ایک پرچہ ملا۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے تہتر ۷۳/ فرقے ہوں گے ان میں سے ایک کے علاوہ سب جہنمی ہوں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ وہ کونسا فرقہ ہوگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما أنا علیه وأصحابی . جن پر میں اور میرے صحابہ عمل پیرا ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح: ۳۰)

ملا علی قاریؒ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد

ہیں جو صراطِ مستقیم پر چلتے ہیں اور میری سنت پر اور خلفاء راشدین کے طریقے پر چلتے ہیں، بے شک یہی لوگ اہل سنت والجماعت ہیں۔

کسی کی بھی برائی کرنے سے اور خصوصاً مردوں کی برائی کرنے سے قرآن کریم میں منع فرمایا ہے اور حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے۔

قرآن کریم میں ہے: وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا .

(سورة الحشر: ١٠)

ترجمہ: اور جو لوگ بعد میں آئے وہ یہ دعاء کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ کپٹ اور تنگی پیدا نہ ہونے دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مرنے والوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائی نہ کرو۔

تہامہ سے عراق تک کی جو پٹی ہے اس کو نجد کہتے ہیں علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ:

(نجد) قال الجوهري: نجد من بلاد العرب وكل ما ارتفع من تهامة الى ارض العراق فهو نجد. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ٢٦٦/٢)

حدیث شریف میں ہے کہ رأس الكفر قبل المشرق، اس سے ملک فارس کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ شریف سے مشرق کی جانب ہے، کافر بادشاہ کسریٰ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک کے ٹکڑے کر دیئے تھے اسی جانب کا تھا، دجال بھی قرب قیامت اسی جانب سے نکلے گا۔

(تفہیم المسلم: ۳/ ۶۵)

لہٰذا نجد یعنی ریاض سے شیطانی جماعت نکلے گی وہ کہاں تک صحیح ہے، حدیث کا غلط مطلب لیا ہے اس میں مکہ والوں کو بدنام کرنے کے علاوہ کوئی بات نہیں جو بے بنیاد ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو صحیح سمجھ عطاء فرمائے۔ آمین (شرح النووی: ۱/ ۵۳)

واللہ اعلم بالصواب

۱۸؍ذیقعدہ،۱۴۲۱ھ

(۳۴) ایک عورت کے کلمات: ”نیک لوگ برے حالات میں رہتے ہیں اور برے اچھے حالات میں رہتے ہیں“ اللہ کے وہاں ایسا کیوں ہوتا ہے اس کا حکم؟

سوال: ایک عورت اپنے ہمسائے سے بہت پریشان ہے ٹی وی ریڈیو وغیرہ کا آواز آتا رہتا ہے، روکنے سے بات مانتے نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ کچھ لوگ جمع ہوکر بآواز بلند باتیں کرتے ہیں، جس سے عورت ناامید ہوجاتی ہے ان کو برا کہتی ہے لیکن اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، یہ عورت یوں کہتی ہے کہ بہت وقت سے دعاء کرتی ہوں، لیکن میری دعاء قبول نہیں ہوتی ہے، جو لوگ عیاشی کرتے ہیں ان کو کچھ ہوتا نہیں، اور نیک دیندار لوگ مصیبت میں مبتلاء ہوتے جاتے ہیں، تو اللہ کے وہاں ایسا کیوں ہوتا ہوگا، یہ تمام چیزیں برداشت کرتے کرتے نماز بھی چھوڑ دی کہ نماز پڑھنے سے کیا فائدہ اللہ تعالی دعا سنتا نہیں اور تکلیف دور ہوتی نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا مقصد کسی کو تکلیف دینا ہوتا نہیں، مسلمان کو جو کچھ تکلیف پہونچتی ہے اس سے ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور آخرت میں درجات بلند ہوتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی کو کانٹا بھی لگتا ہے تو اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اللہ تعالی مؤمن کی ہر دعاء قبول کرتا ہے، لیکن دعاء کی قبولیت کے تین طریقے ہیں:

(۱) یا تو اسی وقت دعاء کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ (۲) دعاء کرنے سے آنے والی کوئی بڑی مصیبت دور ہوجاتی ہے۔ (۳) یا دعاء آخرت کے لیے جمع رکھی جاتی ہے اور اس کا پورا ثواب آخرت میں دیا جاتا ہے، اس وقت مؤمن کہے گا: کہ کیا اچھا ہوتا کہ دنیا میں میری ایک بھی دعاء قبول نہ ہوتی۔

سوال میں جو حقیقت لکھی ہے یہ اپنی نادانی اور دعاء قبول ہونے کا مطلب نہ سمجھنے کی بنا پر

زبان سے مذکورہ الفاظ نکالے ہیں لیکن ایسا بولنا غلط ہے زبان سے ایسا لفظ نکالنا جس سے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ہوتی ہو یہ کفر ہے، اس سے مسلمان اسلام سے نکل جاتا ہے، فتاوی بزازیہ میں ہے: اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسے الفاظ بولنا جس کا وہ لائق نہیں اس سے آدمی کفر تک پہونچ جاتا ہے اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا یہ بھی کفر ہے، قرآن پاک میں ہے: اِنَّـهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ .(سورہ یوسف:۸۷)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

لہٰذا مذکورہ عورت کو اپنے گناہوں سے توبہ کرلینا ضروری ہے اور دوبارہ کلمہ پڑھ لینا چاہیے، اور مہر مقرر کرکے دو گواہوں کے سامنے دوبارہ نکاح کرلیا جائے۔

إن الياس من رحمة الله كفر اه لا ييئس من روح الله إلا القوم الكافرون وكذا الا من من عقوبته كفر لقوله تعالى فلا يأمن مكر الله إلا القوم الخاسرون .

(شرح الفقه الأكبر: ۱۳۵، كفاية المفتى: ۱/۲۸)

واللہ اعلم بالصواب

۲۰۰۵/۱۱/۲۳

(۳۵) جنت وجہنم کے بارے میں اشتباہ کا ہونا اس سے ایمان میں کچھ نقصان ہوتا ہے؟

سوال: ایک شخص کو قبر کے عذاب، جنت وجہنم کے بارے میں قسم قسم کے خیالات آتے رہتے ہیں اور ان خیالات کی وجہ سے بعض مرتبہ دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ شخص فوراً لاحول پڑھ کر اپنے خیالات دوسری طرف پھیر لیتا ہے تو کیا اس طرح کے خیالات اور شکوک وشبہات کی وجہ سے ایمان میں کوئی نقصان ہوگا؟ اور اس طرح کے خیالات سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: دل میں فاسد اور برے خیال اگر بے اختیار آجائیں تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، لہٰذا ایسے

خیالات آتے ہی اپنا ذہن دوسری طرف پھیر لے اور "آمنت باللہ ورسولہ" پڑھ لیا کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے مسلمانوں میں فاسد خیالات آئیں لیکن جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے یا اپنی زبان سے تلفظ نہ کرے تو وہ معاف ہے، لہٰذا وہ گنہگار نہیں ہوگا، البتہ بے اختیار جو غلط خیالات آئیں اس کو دل میں جمائے رکھنا برا ہے۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں میں ایسے خیالات آتے ہیں کہ جس کو ہم زبان پر لانا بھی گناہ سمجھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ایسے خیالات کو زبان پر لانا بھی بڑا گناہ سمجھتے ہو تو یہ ایمان کامل کی علامت ہے۔

غلط اور فاسد خیالات آتے وقت یہ دعاء پڑھیں:

اللہ أحد أللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً أحد، اور **آمنت باللہ ورسولہ** بھی پڑھا کریں۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۱۸/۱۹)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتمہ

☆☆☆☆

مختلف فرقوں کے بارے میں

(۳۶) اہل سنت والجماعت کی پہچان کیا ہے

سوال: اہل سنت والجماعت کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی پہچان کیا ہے؟

جواب: جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقے پر چلتے ہوں اور دین اسلام کی پوری پوری اتباع کریں اور اس پر پختگی کے ساتھ عمل کرتے رہیں ان کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔ (فتح القدیر: ۲/ ۳۰۸، معارف القرآن ادریسی: ۱/ ۵۶۱)

اہل سنت والجماعت کی امتیازی علامت کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس میں یہ دس ۱۰/ صفات موجود ہوں وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے:

(۱) تفضیل الشیخین. (حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو فضیلت دینا)۔

(۲) محبۃ الختنین. (حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے محبت رکھنا)۔

(۳) بیت اللہ اور بیت المقدس کی تعظیم کرنا۔

(۴) صلوا علی کل بر وفاجر. (نیک وبرے کی نمازِ جنازہ پڑھنا)۔

(۵) ہر اچھے برے کی اقتداء کرنا۔

(۶) عادل اور ظالم حاکم کی فرمانبرداری کرنا۔

(۷) مسح علی الخفین کو جائز سمجھنا۔

(۸) تقدیر پر ایمان لانا۔

(۹) کسی کے جنتی یا جہنمی کے دعوی سے بچنا۔

(۱۰) نماز روزے کو ادا کرتے رہنا۔ (کمالین، سورۃ الانعام: ۳۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۳۷)عقائد جماعت اسلامی

سوال: آج کل جماعت اسلامی کا نام سنا جارہا ہے یہ کون سی جماعت ہے ان کے عقائد کیا ہیں؟ کونسی باتوں میں اہل سنت سے الگ ہیں؟ مودودی صاحب کون ہیں؟ وہ نبیوں اور صحابہ کے بارے میں برا بھلا کہتے ہیں، کیا یہ سچ ہے؟ اکابر علماء ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ بہت سے لوگ جماعت اسلامی سے متأثر ہورہے ہیں ان کی باتوں میں آرہے ہیں لہٰذا ضرورت ہے ان کے عقائد مع دلائل کے عوام کے سامنے پیش کئے جائیں، جس سے لوگوں کو بچا سکیں۔

جواب: اسلام کی خدمت کے نام پر ہمیشہ نئی نئی گمراہ جماعتیں نکلتی رہتی ہیں، اسلام اور مذہب کا لیبل لگا کر لوگوں کے سامنے آکر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر لوگوں کی غلط رہنمائی کررہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، جن میں سے ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے۔

تفترق أمتي على ثلاث و سبعين ملة كلهم في النار إلا ملة واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال: ما أنا عليه و أصحابي. رواه الترمذي .(مشکوۃ شریف: ۳۰)

اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ظاہر کرکے جماعت اسلامی لوگوں کو اپنی جال میں پھنسارہی ہے، لیکن علماء کے کہنے مطابق جماعت اسلامی بھی وہی بہتر فرقوں میں سے ایک ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر ناجی فرمایا ہے، ان کے لیٹریچر (letrature) اور تصانیف دیکھنے میں بہت خوبصورت اور دلچسپ ہوتے ہیں، لیکن ان کی تصانیف میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جو عوام کو صحابہ محدثین اور بزرگان دین بلکہ احادیث اور انبیاء علیہم السلام سے بھی بدظن کردیتی ہیں، ان کی باتیں ایسی ہوتی ہیں جیسے شیرینی میں زہر ملا گیا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایسے دھوکہ دینے والے اور جھوٹ بولنے والے پیدا ہوں گے، جو ایسی حدیثیں بیان

کریں گے، جو نہ تم نے سنی ہوگی اور نہ تم سے پہلے لوگوں نے سنی ہوں گی، لہٰذا تم ایسے لوگوں سے بچو، ان کو بھی اپنے سے بچاؤ، جس سے نہ تو تم کو گمراہ کرے اور نہ ہی فتنے میں مبتلاء کرے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يكون فى آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آبائكم فإياكم وإياهم لايضلونكم ولايفتنونكم .رواه مسلم . (مشکوٰۃ المصابیح: ۲۸)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانے میں بہت سے لوگ پیدا ہوں گے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے مکر کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کریں گے، اور لوگوں کو کہیں گے کہ ہم عالم اور مشائخ ہیں، اور ہم تم کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں، حالانکہ وہ غلط حدیثیں لوگوں کے سامنے پیش کریں گے اور باطل اور غلط احکام بتائیں گے، اور غلط عقائد کے بیج لوگوں کے دلوں میں ڈالیں گے، جس سے حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو جائے گا، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے اگر ان کو ایسے لوگ ملیں تو ان سے بچیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے مکر سے لوگوں کو مصیبت میں ڈالدیں، جس سے دینی اور غیر دینی باتیں سمجھنا مشکل ہو جائے اور جہالت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور بزرگان دین کے بارے میں غلط عقائد دل میں پیوست ہو جائے جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ .** (سورۃ قٓ:۳۷)

ترجمہ: اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے اندر دل ہے یا دل لگا کر کان لگائے۔

جماعت اسلامی کے عقائد جو شریعت کے خلاف ہیں ان میں سے بعض لکھے جاتے ہیں۔

(۱) عصمت انبیاء کا انکار

جمہور اہل سنت والجماعت اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام صغیرہ

اور کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں، شرح فقہ میں اکبر ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے: تمام انبیاء صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔

النبی علیہم الصلاۃ والسلام کلھم منزہ عن الصغائر والکبائر أی من جمیع المعاصی . (شرح فقہ اکبر: ۵۴)

جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب نبیوں کے بارے میں لکھتے ہیں: گناہوں سے پاک رہنا انبیاء کی ذات کے لیے ضروری نہیں، بلکہ اللہ تعالی نے مصلحۃً غلطی اور لغزشوں سے محفوظ رکھا ہے، اللہ تعالی نے بالإرادہ تمام نبیوں سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دولغزشیں ہونے دی ہے۔(تفہیمات:۴۳۲)

مودودی صاحب نے عصمتِ انبیاء کا انکار کر کے پورے دین اسلام کو کمزور کر دیا ہے، اس لیے کہ ایسی حالت میں دین کی کسی بات پر اعتماد باقی نہیں رہتا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں: بہت سی مرتبہ خود انبیاء علیہم السلام کو نفس کے خطرات پیش آتے ہیں۔(تفہیمات:۱/۱۶۳)

حالانکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے تمام گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے ان کا ظاہر اور باطن برابر ہوتا ہے اگر عام آدمیوں کی طرح انبیاء معصوم نہ ہوں تو عوام اور نبیوں میں امتیازی شان کیا رہے گی؟

ادب گاہے است زیر آسمان از عرش نازک تر است
نفس گم کردہ می آید جنید وبایزید ایں جا

مودودی صاحب کی درندہ زبانی اور شوق چشمی تو دیکھو،(نقل کفر کفر نہ باشد)

حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا، اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کو زیب نہ دیتا تھا۔ (تفہیم القرآن:۴/ ۳۲۷، سورۃ ص: صراط مستقیم:۱۳۱)

نوح علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں: بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلی واشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہوجاتا ہے۔
(صراط مستقیم: ۱۳۱، تفہیم القرآن: ۲/۳۴۳)

یونس علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں: حضرت یونس علیہ السلام سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں، غالباً انہوں نے بے صبر ہوکر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔
(تفہیم القرآن: ۲/۳۱۲، سورۃ یونس:)

(۲) صحابہ کے معیارِ حق ہونے کا انکار

انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے مقدس جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی جماعت ہے، جن کے بارے میں ''رضی اللہ عنہم'' اللہ تعالی ان سے راضی ہوگیا اور ''لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ '' البتہ اللہ تعالی ایمان والوں سے راضی ہوگیا، جب کہ وہ ببول کے درخت کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر رہے تھے، قرآن میں فرما کر اللہ تعالی نے اپنی رضامندی کی سند دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی جو بزرگی ان کو ملی ہے پوری امت کے نیک اعمال مل کر بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ میرے صحابہ کو برا مت کہو، اور پھر قسم کھا کر فرمایا: کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو میرے صحابہ کے ایک مد یا اس سے آدھے کو بھی نہیں پہونچ سکتا۔

عن ابی سعید قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیده لو أنفق أحدکم مثل أحد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه .

(السنن لأبی داود: ۴۶۴۰)

ایسے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ صحابہ سے غلطی کیا بڑے بڑے گناہ ہوئے ہیں، یہ کونسا دین اور ایمان ہے کہ ان کی غلطی کو غلطی نہ کہی جائے؟ لیکن مودودی نہ کوئی عالم نہ کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے وہ ایک قلم باز تھے، یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے رہبر اور ان کی اتباع کرنے اور ان سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناجی ایک فرقہ ہوگا، عرض کیا کہ وہ کون ہوں گے؟ تو فرمایا کہ **ما أنا علیه و أصحابی .**

ایک موقع پر فرمایا کہ "**اصحابی کالنجوم**". کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "**خیر امتی القرن الذی بعثت فیھم**"۔ میری امت میں سے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جس میں مجھے پیدا کیا گیا۔

"قرنِ اول" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے آخری صحابی کی وفات تک کا زمانہ ہے جس کی مدت ایک سو بیس "۱۲۰" سال ہے۔ (حاشیہ ابوداود: ۶۴۰، بخاری شریف مع حاشیہ بخاری: ۳۶۲)

جب امت کی سب سے مقدس جماعت صحابہ کرام کی یہ حالت ہے تو بزرگان دین اور اولیاء کرام کی ان کے نزدیک کیا بساط ہے، مودودی صاحب فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو رہبر نہ بنایا جائے، کسی کو منزہ نہ سمجھا جائے، اور نہ کسی کی غلامی میں مبتلاء ہوا جائے۔ (دستور جماعت اسلامی:)

ایمان صحیح ہونے کے لیے فرشتے کتابیں اور رسولوں کو سچ جاننا ضروری ہے۔ (شرح فقہ اکبر: ۱۱)

قرآن حکیم میں ہے: مسلمانوں کا عقیدہ ہے ہم اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور پیغمبروں میں کسی میں فرق نہیں کرتے۔ (سورۃ البقرۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے۔ (الحدیث)

اللہ رسولوں میں فرق نہ کرنے کے متعلق فرماتے ہیں: اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی اتباع میں ہدایت پانا فرماتے ہیں، جبکہ مودودی صاحب رسولوں میں فرق کرنے اور معیار حق نہ ہونے کا کہہ رہے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

(۳) صحابہ کرام کے متعلق زبان درازی

ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ نیک اور معتمد ہیں، ان کی برائی کرنے والا سخت گنہگار ہے، لیکن مودودی صاحب کی قلم صحابہ کے متعلق کچھ بھی لکھنے پر رکتا نہیں، لکھتے ہیں: ''بسا اوقات صحابہ پر بشری کمزوریوں کا غلبہ ہوجاتا تھا اور ایک دوسرے پر وار کرجاتے تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے ابوہریرہ جھوٹے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موقعہ پر حضرت انس اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ وہ حدیثِ رسول کو کیا جانیں، وہ تو اس زمانے میں بچے تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو جھوٹا قرار دیا، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسعود بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ پر جھوٹ کا الزام لگادیا''۔ (تفہیمات:۳۲۱)

اللہ تعالیٰ نے کلام مجید کی صحابہ کرام میں یوں تعریف کی ہے: ''جب کافروں نے اپنے دلوں میں جہالت کو جمالیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر اپنی طرف سے سکینہ نازل کیا ان کو تقوی پر جمائے رکھا اور وہی اس کے حقدار اور لائق تھے''۔

إِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْماً. (سورة الفتح: ۲۶)

مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام توحید کے پکے علمبردار تھے، ایسے وفادار لوگ جذبات کے وقت بھی اپنی تمناؤں کو اللہ کی خوشی اور دین کی تعظیم کی خاطر قربان کرسکتے تھے، انہیں صفات کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو منتخب کرلیا تھا جس کے وہ سب سے زیادہ حقدار تھے، صحابہ کرام ہدایت پر ہیں اس کا بیان اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے کیا ہے: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ.

(سورة الحجرات: ۷)

اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی اور ایمان کو تمہارے دل میں مزین کردیا (اچھا دکھایا) اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی اور وہی لوگ نیک راہ پر ہیں۔

اللہ تعالیٰ جن صحابہ کو اہل قرار دیتے ہیں اور جن کے بارے میں ہدایت پر ہونا بتاتے ہیں ان صحابہ کے متعلق کچھ بھی کہنے میں رکتے نہیں۔

بریں جرأت از آسماں گر خوں بہ بارد بجاست

موجودہ زمانے کی آزاد ذہنیت میں دین کے کاموں میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ کا ہے، تو صحابہ کرام کے بارے میں صحابہ کرام کے احترام میں کوتاہی ہورہی ہے، کہ جن صحابہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ . (سورۃ الأنفال: ۷۴)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی سچے مسلمان ہیں اور ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجر اور انصار کے لیے کامل مومن ہونے اور جنتی ہونے کی سند دی ہے، اس کے باوجود جماعت اسلامی حد سے زیادہ کوتاہ اور صحابہ کی بے ادبی کرنے سے گریز نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے صحابہ کا جنتی ہونا اور اللہ تعالیٰ کے ان سے خوش ہونے کی سند مندرجہ ذیل آیت سے بھی ہورہی ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ . (سورۃ التوبۃ: ۱۰۰)

ترجمہ: جو لوگ سب سے پہلے قدیم ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو لوگ ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالی نے صحابہ کرام کے لیے اپنی رضا مندی کا اظہار کیا ہے، مذکورہ آیت میں صحابہ سے اللہ تعالی نے اپنی رضا مندی اور معافی اور جنت دینے کے لیے کوئی شرط نہیں رکھی، جب کہ تابعین اور ان کے بعد والوں کے لیے مہاجرین اور انصار کی اتباع اور اخلاص کی شرط لگائی ہے۔(معارف القرآن:۳/۴۰۰)

اس طرح حدیثوں میں بھی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جن کی بھی اتباع کروگے ہدایت پاؤگے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض باطل فرقے جیسے: روافض وغیرہ ظاہر ہوچکے تھے، وہ لوگ صحابہ کرام کی بےعزتی کرتے تھے،تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے کے تابعی اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کو صحابہ کرام کی عظمت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:''صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل نیک دل کامل العلم تھے ان کے طریقے اور عمل کی پابندی کرو اور جب تک ہوسکے ان کی صفات اختیار کرو''۔

عن ابن مسعود قال من كان مستنا فليستن بمن قد مات فإن الحی لا تؤمن عليه الفتنة اولئک أصحاب محمد صلی الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الأمة وأبرها قلوباً وأعمقها علما وأقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولإقامة دينه فأعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم علی أثرهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فإنهم كانوا علی الهدی المستقيم رواه رزين.

(مشکوٰة المصابیح : ۳۲)

صحابہ نے جو کچھ آپ صلی اللہ سے سنا ہے اس کی تفسیر اور مطلب بیان کرنے کے وہی حقدار ہیں، ان کے بعد آنے والے لوگوں کو ان پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔

والصحابة أعلم الناس بتفسير ما سمعوه وأحقهم بتأويله وأكثرهم احتياطا فليس لمن بعدهم أن يرد عليهم. (مرقاة المفاتیح: ۱/۱۲۵)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔

اتقوا اللہ فی أصحابی فمن أحبی فبحبی أحبھم، ومن أبغضھم فببغضی أبغضھم .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو جس نے صحابہ سے محبت کی اس نے میری محبت کی بنا پر صحابہ سے محبت کی، اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے میری دشمنی کی بنا پر صحابہ سے دشمنی رکھی۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شکی ہونے کا عقیدہ

مودودی صاحب لکھتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں متعارض حدیثیں ملتی ہیں، وہ دراصل آپ کے قیاس ہیں، جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شک میں تھے۔

(رسائل ومسائل: ص ۱۷۱، ربیع الاول، ۱۳۶۵ھ)

مودودی صاحب کا مذکورہ منقول قرآن کے بالکل خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی، وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰی.

ترجمہ: تمہارا رفیق بہکا نہیں اور نہ بے راہ چلا، اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے، یہ تو بھیجا ہوا حکم ہے۔ (سورۃ النجم: ۲،۳،۴)

مطلب یہ ہے کہ کوئی کام تو کیا ایک حرف بھی آپ کے منہ سے نفسانی خواہش سے نہیں نکلتا، بلکہ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.

ترجمہ: اور تم کو رسول جو دے سو اس کو لے لو، اور جس سے منع کرے سو اس کو چھوڑ دو۔

(سورۃ الحشر: ۷)

کیا اللہ تعالیٰ شک والی باتوں پر عمل کرنے کا کہہ رہا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا .

ترجمہ: ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر شبہ نہ لائے۔ (سورۃ الحجرات:۱۵)

جب کہ عام مسلمانوں کے لیے شک کی گنجائش نہیں، تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہنا جائز ہوسکتا ہے، کہ جو حدیثیں ثابت ہیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود شک میں تھے؟

(۵) احادیثِ رسول کے بارے میں مودودی صاحب کا عقیدہ

مودودی صاحب لکھتے ہیں: اس بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا، علم کے لیے جیسا مستند اور معتمد ذریعہ قرآن ہے ایسا مستند اور معتمد ذریعہ احادیث نہیں ہیں۔ (تفہیمات:ص۳۲)

محدثینِ عظام نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ حدیثوں کی چھان بین کی اور ان کے نزدیک صحیح حدیث ہونا ثابت ہونے کے بعد اس پر حدیث ہونے کا حکم لگایا، لیکن مودودی صاحب حدیث کو معتمد اور دین کے بارے میں حدیثوں کو اہمیت نہیں دیتے اور مشکوک مانتے ہیں۔

(۶) محدثین کرام کے بارے میں عقیدہ

مودودی صاحب محدثین کے متعلق لکھتے ہیں: محدثین کی خدمات مسلم اور انہوں نے جو کچھ ذخیرہ جمع کیا ہے وہ بھی سودمند، لیکن ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے؟ بہر حال وہ بھی انسان تھے۔ آگے لکھتے ہیں: محدثین نے اسماء الرجال کا جو ذخیرہ جمع کیا ہے وہ بہت قیمتی ہے، لیکن ایسی کون سی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو۔ (تفہیمات:ص۳۱۸،۳۱۹)

محدثین کرام نے ایک ایک حدیث کی چھان بین کر کے حدیث ہونے کا پورا یقین ہونے کے بعد ہی اس پر حدیث ہونے کا حکم لگایا ہے، لیکن جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب لکھتے ہیں: آخر وہ بھی انسان تھے، انسانی کمزوریاں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں، کیا یہ ضروری ہے انہوں نے جن کو معتمد بتایا وہ حقیقت میں معتمد بھی ہوں۔ (تفہیمات:ص۳۲۱)

انسان عدالت میں شہادت دے تو اس کی بات پر اعتماد کر کے فیصلہ دیا جاتا ہے، شرعی

اعتبار سے دو دیندار مسلمان چاند کی گواہی دے، ان کی گواہی قبول کر کے شریعت عید کرنے کی اجازت دیتی ہے، ایک معتبر دیندار عورت (دایہ) کہے کہ یہ بچہ فلاں عورت کو پیدا ہوا ہے، تو اس عورت کی بات قبول کر کے بچہ کا نسب اس کے شوہر سے شریعت ثابت کرتی ہے۔ لیکن مودودی صاحب کے نزدیک محدثین معتمد نہیں اور غلطی کا احتمال ظاہر کر کے جن احادیث پر مسلمانوں کا ایمان اور عمل کا مدار ہے، اسی کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے، اگر یہ مان لیا جائے تو بخاری شریف، مسلم شریف اور احادیث کی تمام کتابوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور کوئی بھی حدیث عمل کے لائق نہیں رہے گی۔

بریں عقل ودانش بباید گریست ''ایسی عقل پر رونا چاہیے''۔

(۷) اپنی سمجھ کے مطابق تفسیر کرنے کا دعویٰ

جس طرح حدیث بیان کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہے اسی طرح قرآن کا ترجمہ، تفسیر اور مطلب بیان کرنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، تفسیر وہی معتبر ہے جو احادیث اور فرمانِ صحابہ کے مطابق ہو، اپنی رائے اور عقل کو دخل نہ دیا جائے، حدیث میں ہے: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: '' من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار'' رواه الترمذی.

ترجمہ: جس نے قرآن کا ترجمہ اور تفسیر میں اپنی عقل سے کچھ کہا تو اسے جہنم میں اپنی جگہ تلاش کر لینی چاہیے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۳۵)

مودودی صاحب اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' کی بابت لکھتے ہیں: قرآن کی عبارت سے جو مطلب میری سمجھ میں آیا ہے اس کے مطابق میں بیان کر رہا ہوں، خود لکھتے ہیں: میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے، اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔

(دیباچہ: ص ۱۰)

مودودی صاحب کا عقیدہ تو یہ ہے، قرآن سمجھنے کے لیے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے، پروفیسر ہونا کافی ہے، لکھتے ہیں: قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں، ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے، جس نے قرآن کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہو۔ (تنقیحات: ص۲۲۲)

لوگوں کو بھی یہی مشورہ دیتے ہیں کہ اسلامی علوم پرانی کتابوں سے بعینہ نہ لیے جائیں، قرآن اور سنتِ رسول کی تعلیم سب سے مقدم ہے لیکن تفسیر اور حدیث کے قدیم ذخیرے مقدم نہیں ہے۔ لکھتے ہیں: علومِ اسلامیہ کی بھی قدیم کتابوں سے جوں کا توں نہ لیجئے، قرآن، سنتِ رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے، مگر تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ (تنقیحات: ص۱۳۳)

مودودی صاحب ایک طرف تو لکھتے ہیں: قرآن اور سنتِ رسول کی تعلیم سب سے مقدم ہے، لیکن ساتھ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ تفسیر اور حدیث کے قدیم ذخیرے سے نہ لیں، تو پھر نیا قرآن اور نئی سنتِ رسول کہاں سے لائیں گے جس پر عمل کیا جائے، لوگوں کو گمراہی کی طرف لیجانے کے لیے مودودی صاحب اتنی ہوشیاری سے کام لیتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس کا احساس بھی نہیں ہونے دیتے، اور اسی وجہ سے بزرگانِ دین نے ان کی کتابیں اور لیٹریچر پڑھنے سے منع کیا ہے۔

(۸) مودودی صاحب کی آزادی

مودودی صاحب بے باک آزاد خیالات کی بنا پر اپنی تصنیفات میں بھی آزادی سے کام چلاتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی جو آپ کی شایانِ شان نہ ہو ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو لیکچر (Lecture) کہا ہے، لکھتے ہیں: امنگ کے فلسفے پر لیکچر دینے لگا۔ (تفہیمات: ۲۰۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیڈر کے نام سے خطاب کرنے میں ذرا بھی رکتے نہیں تھے، لکھتے ہیں: صحراءِ عرب کا یہ بات یا نشین دراصل دورِ جدید کا بانی اور تمام دنیا کا لیڈر ہے، وہ نہ صرف ان کا لیڈر ہے جو اسے لیڈر مانتے ہیں بلکہ ان کا بھی جو اسے نہیں مانتے۔ (تفہیمات: ۲۲۹)

غیر مسلم بھی اپنے مذہبی پیشوا کے بارے میں ایسے الفاظ نہیں استعمال کرتے ، لیکن مودودی صاحب اللہ کی باتوں کو لیکچر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو لیڈر کہنے میں ذرا بھی شرماتے نہیں۔

(۹) مودودی صاحب کا مسلک

مودودی صاحب خود لکھتے ہیں: میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت کا اور نہ شافعیت کا بالکل پابند ہوں۔

(رسائل ومسائل:۱/ ۲۳۵، بحوالہ مودودی مذہب)

جب کہ نہ حنفیت وہ خود اہل حدیث کو مانتے ہیں اور نہ ہی ائمہ کو مانتے ہیں، تو پھر ان کا کیا عقیدہ ہوگا۔

(۱۰) مودودی جماعت کے بارے میں علماء کے نظریات

دین کے علماء نے بھی جماعتِ اسلامی میں کسی بھی قسم کا حصہ لینے اور ان کی کتابیں پڑھنے سے منع کیا ہے، کچھ علماء کی رائے پیش کی جارہی ہے۔

مفتیٔ ہند مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: میں جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کو پہچانتا ہوں انہوں نے کسی معتمد عالم سے علم حاصل نہیں کیا ہے، گرچہ ان کا مطالعہ وسیع ہو، مگر شرعی خیالات کمزور (Week) ہیں، جس کی بنا پر انہوں نے اپنے مضامین میں بڑے بڑے علماء بلکہ صحابہ کرام پر اعتراض کیا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس جماعت سے الگ رہنا چاہئے، ان سے کوئی میل جول اور تعلق نہیں رکھنا چاہئے، ان کے مضامین ظاہراً خوبصورت اور دلکش لگتے ہیں، لیکن ان میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جو انسانی مزاج کو آزاد بنادیتی ہیں، اور دلوں میں بزرگانِ دین کے بارے میں غلط خیالات پیدا کردیتے ہیں۔ (کفایۃ المفتی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ان کا (مودودی صاحب کی) تحریر اور تحقیق دینی اور دنیوی بربادی پھیلاتی ہے، اور مستقبل میں پورے مذہب اسلام

کوخراب کرنے کا سامان تیار کیا جارہا ہے، لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کوان کی تحقیق سے الگ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچر کو نہ پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ (مکتوبِ ہدایت: ۱۷)

حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مفتی مظاہر علوم سہارنپور) لکھتے ہیں: ان کی کتابوں کو پڑھنا مذہب، حدیث، فقہ، تصوف، علماء اور بزرگانِ دین سے نفرت پیدا کرنے والا ہے، عام مسلمانوں کوان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا سخت خطرناک ہے۔ (کشفِ حقیقت: ۲۸)

شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند) لکھتے ہیں: میرے نزدیک یہ جماعت مرزائیوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عام لوگوں کواس جماعت کی کتابیں نہیں پڑھنی چاہیے اوراس جماعت میں داخل نہیں ہونا چاہیے، ان کی بہت سی باتیں ایسی ہیں، جو اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف ہیں، صحابہ کرام، ائمہ دین محدثین کے بارے میں ان کے خیالات درست نہیں لہٰذا مسلمانوں کواس جماعت سے الگ رہنا چاہئے۔ (کشفِ حقیقت: ۳۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جماعتِ اسلامی کے بارے میں لکھتے ہیں: اسلام کے نام پر بہت سی جماعتیں وجود میں آئیں لیکن یہ جماعت جو جماعتِ اسلامی کے نام سے ہے، ان تمام جماعتوں سے بہت زیادہ خطرناک ہے، رافضیوں نے تو صرف چند صحابہ کی توہین کی، لیکن اس نے تو تمام صحابہ کرام کی تنقیص اور توہین کردی، یہ کہتے ہیں کہ صحابہ معیارِ حق نہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی بھی راہ اختیار کروگے کامیاب ہوجاؤگے۔

فرمایا حدیث میں جو بہتر (۷۲) فرقوں کی خبر آئی ہے اور صرف ایک فرقے کو ناجی اور دوسرے تمام فرقوں کو غیر ناجی فرمایا گیا ہے، میں دلائل و براہین کی روشنی میں پورے شرح صدر سے کہتا ہوں کہ یہ جماعتِ اسلامی بھی انہی غیر ناجی فرقوں میں سے ہے، فرماتے ہیں کہ ’’ہم نے تو

قرآن پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نہیں سنا ہے بلکہ صحابہ کرام کے واسطے سے ہم تک پہونچا ہے، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور حفظ کیا اور اس کی جمع وترتیب بھی انہیں کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی، جن کے بارے میں یہ جماعت کہتی ہے وہ تنقید وتبصرے (اعتراض) سے بالاتر (پاک) نہیں ہے، اوران سے خطاؤں کا صدور ممکن ہے، سوچیئے کہ بات کہاں پہونچتی ہے، قرآن کریم مشکوک ہوجاتا ہے، (معاذ اللہ)''۔(شیخ الاسلام نمبر:۱۵۹)

جماعت اسلامی میں کسی بھی طرح کی شرکت اوراس کو پھیلانے میں ان کی مدد نہیں کرنی چاہیئے ،اوران کی کتابیں اوراخبار نہ پڑھنا چاہیئے ، ناواقفیت کی بنا پر غلط عقائد میں مبتلاء ہونے کا سخت خطرہ ہے۔

اکابر دیو بند کا متفقہ فیصلہ:

دفتر جمیعۃ علماء ہند دہلی میں ، ۱؍اگست ؍۱۹۹۱ء ، میں علماء کرام کی ایک کانفرنس میں مودودیت کے بارے میں مندرجہ ذیل فیصلہ کیا گیا:

مودودی صاحب کی جماعت اور جماعتِ اسلامی کے لیٹریچر سے عام لوگوں پر جواثرات مرتب ہوتے ہیں، کہ ائمۂ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بےتعلقی پیدا ہوجاتی ہے، جوعوام کے لیے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے، اور دین سے صحیح وابستگی رکھنے کے لیے صحابہ کرام اور اسلاف عظام سے جوتعلق رہنا چاہیے، اس میں کمی آجاتی ہے، نیز مودودی صاحب کی بہت سی تحقیقات جو غلط ہیں اوران امور سے ایک جدید فتنہ بلکہ دین ہی کی ایک نئے رنگ کی بنیاد پڑجاتی ہے، جو یقیناً مسلمانوں کے دین کے لیے مضر ہے، اس لیے ہم ان اموراوران پر مشتمل تحقیق کو غلط اور مسلمانوں کے لیے مضر سمجھتے ہیں اوراس سے بےتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

دستخط حضرات شرکاء کانفرنس:

(۱) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)

(۴) حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم مظاہر علوم سہارنپور)

(۵) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۶) حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) حضرت مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مفتی مظاہر علوم سہارنپور)

(۸) شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امروہی

(۹) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی

(۱۰) حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مصنف شاندار ماضی)

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۷۰ھ، روزنامہ الجمیعۃ دہلی: ۳۰/اگست، ۱۹۵۱ء)

واللہ اعلم بالصواب

(۳۸) اسماعیلی فرقہ کے عقائد

سوال: آغاخانی (اسماعیلی فرقہ) لوگوں کے عقائد کیا ہیں؟ کیا ان لوگوں کا شمار مسلمانوں میں ہوگا کہ نہیں؟

جواب: آغاخانی (اسماعیلی فرقہ) اپنے امام کو خدا مانتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ امام ہی ہے، امام قرآن ہے امام خانہ کعبہ ہے امام جنت ہے اور نفع ونقصان پہونچانے کا حق امام ہی کو ہے، امام ہر جگہ موجود ہے، اور وہی خدا ہے، خدا کی ہر صفات امام میں موجود ہے اور وہی خدا ہے۔

(آغاخانیت کی حقیقت: ۱۲)

نورالمبین (سیرت ائمہ اسماعیلیہ، مصنف: وزیر علی جان محمد چونارا) میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نور ہے اور یہ پاک نور کوہِ طور پر روشن ہوا اسماعیلی فرقہ امام کے روپ میں اللہ کو جلوہ افروز ہوا

س بات کو مان کر حضرت علیؓ کے دیدار کو اللہ تعالی کا دیدار کہتے ہیں، ''یداللہ'' اللہ کا ہاتھ، ''وجہ اللہ'' اللہ کا چہرہ، اس سے مراد بھی امام کا ہاتھ اور چہرہ ہے ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (ص:۱۲)

ان کے مذکورہ عقائد کی وجہ سے ان کا شمار کفار میں ہوگا، مسلمانوں میں نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

ائمۂ اربعہ کی اتباع کرنے کا بیان

(۳۹) تقلید کا خلاصہ

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک غیر مقلد (اہل حدیث) آکر ایسے نوجوانوں کو اہل حدیث فرقے کی دعوت دیتا ہے جو دین سے ناواقف ہوتے ہیں، سیدھے سادے نوجوان اس کی باتیں سنکر اس کے حلقے میں چلے جاتے ہیں، تو ائمہ کی تقلید کے بارے میں شریعت میں کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: اس بات سے تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر کام میں اصل حکم تو اللہ تعالی کا ہی ہے، اللہ تعالی اپنا حکم بذریعہ وحی انبیاء پر نازل فرماتے ہیں اور وہ اللہ تعالی کا حکم بندوں تک پہونچاتے ہیں، اس لیے اللہ تعالی نے انبیاء کی اطاعت بندوں پر فرض کردی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

إن العلماء هم ورثة الأنبياء .(بخاری شریف: ۱/۱۶)

ائمہ جو انبیاء کے نائب اور احادیث کی حکمت کو اچھی طرح سمجھنے والے ہیں ان کی تابعداری کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنا ہے، اور اسی تابعداری کو تقلید کہا جاتا ہے، جس کا ثبوت قرآن کریم میں ہے:

ثبوتِ قرآن کریم: (۱) **لقوله تعالى: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ .**

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اپنے حاکموں کا بھی حکم مانو۔(سورۃ النساء:۵۹)

اکثر مفسرین نے اُولی الأمر سے فقہاء مراد لیے ہیں ابوبکر جصاصؒ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مسائل دینیہ میں علماء اور فقہاء کی تابعداری کرنا ہے۔ (احکام القرآن للجصاص:۲/۲۵۶)

(۲) فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ . (سورة التوبة: ۱۲۲)

ترجمہ:......اور وہ گئے ہوئے لوگ جب اپنی بستی کے لوگوں کی طرف واپس لوٹ آویں تو اپنی قوم کو چوکنا کریں اور اللہ کی ناراضی سے بچنے کا طریقہ اپنے علاقے کے لوگوں کو سکھائیں تاکہ وہ گناہوں سے بچتے رہیں۔

امام جصاص فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں ہر ایک پر ضروری ہے کہ جب بھی علماء کوئی دین کی بات بتائیں تو اس کو مانیں۔(احکام القرآن للجصاص:۲/۲۶۲)

(۳) فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ . (سورة النحل: ۴۳)

ترجمہ: اگر تم کوئی دین کی بات نہ جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ عام آدمی کے لیے اپنے زمانے میں کسی جان کار عالم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے اور فرض ہے، لہٰذا پیش آنے والے واقعات کے بارے میں ان سے پوچھے اور ان کے فتوے کی تابعداری کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ .

جس طرح اگر کوئی جنگل میں ہو اور قبلہ کی خبر نہ ہو کہ کونسی جانب ہے تو دوسرے آدمی کی بات پر اعتبار کرنا ضروری ہے اسی طرح جس کے پاس علم نہ ہو اس کو عالم کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ (تفسیر قرطبی:۱۱/۲۷۲)

تقلید کا ثبوت احادیث سے:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **إنما شفاء العی السوال فإنه لا شفاء لداء الجهل إلا بالتعليم .**

جہالت کی بیماری کا علاج دوسرے سے پوچھ کر جانکاری حاصل کرنا ہے۔(ابوداود شریف:۴۹)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ: **اء تموا بی ولیأتم بکم من بعدکم .**

تم لوگ میری اتباع کرو تمہارے بعد آنے والے تمہاری اتباع کریں گے۔

(بخاری شریف:۱/۹۹)

مشہور محدث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے شریعت کے احکام سیکھ لو تمہارے بعد آنے والے تابعین تمہارے پاس سے علم حاصل کریں گے، اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔(فتح الباری:۲/۱۷۲)

مثالیں: بخاری شریف میں ہے کہ مدینہ والوں میں حضرت ابن عباسؓ سے ایسی عورت کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جس کو حج میں فرض طواف کے بعد اور طوافِ وداع سے پہلے حیض آ گیا تو کیا وہ حائضہ عورت طوافِ وداع سے پہلے اپنے وطن جاسکتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ ہاں وہ حائضہ عورت جاسکتی ہے، لیکن مدینہ والوں نے حضرت ابن عباس سے فرمایا کہ حضرت زید بن ثابت کا فتویٰ ہے کہ ایسی عورت طوافِ وداع سے پہلے وطن نہیں جاسکتی، لہٰذا ہم حضرت زیدؓ کی بات پر عمل کریں گے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب تم لوگ مدینہ جاؤ تو وہاں حضرت ام سلیمؓ سے اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق کر لینا مدینہ والوں نے حضرت ام سلیمؓ کے پاس جا کر مسئلے کی تحقیق کی تو حضرت ابن عباسؓ کے فتوے کی تائید ہوئی۔(بخاری شریف:۱/۲۳۹)

محدثین نے لکھا ہے کہ اس کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ نے اپنے فتوے سے رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباسؓ کی بات مان لی۔(فتح الباری:۳/۵۸۸، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی:۱۰/۹۷، کرمانی:۲۱۲)

(۲) حضرت ابوموسی سے میراث کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا کہ وارثوں میں اگر ایک لڑکی ایک پوتی اور ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کو کیا ملے گا؟ انہوں نے جواب دیا اور کہا کہ ابن مسعودؓ کے پاس جاؤ وہ میرے جواب کی تائید کریں گے، حضرت ابن مسعودؓ کا جواب سن کر حضرت ابوموسیؓ نے فرمایا کہ: لا تسئلونی ماد ام هذا الحبر فیکم . کہ جب تک یہ بحر العلوم تم لوگوں میں ہے تب تک مجھ سے کوئی مسئلہ دریافت مت کرنا۔ (بخاری شریف: ۲/ ۹۹۷، ابوداؤد: ۴۰۰)

اسی طرح ایک اور مسئلے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیؓ میں عورت کے دودھ پینے کے بارے میں اختلاف ہوا تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ: انظر ما تفتی بہ الرجل۔ یعنی سوچ سمجھ کر جواب دیں (ذرا سوچو کہ آپ کیسا جواب دیتے ہیں) ابوموسیؓ نے فرمایا کہ: یا أهل الکوفة لا تسئلوا نی عن شی ما کان هذا الحبر فیکم . کہ اے کوفہ والو جب تک تم میں یہ بحر العلوم موجود ہے تب تک مجھ سے کوئی مسئلہ دریافت مت کرنا۔

ان احادیث کے واقعات سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) مدینہ والے حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید کرتے تھے ان کے فتوے کے سامنے کسی کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھے البتہ جب حق بات ثابت ہو جاتی تو وہ لوگ دوسروں کی بات بھی مان لیتے تھے۔

(۲) دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بھی تقلید کرنے سے کسی قسم کا انکار نہیں کیا بلکہ مسئلے کی تحقیق کے بارے میں کہا، لہٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو کام کیا ہو وہ ہمارے لیے حجت کا مقام رکھتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اصحابی کالنجوم فبأیهم اقتدیتم اهتدیتم .

میرے صحابہ کرام ستاروں کے مانند ہیں جن کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ لکھتے ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتی میں تو صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سوال کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ سے پوچھتے تھے کہ جو صحابی جہاں گیا وہاں کا مقتدا و پیشوا اور لوگوں کا مرجع بنا صحابہ کے بعد تابعین کا زمانہ آیا، البتہ ۲۰۰ھ کے بعد لوگ نفس کے تابعدار ہو گئے اور ۴۰۰ھ کے قریب میں اس بات پر اتفاق ہوا کہ چاروں ائمہ میں سے جو شخص جس کو مانتا ہو ان کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے۔

علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں: **ان العقد الإجماع على عدم العمل بالمخالفة بالأئمة الأربعة** . علماء کا اتفاق اس بات پر ہے کہ حنفی مالکی شافعی حنبلی کے علاوہ کوئی پانچواں طریقہ نہیں ہے۔ (فتح القدیر: ۱۹۵، کتاب امام ابوحنیفہؒ)

شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ نے لکھا ہے کہ چاروں ائمہ شریعت کے قانون اور اصول کو اچھی طرح جاننے والے ہیں ان کا علم اور پرہیز گاری کے بارے میں امت کا اتفاق ہے لہٰذا ان کے مرتب کئے ہوئے قانون کے مطابق عمل کیا جاتا ہے، اور اپنی کم سمجھ اور کم علمی کی بنا پر اپنی سمجھ پر عمل نہیں کرتے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد اہل سنت والجماعت چار حصوں میں تقسیم ہوئے، جو بات چاروں اماموں کے طریقہ کے علاوہ ہو اس کے باطل ہونے پر علماء دین کا اجماع ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا** . (سورۃ النساء: ۱۱۵)

خلاصہ: مسلمانوں کے اتفاقی طریقہ سے الگ رہنا برے انجام کا ذریعہ ہے۔

(معارف القرآن ادریسی: ۵۱۲/۳/۱)

صحابہ کے عمل سے بالکل صاف معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عام صحابہ علماء

صحابہ کی تقلید کرتے تھے اوران کے فتوی پر پورا اعتماد کرکے اس پر عمل کرتے تھے،تقلید یعنی چاروں ائمہ میں سے کسی کی بھی اتباع کرنا یہ الہامی چیز ہے،ان کے حق ہونے کے متعلق خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ جو مقلد تھے اور مجتہد بھی تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے میرے مزاج کے خلاف تین چیزوں کے عمل کرنے پر مجبور کیا گیا:

(۱) تقلید پر: لیکن کسی بھی ایک امام کی تقلید پر اختیار دیا گیا،فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ چاروں مسلکوں میں سے کون افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرایک برابر ہے،آگے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ہندوستان میں حنفی مسلک کے ساتھ اللہ کی خاص رحمت دیکھ رہا ہوں۔

(۲) دوسری چیز جس پر مجبور کیا گیا وہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے، میرا دل تو چاہتا تھا کہ حضرت علی تمام صحابہ سے افضل ہونے چاہیے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور تمام اولیاء کا سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے،لیکن مجھے حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق کہا گیا۔

(۳) تیسری چیز جس پر مجھے مجبور کیا گیا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں ظاہری دنیا کا تعلق چھوڑ دوں لیکن ایسا کرنے سے مجھے روک دیا گیا۔(تشریحات بخاری:۱/۶۳۲)

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے لکھا ہے کہ تمام ائمہ حق پر ہیں،اور ہرایک میں حق سمایا ہوا ہے اور ہرایک ہدایت کے ستارے ہیں،جن کا بھی دامن پکڑو گے انشاء اللہ نجات پاؤ گے،حنفی،شافعی،مالکی،حنبلی،یہ تمام نجات کے راستے پر چل رہے ہیں اور اللہ اور رسول کی طرف دوڑ رہے ہیں،اس لیے کہ ہرایک کی اصل اور بنیاد ایک ہے اور وہ قرآن اور حدیث ہے،اور جو اختلاف ہے اس میں اللہ کی مصلحت ہے،کہ اس میں امت کے لیے آسانی ہوگئی،جیسے ایک بہت

بڑا سمندر ہو اور پانی پینے کی ایک ہی جگہ ہو تو ہزاروں میل کا سفر کر کے وہاں پہونچنا پڑے گا تو ہی پانی مل سکتا ہے، اور اگر پانی کے راستے مختلف ہوں تو جہاں سے چاہو پانی حاصل کر سکتے ہو اسلام بھی ایک دریا ہے، جس میں پانی پینے کے گھاٹ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مسلک ہیں، اور دنیا میں انہیں چار مسلک پر عمل کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ (امارت شرعیہ: ۱۵)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ تقلید اس لیے ضروری ہے کہ بہت سی حدیثیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں اس میں کون سی پہلی ہے اور کون بعد کی ہے اگر یہ معلوم نہ ہو تو عمل کرنا مشکل ہے اور قرآن کا فرمان ہے کہ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ .

(سورۃ النحل: ۴۳)

ترجمہ: تم نہ جانتے ہو تو جاننے والے سے پوچھ لو۔

اس میں حکم عام ہے جس میں مجتہدین بھی داخل ہیں۔

مشہور محدث امام بخاریؒ نے فرمایا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کی بات ماننے کا حکم دیا ہے، اور وہ اہل علم کی جماعت ہے۔

علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ جماعت کی اتباع کا مطلب یہ ہے کہ مجتہدین اور علماء جس پر اتفاق کریں اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

قرآن پاک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور محدثین کے فرامین سے تقلید ثابت ہوتی ہے، چاروں اماموں میں سے ہر ایک کے مسلک کے ساتھ اللہ کی رحمتوں کا تعلق ہے، اس کے بعد کوئی نہ سمجھے تو وہ بڑا بیوقوف ہے۔

عاقل کو تو یک حرفِ نصیحت ہے کفایت نادانوں کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

واللہ اعلم بالصواب

۲۱/ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

(۴۰) تقلید یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت

سوال: اہل حدیث (غیر مقلد) مسلک عالم کی تقریر کی کیسیٹ سنی وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا گیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کے مطابق عبادت کرنی چاہیے، مالکی شافعی حنبلی حنفی کے اماموں سے غلطی کا احتمال ہے، تو تقلید کے متعلق تفصیل سے بتائیے؟

جواب: تقلید کی ضرورت کے متعلق اتنا جاننا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین اور استاذ کی اتباع نہ کرے تو بہت سی ضرورتوں سے محروم رہے گا، تقلید یعنی اتباع تو انسان کی فطرت اور طبیعت میں شامل ہے، بچہ بالکل بچپن سے اپنے ماں باپ کی نقل کرتا ہے، ان کی زبان سیکھتا ہے، علم میں اپنے استاذ کی نقل کرتا ہے، اگر استاذ کی بات نہ مانے تو علم سے محروم رہ جاتا ہے، چیزوں کے سودمند اور نقصان دہ ہونے کا علم بیماری کی دواؤں کا علم استاذ اور کتابوں کی بات ماننے سے ملتا ہے، خلاصہ یہ کہ انسان کا جسم روح علم اخلاق اصلاحِ معاشرہ وغیرہ میں ترقی کی بنیاد تقلید اور کسی بھی قسم کے انکار کے بغیر قبول کرلینے پر ہے، دنیا کا اصول ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ایک بچے کو اپنے والدین اور محسنین اور کمزور آدمی کو اپنے سے زیادہ طاقتور کی اتباع کرنی پڑتی ہے، اور انسان اپنے محسن اور مہربانی کرنے والے کی اتباع کرتا ہے، انسان کی فطرت کا خیال کرکے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور والدین کی بات ماننے پر زور دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ'' اور ارشاد ہے: ''وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَاناً'' ایک اور جگہ فرمایا گیا: ''مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَا نَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا''۔ (سورۃ الحشر: ۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی قوی اور محسن اور مالک نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری سب سے مقدم ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کے فرمان کے مطابق والدین اور اولوا الأمر (عالموں) کی اتباع کرنا ضروری ہے، وہی عقل اور نور فراست کا تقاضا ہے۔ (تقلید واجتہاد، از مولانا مسیح اللہ خان صاحب)

تقلید تو خود قرآن حکیم اور احادیث نبوی سے ثابت ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

” فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ “

ترجمہ: جو تم نہیں جانتے ہو جاننے والے سے پوچھ لو۔ (سورۃ النحل:۴۳)

حدیث میں ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ سفر میں تھے ایک ساتھی کو سر میں چوٹ آئی غسل کی ضرورت پیش آئی اپنے اصحاب سے پوچھا تو جواب دیا کہ آپ تیمّم نہیں کر سکتے اور غسل کرنے کو کہا جس کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: **قتلوہ قتلھم اللہ أن لا یسئلوا إذا لم یعلموا فإنما شفاء العی السوال .**

یعنی جب یہ لوگ جانتے نہیں تھے تو پوچھا کیوں نہیں، اس لیے کہ جہل کی شفاء سوال کرنا ہے۔ (ابوداود:۴۹، مشکوۃ شریف:۵۵، مرقاۃ المفاتیح:۱/ ۳۶۸)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں یمن میں ان کے وارثوں میں ایک بنت اور ایک اخت، ان کو کتنی میراث ملے گی؟ ان سے پوچھا گیا، حضرت معاذ نے جواب دیا اور فیصلہ فرما دیا۔

عن الأسود قال قضی فینا معاذ بن جبل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النصف للإبنة والنصف للأخت ثم قال سلیمان قضی فینا ولم یذکر علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . (الصحیح البخاری : ۹۹۸/۲)

عن الأسود بن یزید ان معاذ بن جبل ورث اختاً وابنتاً فجعل لکل واحدۃ منھما النصف وھو بالیمن ونبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذٍ حی.

(السنن لأبی داود: ۴۰۰)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں تقلید یعنی دوسری کے بات پر عمل کرنے کا رواج تھا، مذکورہ حدیث میں سائل نے میراث تقسیم کرنے میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ پر اعتماد کر کے ان کی بات مان لی یہی تو تقلید ہے۔

قرآن حکیم میں ہے: وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ .

ترجمہ: اور اگر اس کو رسول تک پہونچا دیتے اور اپنے حاکموں تک تو اس کو تحقیق کرتے جو ان میں اس کی تحقیق کرنے والے ہیں۔ (سورۃ النساء:۸۳)

اس آیت کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جدید احکام میں قیاس واجتہاد کرنا واجب ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد علماء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وفي هذه الآية دلالة على وجوب القول بالقياس واجتهاد الرأى فى احكام الحوادث وذلك لأنه امر برد الحوادث إلى الرسول صلى الله عليه وسلم فى حياته إذا كانوا بحضرته وإلى العلماء بعد وفاته والغيبة عن حضرته صلى الله عليه وسلم وهذا لا محالة لانص فيه لأن المنصوص عليه لا يحتاج غلى استنباطه. (احكام القرآن: ۲/۲۱۵)

اس اصول کے مطابق چاروں ائمہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ جو دینی علم اور تقوی وطہارت میں عام لوگوں سے بہت اعلیٰ درجہ پر تھے، جنہوں نے پوری زندگی دینی علم میں صرف کردی، قرآن، حدیث، اور آثار صحابہ اور تاریخ پر پوری نظر تھی، پوری ذمہ داری کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل استنباط کئے تو ان میں سے کسی کی بھی تابعداری کرنا ضروری ہے، جن کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے، ان پر کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں، ان میں سے کسی کی بھی اتباع کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور اسوۂ رسول پر عمل کرنے کے برابر ہے، سوال میں لکھا ہے چاروں ائمہ سے غلطی ہونا ممکن ہے، تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں قیامت تک ایک جماعت اللہ کے احکام پر یعنی کتاب اللہ اور علم حدیث کی حفاظت کے لیے مسائل کا استنباط اور اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے باقی رہے گی، ان کو رسوا کرنے والا اور ان کا خلاف کرنے والا ان کو نقصان نہیں پہونچا سکے گا۔

لایزال من أمتی أمة قائمة بأمر الله لایضرهم من خذلهم ولا من خلافهم حتی یأتی أمر الله وهم علی ذلک . (مشکوٰۃ المصابیح: ۵۸۳)

(بأمر الله) أی بأمر دینه من حفظ الکتاب وعلم السنة والإستنباط والجهاد فی سبیله . (مرقاۃ المفاتیح)

لایزال طائفة من أمتی یقا تلون علی الحق ظاهرین إلی یوم القیامة.
(الصحیح لمسلم: ۱/۸۷)

اور چاروں ائمہ:

(۱) امام اعظم رحمۃ اللہ، ۸۰ھ سے ۱۵۰ھ۔ (۲) امام مالک رحمۃ اللہ، ۹۳ھ سے ۱۷۹ھ۔

(۳) امام شافعی رحمۃ اللہ، ۱۵۰ھ سے ۲۰۴ھ۔ (۴) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ، ۱۶۴ھ سے ۲۴۱ھ۔

ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام زمانوں سے بہتر ہونا فرمایا تو اگر چاروں ائمہ سے اپنے مسلک میں غلطی ہوئی ہوتو کیا ''خیر القرون'' اور ان کے بعد والے غلطی کے ناحق ہونے کے باوجود خاموش رہیں اور عمل کرتے رہیں؟

تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جھوٹی ثابت ہوگی (العیاذ باللہ) بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ میری امت کبھی گمراہی پر اتفاق نہیں کرسکتی، لہٰذا چاروں ائمہ اور ان کی تقلید کے بارے میں غلط اشاعت سے بچنا بہت ضروری ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنی چاہیے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۸/۸/۲۰ء

(۴۱) ائمۂ اربعہ کی تقلید کرنا ضروری ہے

سوال: غیر مقلدین کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا گیا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عبادت کرنی چاہیئے، ائمۂ اربعہ تو بعد کے ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت؟

جواب: حضرت شیخ مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں تقلید انسان کی فطرت کا ایک حصہ ہے بچہ بچپن سے ہی اپنے والدین کی نقل کرتا ہے، علم میں اپنے اساتذہ کی نقل کرتا ہے، اگر استاذ کی بات نہ مانے تو علم سے محروم رہ جاتا ہے، چیزوں کا سودمند ہونا یا نقصان دہ ہونا اس کا علم اساتذہ اور کتابوں سے ملتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر کام کی ترقی کی بنیاد تقلید یعنی دوسرے کی بات ماننے میں ہے تقلید کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

(۱) قرآن کریم میں ہے: فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: جو تم نہیں جانتے اہل علم سے دریافت کرلو۔ (سورۃ النحل: ۴۳)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس بات میں کسی امام کا اختلاف نہیں کہ عام لوگوں کو علماء کی تقلید کرنا ضروری ہے، اور یہی مذکورہ آیت کا مقصد ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے، نابینا شخص کو معتمد شخص کی اتباع کرنا ضروری ہے، اسی طرح جو نہ جانتا ہو علم سے واقف نہ ہو اسے علماء کی اتباع کرنا ضروری ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۱۱/۲۷۲)

(۲) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔

ترجمہ: اللہ کی بات مانو اور رسول کی بات مانو اور اولوا الامر کی۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کہ اولوا الامر سے مراد علماء ہیں جو شرعی احکام میں فتویٰ دیتے ہیں، لوگوں کو علم دین سکھاتے ہیں، صحابہ اور تابعین جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حسن بصری رحمۃ اللہ آیت سے یہی مراد لیتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: ۳/۲۴۲)

(۳) ابوداود شریف میں ہے: ’’ إنما شفاء العی السوال ‘‘۔ یعنی جہالت کی بیماری کا علاج دوسرے سے دریافت کر کے علم حاصل کرنے میں ہے۔ (ابوداود: ۴۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:'' **اتبعوا السواد الأعظم** '' یعنی معتبر مسلمانوں میں سے اکثر جس طرف ہوں اس کی اتباع کرو، لیکن اسلام کے چھوٹے چھوٹے مسائل جیسے: نواقضِ وضو وغیرہ میں ائمہ میں سے کسی کی بھی اقتدا کر سکتے ہو۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۲۰۵)

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ نے ایک باب قائم کر کے لکھا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ رہنے کا جو حکم دیا ہے، اس سے علماء کی جماعت مراد ہے۔

علامہ قرطبانی شارح بخاریؒ نے جماعت سے مجتہدین کی جماعت بتایا ہے: **وما أمر النبی صلی الله علیه وسلم أمته بلزوم جماعة وهم أهل العلم المجتهدون .**

(قرطبانی شرح بخاری: ۱۰/۲۷۷، بخاری شریف: ۲/۱۰۹۲)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: جماعت کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے جن پر ائمہ کا اتفاق ہو ان کی اتباع لازم ہے۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری: ۲۵/۶۵)

اوپر دی گئی محدثین کی عبارتوں سے تقلید کا ثبوت ہوتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **اء تموا بی ولیأتم بکم من بعدکم ۔**

ترجمہ: تم میری اتباع کرو تمہارے بعد والے تمہاری اتباع کریں گے۔ (بخاری شریف: ۱/۹۹)

اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ اے صحابہ تم مجھ سے شریعت کے احکام سیکھ لو تمہارے بعد والے تابعین تم سے سیکھیں گے، اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔ (فتح الباری: ۲/۲۹۵)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین بھی تقلید شخصی کے قائل تھے، اس کی ایک مثال اور لیجئے: ابوداود شریف میں باب ماجاء فی میراث الصلب کے ماتحت لکھا ہے: ایک شخص نے حضرت ابوموسی اشعریؓ اور حضرت سلمان ربیعہؓ سے میراث کا مسئلہ دریافت کیا کہ وارثین میں بنت، بنت الابن، اور اخت حقیقی ہوں، تو میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ دونوں حضرات نے جواب دیا اور کہا

کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ وہ بھی ہماری بات کی تائید کریں گے، حضرت ابن مسعود اس وقت نہ تو قاضی تھے اور نہ ہی حاکم تھے، اس کے باوجود علماء کی جماعت نے ان کے فتوی کو قبول کیا اور عمل کیا، بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے ان کا جواب سن کر فرمایا: " **لاتسئلونی ما دام هذا الحبر فیکم** ". (الصحیح للبخاری : ۲/۹۹۷)

بعض لوگ عناد کی بنا پر اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے ائمۂ کرام کی بے عزتی بھی کردیتے ہیں، خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بے بنیاد الزام لگاتے ہیں، جو ہرگز جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت کے لیے صرف یہ حدیث کافی ہے، حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں، کہ ہم حضور صلی اللہ کی خدمت میں تھے سورۃ جمعہ نازل ہوئی "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ" دوسروں کے بھی آپ رسول ہیں جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ (سورۃ الجمعۃ: ۳)

تو صحابہ نے دریافت کیا بعد میں آنے والوں سے کون مراد ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ وہاں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو بھی ان کے خاندان کے لوگ حاصل کرلیں گے۔

عن ابی هریرةؓ قال کنا جلوساً عند النبی صلی الله علیه وسلم اذ نزلت علیه سورة الجمعة فلما قرأ " وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ " قال من هؤلاء یارسول الله؟ فلم یراجعه النبی صلی الله علیه وسلم حتی ساله مرة أو مرتین قال وفینا سلمان الفارسیؓ قال فوضع النبی صلی الله علیه وسلم یده علی سلمانؓ ثم قال: لو کان الإیمان عند الثریا لناله رجال من هؤلاء.

(الصحیح لمسلم : ۲/۳۱۲)

حدیث مذکور میں امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت ومنقبت ثابت ہوتی ہے چنانچہ اکثر علماء کی تشریح کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دادا فارس کے رہنے والے تھے، حافظ سیوطی شافعیؒ نے کہا: اس

حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے، اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل ومناقب میں یہ حدیث کافی ہے، حافظ سیوطی شافعیؒ کے شاگرد علامہ ابن عابدین شامیؒ نے لکھا ہے ہمارے استاذ نے جو یہ جزم کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس حدیث سے مراد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، کیوں کہ ابناء فارس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مرتبۂ علم وفضل تک کوئی نہیں پہونچ سکا۔

(شرح مسلم:۶/۱۲۴۳)

وفی حاشیة الشبراملسی علی المواهب عن العلامة الشامیؒ تلمیذ الحافظ السیوطیؒ قال ما جزم به شیخنا من أن أباحنیفةؒ هو المراد من هذا الحدیث الظاهر لا شک فیه لأنه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه احد.

(رد المحتار: ۱/۴۹)

مذاہب اربعہ بلا شبہ عند اللہ مقبول ہیں، اس لیے اہل کشف حضرات کو ان کے مکاشفات کے ذریعہ اللہ تعالی نے مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا معائنہ کرایا ہے، امام شعرانیؒ میزان کبریٰ کے صفحہ (۲۶) پر فرماتے ہیں:

رأیت مذاهب الأئمة الأربعة تجری جداولها کلها ورأیت جمیع المذاهب التی اندرست قد استحالت حجارة ورأیت الأئمة جدولاً الإمام ابو حنیفةؓ ویلیه الامام مالکؒ ویلیه الامام شافعیؒ ویلیه الامام احمدؒ .

یعنی ائمۂ اربعہ کے مذاہب کو شریعت کے دریا سے متصل پایا اور ائمۂ اربعہ کے مذاہب کو دیکھا کہ ان کی نہریں جاری ہیں، اور جو مذاہب مٹ گئے ہیں وہ خشک ہو کر پتھر نظر آرہے ہیں اور سب سے بڑی نہر امام ابوحنیفہؒ کی دیکھی، پھر اس کے قریب امام مالکؒ کی، پھر امام شافعیؒ کی پھر امام احمد بن حنبلؒ کی، امام شعرانیؒ کے متعلق مشہور اہل حدیث نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم لکھتے ہیں: کہ صوفی، عالم، محدث، صاحب کرامات کثیرہ، وتالیفات نفیسہ، متبع سنت، مجتنب عن البدعة،

جامع بین الشریعت والطریقت ہیں، پھر اہل حدیث کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: یہ بات تو طے ہو جاتی ہے بے علم کو عالم کی تقلید ضرور کرنا چاہیئے۔ (آثار خیر:۱۴۹)

لہٰذا ایسے ائمہ کی بے عزتی کرنے سے بچنا چاہیئے اللہ تعالی کی طرف سے لڑائی کا چیلنج ہے۔

لقوله عليه السلام: من عادى لي ولياً فقد آذنته بالحرب . (الصحيح للبخاری: ۹۶۳/۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۴۲) تقلیدِ شخصی کا ثبوت قرآن پاک اور احادیث نبویہ سے اور عمل صحابہ کرام سے

سوال: غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تقلید خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ اس کے سواء کسی اور کی شرک ہے، سوال یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید شرک ہے؟ غیر مقلدین اپنے سواء سب کو شرک کرنے والا اور جہنمی گردانتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، ائمہ اربعہ کی تقلید کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ اور پھر اس میں صرف ایک ہی کی تخصیص کی کیا وجہ اور کیا اسی کا حکم ہے؟ کیا یہ الزام صحیح ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اکثر مسائل قیاس اور ضعیف احادیث پر مبنی ہیں؟ غیر مقلدین اجماعِ امت اور قیاس کا انکار کرتے ہیں، اصول دین میں اجماع کی کیا اہمیت ہے، اور اجماع کے انکار کا کیا حکم ہے؟ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ قیاس سب سے پہلے شیطان نے کیا، کیا یہ صحیح ہے، کیا قیاس اصول دین میں سے اور اس کی کیا اہمیت اور مقام ہے؟ غیر مقلدین صحابہ کرام اور ائمہ عظام پر تنقیص و تنقید کرتے ہیں، صحابہ کرام اور ائمہ عظام پر تنقیص و تنقید کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: کسی بھی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا ہے، تمام امور میں اصل حکم حق تعالی ہی کا ہے، اور اسی کی اتباع ہر شخص پر ضروری ہے: **إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ .**

انبیاء اور رسل کے احکام واجب التسلیم والعمل ہیں، وہ اسی بنا پر کہ وہ اللہ ہی کے احکام ہیں، **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى .**

انبیاء علیہم السلام اللہ کے احکام کے مبلغ ہوتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالی نے ان کے احکام کی اطاعت مخلوق پر فرض اور لازم قرار دی ہے۔ **مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ .**

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے جس طرح انبیاء ورسل کے احکام کی اطاعت کو شرک فی الربوبیت نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح ائمۂ کرام جو انبیاء علیہم السلام کے نائبین ہیں: ''العلماء ورثة الأنبياء '' ان کے احکام کی اطاعت ضروری اور کسی بھی طرح اسے شرک فی الرسالت نہیں کہا جاسکتا۔

دلائل:

(۱) آیت کریمہ: فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُوْنَ .

اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔ (سورة النحل: ۴۳)

آیت کریمہ میں اسی اصولی مسئلہ کی تعلیم دی ہے، کہ جو لوگ خود قرآن وحدیث کے مضامین کو نہیں سمجھ سکتے، وہ اہل علم سے احکامِ الٰہیہ دریافت کرلیں اور ان کی تقلید کرلیں، یہی تقلید کی حقیقت ہے، اور یہ ایک ایسا ضابطہ ہے، کوئی سمجھدار انسان اس کا انکار نہیں کرسکتا، جیسے ایک نابینا بینا سے پوچھ کر راستے کا پتہ لگاتا ہے، اشتباہِ قبلہ کے وقت ثقہ ومعتبر کی بات کا اعتبار کرکے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ابوعبداللہ قرطبیؒ اوپر کی آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **لم يختلف العلماء ان العامة عليها تقليد علماء ها وانهم المراد بقول الله عزوجل فاسئلوا اهل الذكر إن كنتم لا تعلمون واجمعوا على أن الأعمى لا بد له من تقليد غيره ممن يثق بالقبلة إذا اشكلت عليه فكذلک من لا علم له ولا بصيرة لا بدله من تقليدعالمه .** (تفسير قرطبی: ۲۷۲/۱۱، مكتبة بيروت)

وقال الله تعالى: أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الأمْرِ مِنْكُمْ.

(سورة النساء: ۵۹)

امام رازیؒ فرماتے ہیں: أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ سے وہ علماء مراد ہیں جو احکام شریعت میں فتویٰ دیتے ہیں، لوگوں کو علم دین سکھاتے ہیں، یہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما،

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور بلا اختلاف صحابہ اور تابعین نے یہی مراد لیا ہے۔

إن المراد من أولى الأمر العلماء الذين يفتون في الأحكام الشرعية ويعلمون الناس دينهم وهذا رواية عن ابن عباسؓ، وقول الحسن، ومجاهدؒ، وضحاکؒ، وأيضاً فيه لا نزاع ان جماعة من الصحابة والتابعين حملوا قوله اولى الامر منكم على العلماء . (تفسير الكبير للرازي: ۳/۲۴۲)

وقال الله تعالى: وَإِذَا جَائَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الامْنِ أَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰى أُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ .

جب ان کو کوئی خبر موصول ہوتی ہے خواہ وہ امن کی ہو یا خوف کی تو ہر ایک سے کہتے پھرتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس خبر کو شہرت دینے سے قبل پیغمبر تک اور ان لوگوں تک پہونچا دیتے جو ذمہ دار ہیں تو اس کی صحیح حقیقت کو وہ حضرات اچھی طرح سمجھ لیتے جو بات کی تہہ میں سے صحیح نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔ (سورۃ النساء:۸۳، ترجمہ کشف الرحمٰن سحبان الہند)

امام رازیؒ فرماتے ہیں: ان العامي يجب عليه تقليد العلماء في احكام الحوادث. (تفسير كبير: ۳/۲۷۱)

احادیث نبویہ سے تقلیدِ شخصی کا ثبوت:

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اتبعوا السواد الأعظم والمراد به ما عليه أكثر المسلمين، وهذا في اصول الاعتقاد كاركان الإسلام وأما الفروع كبطلان الوضوء بالمس مثلاً فلا حاجة فيه إلى الاجماع بل يجوز اتباع كل واحد من المجتهدين كالأئمة الأربعة.

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح: ۱/۲۰۵)

امام بخاریؒ نے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے ماتحت عنوان قائم کیا ہے۔

وأما أمر به النبی صلی الله علیه وسلم بلزوم الجماعة وهم أهل العلم .

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ لازم رہنے کے لیے فرمایا، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جماعت کی تفسیر اہل علم سے فرمائی ہے۔

علامہ قسطلانیؒ نے جماعت سے اہل علم مجتہدین کی جماعت قرار دی ہے ۔

وفی القسطلانی وما أمر النبی امته بلزوم الجماعة وهم أهل العلم المجتهدون. (قسطلانی شرح بخاری: ۱۰/۲۷۷، بخاری: ۲/۱۰۹۲)

وقال الکرمانیؒ : مقتضی الأمر بلزوم الجماعة أنه یلزم المکلف متابعة ما اجتمع علیه المجتهدون وهم المراد بقوله وهم أهل العلم .

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری: ۲۵/۶۵)

محدثین عظام کی عبارت سے تقلیدِ شخصی کا ثبوت ہو رہا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اہل مدینہ کے تعامل سے تقلیدِ شخصی کا ثبوت

صحیح بخاری شریف میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **عن عکرمة ان أهل المدینة سألوا ابن عباس عن امرء ة طافت ثم حاضت قال لهم تنفر قالوا لا نأخذ بقولک وندع قول زید .**

اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جس کو طواف وداع کے بعد حیض آجائے (تو کیا طواف وداع کئے بغیر وطن جا سکتی ہے؟)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جا سکتی ہے، اس پر اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول کی وجہ سے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو ترک نہیں کریں گے۔

فتح الباری میں ہے: **افتیتنا او لم تفتنا زید بن ثابت یقول لا تنفر ۔**

آپ فتوی دیں یا نہ دیں حضرت زید ثابت رضی اللہ تعالی عنہ تو کہتے ہیں کہ طواف وداع کئے بغیر نہیں جاسکتی ہے، **فقالت الأنصار: لانتابعک یا ابن عباس وأنت تخالف زیدا .** انصار نے کہا ہم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے خلاف آپ کی اتباع نہیں کریں گے۔(فتح الباری)

بخاری میں آگے ہے: **قال ابن عباس: إذا قدمت المدینة فاسئلوا فقدموا المدینة فسألوا فکان فی من سألوا ام سلیم فذکرت حدیث صفیة رضی الله تعالی عنها .**

جب یہ مدینہ گئے تو ام سلیم سے تحقیق کی انہوں نے حضرت صفیہ کا واقعہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو بغیر طواف وداع کے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، پھر اہل مدینہ نے ابن عباس کے قول کی طرف رجوع کیا، **فرجعوا إلی ابن عباس وجدنا الحدیث .**

(الصحیح البخاری: ۱/۲۳۷، باب إذا حاضت المرأة بعد ما افاضت ، فتح الباری: ۳/ ۵۸۸، عینی: ۱۰/۹۷)

الغرض اس واقعہ سے اہل مدینہ اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو لوگ شان اجتہاد اور کافی علم نہ رکھتے ہوں، وہ کسی ایک امام معین کی تقلید اپنے اوپر لازم کرلیں، یہ ضروری ہے اور بلاشبہ جائز ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **إنما شفاء العی السوال .**

جہالت کی بیماری کا علاج دوسرے سے پوچھ کر علم حاصل کرنا ہے۔(ابوداود شریف:۴۹)

نیز ارشاد نبوی ہے: **اء تموا بی ولیأتم بکم من بعدکم** ۔تم میری اتباع کرو بعد والے تمہاری اتباع کریں گے۔(بخاری شریف:۹۹)

اس کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے: کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے صحابہ تم مجھ سے احکام شریعت سیکھ لو تمہارے بعد آنے والے تابعین تم سے سیکھیں گے، اور اسی طرح سلسلہ چلتا رہے گا۔

قیل معناه : تعلموا احكام الشريعة ويتعلم منكم التابعون بعدكم وكذلك اتباعهم إلى انقراض الدنيا . (فتح الباری: ۲/۲۰۵)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی تقلید شخصی کے قائل تھے اس کی ایک مثال اور لیجئے ابوداود شریف میں "باب ما جاء في ميراث الصلب" کے ماتحت لکھا ہے: ایک شخص نے حضرت ابوموسی اشعریؓ اور حضرت سلمان ربیعہؓ سے میراث کا مسئلہ دریافت کیا کہ وارثین میں بنت، بنت الابن، اوراخت حقیقی ہوں، تو میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ دونوں حضرات نے جواب دیا:

لإبنته النصف ولأخت من الأب والأم النصف إئت ابن مسعود فإنه سيتابعنا .

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں حضرات نے ابن مسعود کے جواب کی طرف رجوع کیا، اور ابن مسعود نہ قاضی تھے اور نہ امیر، تاہم علماء کی جماعت نے ان کے فتویٰ پر عمل کیا۔

مراده القضاء بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم بطريق الفتوىٰ فإن ابن مسعود يومئذ لم يكن قاضياً ولا أميراً وعمل جماعة من العلماء .

(السنن لأبی داود مع حاشيته: ۴۰۰)

بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب سنا تو فرمایا: لاتسئلواني ما دام هذا الحبر فيكم . جب تک ابن مسعود تم میں ہیں مجھ سے مسئلہ مت پوچھو۔

(بخاری شریف: ۲/۹۹۷)

صحابہ کرام اپنے سے اعلم صحابی کے فتوی پر عمل کرتے تھے، ایک مزید مثال اور صحابہ کا تأثر دیکھئے:

مؤطا امام مالکؒ میں ہے: ایک شخص نے حضرت ابوموسی اشعری سے رضاعت الکبیر کے بارے میں سوال کیا یعنی اپنی زوجہ کا دودھ زوج کے پیٹ میں چلا گیا، حضرت ابوموسی اشعریؓ نے فرمایا: لا أراها إلا قد حرمت عليك . اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: انظر ما تفتي

بـه الـرجـل، فـقال أبوموسیؓ فما تقول أنت؟ فقال عبد الله بن مسعود رضی الله تـعـالی عنهما لا رضاعة إلا ما كان فی الحولين، فقال أبو موسی لاتسئلوانی عن شئ ما كان هذا الحبر بين أظهركم .

(المؤطا للامام مالک : ۵۳۸، السنن لأبی داود: ۲۸۱، بذل المجهود: ۲۱۷/۳)

یہ اصحابی کالنجوم کی حیثیت رکھنے والے حضرات صحابہ فتویٰ کا اعتبار اور تقلید شخصی کرتے تھے تو پھر بعد کے اہل حدیث کو تقلید کرنے سے کونسی چیز مانع ہے؟

علامہ مفتی عظیم مفتی الحنفیہ بمکۃ المعظمۃ (زادہا اللہ شرفاً) جو معتبرین احناف میں سے ہیں اپنے رسالہ القول السدید فی مسائل التقلید میں لکھتے ہیں: قـد كان صحابة يقتدى بعضهم ببـعـض وكذا التابعون وفيهم المجتهدون ولم ينقل عن احد من السلف انه كان لا يـرى الاقتـداء بـمـن يـخـالف قـوله فی بعض المسائل بل كان يقتدى بعضهم ببعض . انتهى

حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے مقلد ہیں ویسے وہ آدھے مجتہد بھی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے خلافِ طبیعت تین چیزوں پر مجبور کیا گیا:

(۱) تقلید پر مگر یہ اختیار دیا گیا کہ جس کی چاہو تقلید کرو ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ ان مذاہب اربعہ میں سے کونسا افضل ہے؟ ارشاد فرمایا کہ سب برابر ہیں، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کہ ہندوستان میں مذہب حنفی کے ساتھ تجلی الٰہی کو دیکھتا ہوں اس کے خلاف میں خطرات ہیں۔ (تشریحات بخاری: ۶۳۲)

''عقد الجید'' میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: اعـلـم ان فـی الأخـذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة وفی الاعراض عنهامحلها مفسدة كبيرة .

(عقد الجيد)

غیر مقلدین اہل حدیث ہونے کا لبادہ اوڑھے ہوتے ہیں، مگر خود محدثین کرام جن کی

کتابیں غیر مقلدین کے مأخذ اور مرجع ہیں، یہ حضرات خود مقلد ہیں، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حنبلی ہیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ شافعی ہیں، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو بعض نے مجتہد مطلق مانا ہے، لیکن بعض نے شافعی اور بعض نے مالکی بتلایا ہے، علماء حق نے ائمۂ اربعہ کو برحق بتلا کر ان میں سے کسی ایک امام کی اتباع کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ صرف عبارات ملاحظہ فرمائیں:

وفی الشفاء للعیاض القول: بتثویب المجتهدین هو الحق والصواب عندنا وقد قال صاحب جمع الجوامع نعتقد ان أباحنیفة ومالکا والشافعی وأحمد علی هدی من الله تعالی ولا التفات بمن اعلم فیهم بما هم یرثون منه فقد أوتوا من العلوم علوم اللدنیة والمواهب الإلٰهیة والاستنباطات الاقیصة والمعارف الغریزة الدین والورع والعبادة والزهادة والجلالة بالمحل الذی لایسامی. تثویب (الینبوع فی بیان التقلید : ۲۸/۲۹)

وفی الهدایه: المرید لجوهرة التوحید للعلامة ابراهیم المالکیؒ یجب أن یعتقد ان الأئمة الأربعة علی خیر وهدی من الله لیسوا علی ضلالة ولا بدعة بل خیر الأئمة التی اضیفوا الیها بعد الصحابة وهم خیار الأمم. (ینبوع: ۲۴)

شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ ومولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ " وَلَا یَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضاً اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ " اس آیت سے غیر مقلدین ائمۂ مجتہدین کی تقلید کو شرک بتلاتے ہیں، اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ائمۂ مجتہدین کی تقلید کو اس آیت سے کوئی تعلق نہیں، اور نہ وہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہے، بلکہ ائمۂ مجتہدین تو قانون شریعت کے بہترین شارح اور مفسر ہیں، اور چونکہ امت میں ائمۂ مجتہدین کا علم، فہم، ورع، اور تقوی مسلم ہے، اس لیے ان کے سمجھے ہوئے کے مطابق شریعت کا اتباع کرتے ہیں۔ (معارف القرآن ادریسی: ۱/۵۱۲)

اجماع کا ثبوت

اصول دین چار ہیں: (۱) کتاب اللہ تعالیٰ (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۳) اجماع امت (۴) اور قیاس

إن اصول الشريعة اربعة: الكتاب والسنة والإجماع والقياس .

(التفسير الكبير للإمام الرازى: ۳/ ۲۴۱)

اجماع صحابہ سے ثابت ہے: نماز جنازہ کی تکبیرات میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور لوگوں کے درمیان تکبیراتِ جنازہ کی تعداد میں اختلاف تھا) جب یہ اختلاف دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صحابہ کے مشورے سے چار تکبیرات پر اجماع ہوا۔

روى الطحاوى: قال قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس مختلفون فى التكبير على الجنائز أن تسمع رجلاً يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر سبعاً وآخر يقول : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر خمساً ، وآخر يقول : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر اربعاً فاختلفوا فى ذلك،فكانوا على ذلك حتى قبض أبوبكرؓ فلما ولى عمر ورأى اختلاف الناس فى ذلك شق ذلك عليه جداً فأرسل إلى رجال من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فأجمعوا أمرهم على أن يجعلوا التكبير على الجنائز مثل التكبير الأضحى والفطر أربع تكبيرات فأجمع أمرهم على ذلك . (حاشيه ابوداود: ۴۵۶، باب تكبير على الجنائز)

شارب خمر کی حد میں بھی اختلاف تھا لیکن حدیث کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ خلافت عمرؓ میں اسّی (۸۰) کوڑوں کی حد پر اجماع ہوا۔

فلما كان عمرؓ ودنا الناس من الريف والقرى قال ما ترون فى جلد الخمر، فقال عبد الرحمن بن عوف أرى ان تجعلها كأخف الحدود قال فجلد

عمرؓ ثمانين .(قال نووی) وفيه ان فعل الصحابی سنة يعمل بها وهو موافق لقوله صلى الله عليه وسلم فعليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ، والله اعلم .(الصحيح لمسلم: ۲/۷۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام، مصر، عراق، ایران، فتح ہوئے تو لوگوں میں عیش وعشرت میں زیادتی ہو کر شرب خمر میں زیادتی ہونے لگی، تو مذکور بروایت مسلم شریف حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ أجمعین کے مشورے سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی رائے سے اتفاق کر کے اسی (۸۰) کوڑوں کی حد مقرر کی گئی، جس کے متعلق ابوعمرو نے لکھا ہے کہ: اتفق إجماع الصحابة فی زمن عمرؓ على الثمانين فی حد الخمر ، ولا مخالف لهم .

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے: أجمع عليه الصحابة فلا يجوز لاحد المخالفة روى الدار قطنى ان الشراب كانوا يضربون فی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم باليدى والنعال والعصى حتى توفى وكان فی خلافة ابی بكر فجلدوهم اربعين ، ثم عمر كذلک إلى ان قال عمرؓ ما إذا ترون؟ فقال علیؓ: إذا شرب سكر وإذا سكر هذى وإذا هذى افترى وعلى المفتر ثمانون جلدة فأمر عمر وجلدوه ثمانون، قال اتفق اجماع الصحابة فی زمان عمر رضی الله عنه على الثمانين فی حد الخمر لا مخالف لهم منهم وعلى ذلک جماعة التابعين وجمهور فقهاء المسلمين والخلاف فی ذلک كشذوذ . (مرقاة المفاتيح: ۴/۱۰۱)

قیاس کا ثبوت

وقال ابن مسعود مارأه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وقال عليه السلام عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی . (عینی: ۲۳/۲۶۶)

صحابہ کرام نے ضابطہ کے تحت قیاس اور رائے کو استعمال کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اس وقت اس طرح فہمائش فرمائی:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اراد ان یبعث معاذا إلی الیمن قال کیف تقضی اذاعرض قضاء قال اقضی بکتاب اللہ ....فان لم تجد فی کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ قال اجتھد برأیی ولا آلو(ای لا اقصرفی الاجتھاد) فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسولہ .

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ بات پر عمل کرنے کی توفیق دی۔(ابوداؤد شریف:۵۰۵)

شارب خمر کی حد کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صحابہ سے مشورہ لینے پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا:فقال عبد الرحمن بن عوف اری ان تجعلھا کاخف الحدود... اس پر علامہ نوویؒ نے لکھا ہے :

وفی ھذا جواز القیاس.

امام رازیؒ نے:فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیءٍ فَرُدُّوْ ہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ. کے تحت لکھا ہے یدل عندنا علی ان القیاس حجۃ والذی یدل علی ذلک ان قولہ فان تنازعتم فی شیء .(تفسیر کبیر۳/۲۴۳)

حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن الرازی الجصاص رحمۃ اللہ علیہ ”لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم“. کے تحت لکھتے ہیں:

وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی وجوب القول بالقیاس وإجتھاد الرأی فی أحکام الحوادث. (احکام القرآن للجصاص: ۲/۲۱۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ دونوں کو یمن کے ایک ایک علاقے کا حاکم بنا کر بھیجتے وقت فرمائش فرمائی اور

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کو بصرہ کی امارت سپرد کرتے وقت فرمادیا تھا اس میں قیاس کا یہ اصول درج تھا۔(اعرف الأشباه والنظائر وقس الأمور برأيك) اشباہ اور نظائر کی مؤنت کو اختیار کرو اور اس پر پیش آمدہ امور کو قیاس کرو۔

(منہاج الأصول احکام شرعیہ میں حالات وزمانے کی رعایت: ۱۴۷/۱۴۸، از مولانا تقی امینی، رفیق ندوۃ المصنفین)

اس سے قیاس واجماع کی حیثیت واہمیت معلوم ہوئی جس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے: عليكم بسنتي وسنة خلفاء الراشدين عضوا عليها بالنواجذ، اور "الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم "اور "أصبتما" فرمایا ہو، ایسے اجماع وقیاس کے انکار کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ کس کا انکار کررہے ہیں؟ غیر مقلدین کا یہ الزام کہ ابوحنیفہ تو کچھ کہتے ہیں اور قرآن وحدیث میں کچھ اور ہے سراسر الزام اور بہتان ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں: کہ ہمارا ماٴخذ اول کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ پھر صحابہ کے قضایا جن پر اتفاق ہوتا ہے، ان پر ہم عمل کرتے ہیں، بیہقی نے بسند صحیح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا:

عن عبد الله بن مبارك قال : سمعت اباحنيفة يقول: إذا جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين وإذا جاء عن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم .

صرف تابعین کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نحن رجال وهم رجال .

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: " اتركوا بخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم "اور فرمایا" إذا صح الحديث فهو مذهبي" نیز اصحاب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متفق ہیں کہ حدیث اگر چہ سنداً ضعیف ہو مگر قیاس سے مقدم اور اَولی ہے، میزان شرعیہ میں ہے: وما طعن احدفي قول من أقوالهم إلا بجهله به اما من حيث دليله واما من حيث دقة مداركه عليه لا سيما الامام الأعظم ابوحنيفةؒ الذي اجمع السلف والخلف على

علـمـه وورعـه وعبـادته ودقة مداركه واستنباطه وحاشاه من القول فى دين الله بالرأى الذى لايشهد له ظاهر كتابه ولا سنته . (ترتيب المسائل: ۵/۴)

حضرات صحابہ کی عزت واحترام کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عـن ابـی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لاتسبوا اصحابى لاتسبوا اصحابى فو الذى نفسى بيده لو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما ادرک مد احدهم ولا نصيفه،قال النوویؒ اعلم ان سب الصحابة حرام من فواحش المحرمات، قـال الـقاضى: سب احدهم من المعاصى الكبائر ومذهبنا ومذهب الجمهور انه يعزر ولايقتل وقال بعض المالكية يقتل . (الصحيح لمسلم للنووى: ۳۱۰/۲)

معلوم ہوا کہ صحابہ کی تنقید کرنا اوران کی تنقیص کرنا موجب فسق مرتکب حرام اور ایسا شخص قابل تعزیر ہے، ائمہ عظام اور کسی کی بھی تنقیص شرعاً جائز نہیں ہے، خداوند کریم نے قرآن حکیم میں متأخرین کے اپنے اسلاف کی فضیلت کے معترف اوران کے حق میں دعاء خیر کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

وَالَّـذِيْـنَ جَـآؤُوْا مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ .

(سورة الحشر: ۱۰)

اوراپنے آپ کواہل حدیث سے موسوم کرنے والے ائمۂ کرام بلکہ صحابہ کرام کی تنقیص کرتے ہیں تو خود ہی فیصلہ کریں، باب فضل فارس کے تحت امام مسلمؒ نے حدیث بیان فرمائی ہے:

عـن ابى هريرةؓ قال كنا جلوساً عند النبى صلى الله عليه وسلم اذا نزلت عـلـيـه سورة الجمعة فلما قرأ وآخرين منهم لما يلحقوا بهم قال من هؤلاء يارسول الـلـه؟ فـلـم يراجعه النبى صلى الله عليه وسلم حتى ساله مرة أو مرتين قال وفينا سـلـمان الفارسیؓ قال فوضع النبى صلى الله عليه وسلم يده على سلمانؓ ثم قال: لو كان الإيمان عند الثريا لناله رجال من هؤلاء . (الصحيح لمسلم : ۳۱۲/۲)

حدیث مذکور میں امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت ومنقبت ثابت ہوتی ہے چنانچہ اکثر علماء کی تشریح کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دادا فارس کے رہنے والے تھے، حافظ سیوطی شافعیؒ نے کہا: اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے، اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اور اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے فضائل ومناقب میں یہ حدیث کافی ہے، حافظ سیوطی شافعیؒ کے شاگرد علامہ ابن عابدین شامیؒ نے لکھا ہے ہمارے استاذ نے جو یہ جزم کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس حدیث سے مراد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ہیں کیوں کہ ابناء فارس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے مرتبۂ علم وفضل تک کوئی نہیں پہونچ سکا۔ (شرح مسلم: ۶/۱۲۴۳)

وفی حاشية الشبراملسی علی المواهب عن العلامة الشامیؒ تلمیذ الحافظ السیوطیؒ قال ما جزم به شیخنا من أن أباحنیفةؒ هو المراد عن هذا الحدیث الظاهر لا شک فیه لأنه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه احد .

(رد المحتار: ۱/۴۹)

میت کے لیے اہل الفضل والصدق ثقہ اور متقی لوگوں کی تعریف کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وجبت"، یعنی ثناء حسن اور ذکر خیر کی وجہ سے میت کے لیے جنت واجب ہوگی، اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "**أنتم شهداء الله فی الأرض**". تم دنیا میں اللہ کی طرف سے گواہ ہو۔ (بخاری شریف: ۱/۱۸۳)

پھر بھی اگر کوئی اموات کی برائی کرے بالخصوص اتقیاء اور صالحین کی تو پھر جواب دہی کے لیے تیار رہیں۔

مذاہب اربعہ بلا شبہ عند اللہ مقبول ہیں، اس لیے اہل کشف حضرات کو ان کے مکاشفات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا معائنہ کرایا ہے، امام شعرانیؒ میزان کبریٰ کے صفحہ (۲۶) پر فرماتے ہیں: **رأيت مذاهب الأئمة الأربعة تجری جداولها کلها ورأيت**

جمیع المذاهب التی اندرست قد استحالت حجارة ورأیت الأئمة جدولاً الإمام ابوحنیفةؒ ویلیه الامام مالکؒ ویلیه الامام الشافعیؒ ویلیه الامام احمدؒ .

یعنی ائمۂ اربعہ کے مذاہب کوشریعت کے دریا سے متصل پایااورائمۂ اربعہ کے مذاہب کو دیکھا کہ ان کی نہریں جاری ہیں، اور جو مذاہب مٹ گئے ہیں وہ خشک ہوکر پتھر نظر آرہے ہیں اور سب سے بڑی نہر امام ابوحنیفہؒ کی دیکھی، پھر اس کے قریب امام مالکؒ کی، پھر امام شافعیؒ کی پھر امام احمد بن حنبلؒ کی، امام شعرانیؒ کے متعلق مشہور اہل حدیث نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم لکھتے ہیں: کہ صوفی، عالم، محدث، صاحب کرامات کثیرہ، وتالیفات نفیسہ، متبع سنت، مجتنب عن البدعۃ، جامع بین الشریعت والطریقت ہیں، پھر اہل حدیث کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: یہ بات تو طے ہوجاتی ہے کہ بے علم کو عالم کی تقلید ضرور کرنا چاہیے۔ (آثار خیر:۱۴۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۴۳) تقلید کے بارے میں ایک مقالہ

یہ مقالہ دیوبند کے فقہی سیمینار میں پڑھا گیا تھا۔

شریعت کے وہ احکام جن کا علم فکر ونظر اور بغیر استدلال کے نہیں ہوسکتا، جیسے عبادات ومعاملات کے فروعی مسائل ان میں کسی بھی ایک امام مجتہد کی تقلید غیر مجتہد کے لیے خواہ وہ عوام ہوں یا خواص ہوں ضروری ہے۔

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں: الأحکام الشرعیة ضربان: ضرب آخر لایعلم إلا بالنظر والاستدلال فهذا یسوغ فیه التقلید .

(رسالۃ تقلید کی شرعی حیثیت: ۱۲)

وفی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع للإمام ابن السبکیؒ یلزم غیر المجتهد عامیاً کان أو غیره ای یلزمه التقلید للمجتهد لقوله تعالی:

"فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" . (الينبوع فى بيان التقليد: ۴)

تقلید کا ثبوت قرآن کریم سے: قال الله تعالى: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْأَمْرِ مِنْكُمْ . (سورة النساء: ۵۹)

اولوالامر کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد اور حضرت ضحاک رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول نقل کر کے لکھا ہے: اولوالامر سے مراد وہ علماء ہیں جو احکام شرعیہ میں فتویٰ دیتے ہیں، لوگوں کو دین کی باتیں سکھاتے ہیں، اور لکھا ہے کہ صحابہ وتابعین کی جماعت نے اولوالامر سے علماء مراد لیے ہیں۔

فى التفسير الكبير : إن المراد من أولى الأمر العلماء الذين يفتون فى الأحكام الشرعية ويعلمون الناس دينهم وهذا رواية عن ابن عباسؓ ، وقول الحسن، ومجاهدؒ، وضحاکؒ، وأيضاً فيه لا نزاع ان جماعة من الصحابة والتابعين حملوا قوله اولى الامر منكم على العلماء .

(التفسير الكبير للرازى: ۲۴۲/۳، الينبوع: ۱۳)

قال القرطبیؒ: فرض العامى الذى لايستقل باستنباط الأحكام من اصولها لعدم أهليته فيما لا يعلمه من أمر دينه، فيسأله عن نازلة ويتمثل فيها فتواه لقوله تعالى: فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون، وعلى العالم أيضاً ان يقلد عالماً مثله فى نازلة خفى عليه .... وجه الدليل، وفى تفسير العلامة ابى السعودؒ فى تفسير قوله تعالى فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون، فيه اشارة الى الوجوب المراجعة الكى الا علماء فيها لا يعلمها وهكذا فى تفسير روح البيان . (الينبوع: ۱۴)

دوسری آیت: وقال الله تعالى: وَإِذَا جَائَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الامْنِ أَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ .

جب عوام الناس کے پاس امن یا خوف کی بات پہونچتی ہے، تو یہ اس کو ہر ایک سے کہتے

پھرتے ہیں، اگر یہ اس معاملہ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا اپنے اولوالأمر کی طرف لوٹا دیتے تو ان میں سے وہ لوگ اس کی صحیح حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں۔(سورۃ النساء: ۸۳)

امام رازی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے: اس آیت سے چند امور معلوم ہوئے:

(۱) جدید احکام جو نص (آیت یا صحیح حدیث) سے معلوم نہ ہوں ان میں استنباط کرنا۔

(۲) استنباط کا حجت ہونا۔ (۳) جدید احکام میں عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے۔

الآية دالة على امور احدها ان فی احكام الحوادث ما لا يعرف بالنص بل بالاستنباط وثانيها ان الاستنباط حجة وثالثها ان العامی يجب عليه تقليد العلماء فی احكام الحوادث ، انتهى بحروفه .

(التفسير الكبير للرازی: ۳/۲۷۲، الينبوع فی بيان التقليد الفرض والتقليد الممنوع: ۷)

تقلید کا ثبوت حدیث سے:

عن هزيل بن شرحبيل قال سئل أبوموسیٰؓ ثم ابن مسعودؓ أخبر بقول ابی موسیٰؓ فخالفه ثم اخبر ابوموسى فقال لاتسألونی ما دام هذا الحبر فيكم.

(السنن لأبی داؤد،السنن الترمذی، كتاب الفرائض)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا فرمان: ''جب تک یہ عالم یعنی حضرت ابن مسعود تم میں موجود ہوں مجھ سے مت پوچھنا'' عالم سے رجوع کر کے اس پر عمل کرنا یہی تقلید ہے۔

قال النبی صلى الله عليه وسلم : من أُفْتِيَ بغير علم كان إثمه على من أفتاه .

(السنن لأبی داؤد، مشكوٰة المصابيح: ۳۵، كتاب العلم، الفصل الثانی)

جو شخص بغیر علم کے فتوی دے گا اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہوگا، یہ حدیث بھی تقلید کے وجوب پر واضح دلیل ہے، اس لیے کہ جو عالم نہ ہو اس کا فریضہ اسی قدر ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق علم رکھنے والے سے سوال کرے، اگر غلط بتائے گا، تو وبال بتانے والے پر رکھا گیا ہے۔

(تقلید کی شرعی حیثیت: ۲۹، از مولانا تقی عثمانی)

قال علیه الصلاة والسلام: إئتموا بی ولیأتم بکم من بعدکم .

تم میری اقتدا کرو تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتدا کریں گے۔

(الصحیح البخاری: ۱/ ۹۹)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے: وقیل معناه تعلموا منی أحکام الشریعة ولیتعلم منکم التابعون وکذلک أتباعهم إلی انقراض الدنیا .

یعنی تم مجھ سے احکام شریعت سیکھ لو تا کہ تمہارے بعد آنے والے تابعین تم سے سیکھیں، اور ان کے متبعین تابعین سے سیکھیں اس طرح سے دنیا کے خاتمے تک سلسلہ چلتا رہے گا۔

(فتح الباری: ۲/ ۲۷۱)

قرآن پاک اور احادیث سے تقلید کا ثبوت بلکہ وجوب ثابت ہوا، اور خیر القرون سے اس کا وجود ثابت ہے، اور افلاس علم کے اس دور میں تقلید شخصی نہایت ضروری ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر آسانی چاہتے ہیں، تنگی اور تکلیف کا ارادہ نہیں کرتے۔

قال اللہ تعالی: يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَايُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ. (سورة البقرة: ۱۸۵)

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ . (سورة الحج: ۷۸)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے آسان دین دے کر بھیجا گیا ہے''۔

اور دین کی آسانی یہ ہے کہ فروعات میں ائمۂ کرام کا اختلاف کرنا تا کہ بمنزلۂ شرائع متعددہ ہو کر لوگوں پر عمل کرنا آسان ہو جائے، اور ایک کی بات پر عمل کرنے کو ضروری قرار دے کر ان پر تنگی نہ رہے، نیز مذہبِ صحیح پر عمل کرنے والا ثواب کا مستحق اور قابلِ ستائش ہوگا، اسی وجہ سے نہایت سختی کے ساتھ اس کی تاکید کی جاتی ہے کہ کسی ایک مسلک کی اس طرح تفضیل کہ دوسرے مسلک کی تنقیص ہوتی ہو ہرگز جائز نہیں۔

وفی الشفاء للقاضی عیاضؒ قوله صلی الله علیه وسلم بعثت بالحنیفیة السمحة فمن سماحتها ویسرها رفع الضار عنها ووقوع اختلاف أئمتنا فی الفروع

لتكون المذاهب على اختلافها كشرائع متعددة حتى لا يضيق الأمر عليهم بالتزام شئ واحد وحتى يثاب كل عامل بمذهب صحيح ويمدح عليه . (الينبوع: ۲۹)

ومنها أن يتأكد عليک غاية التأكيد الذى لا رخصة فيه ان لا تفضل بعض المذا هب على بعض تفضيلاً يؤدى إلى تنقيص المفضل عليه فإن ذلک يؤدى إلى المقت والخزى فى الدنيا والآخرة .

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہے کہ جہاں مذہب حنفی شائع ہے تب تو اس کے لیے یہی امر مرجح ہے کہ وہ مذہبِ حنفی اختیار کرے اور اگر ایسے مقام پر ہے کہ جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اس کے لیے لازم نہیں کہ مذہب حنفی اختیار کرے بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا قلب قبول کرے اس کو اختیار کرے مگر پھر بس اسی کا پابند رہے۔ (تقلید واجتہاد: ۳۰)

الارتحال إلی غیر مذہبہ (تبدیلی مذہب)

عوام کے لیے جو بات باعثِ فتنہ وفساد ہو اس سے خود رکنا اور دوسروں کو روکنا ضروری ہے، جیسے فتح مکہ کے بعد حطیم کو خانۂ کعبہ میں داخل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ کو گرانے سے روکنا، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہارون رشید کو اس سے روکنا، اس کی صریح دلیل ہے، اسی لیے انتقال عن المذہب ممنوع ہے، بغیر عذر شرعی، بغیر اربابِ فتاویٰ سے رجوع کئے مسلکِ غیر پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، علماء کا فیصلہ ہے کہ عامی انسان کے لیے اس کے مفتی ہی کا مذہب ہے۔

قالوا : العامى لا مذهب له بل مذهبه مذهب مفتيه .

(رد المحتار على الدر المختار: ۲۹۳/۳)

دیندار پابند شرع اور راسخ فی العلم مفتی کے فتویٰ کے بغیر کسی بھی پیش آمدہ مسئلے میں مسلک غیر پر عمل کرنا درست نہیں، اس میں تلاعب بمذاہب المجتہدین کا اندیشہ ہے، ایسا شخص قابلِ تعزیر

ہے، اور مردود الشہادت، دنیوی مال یا شہوت پرستی کی وجہ سے اپنے مسلک کو چھوڑ کر مسلک غیر کے اختیار کرنے میں نزاع کے وقت زوالِ ایمان کا خوف ہے۔

أما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتأديب والتعزير لارتكابه المنكر فى الدين واستخفافه بدينه ومذهبه يطلقون تلك العبارات بالمنع من الانتقالات خوفاً من التلاعب بمذاهب المجتهدين، فى التاتارخانيه حكى ان رجلا من أصحاب أبى حنيفةؒ خطب إلى رجل من أصحاب الحديث ابنته فى عهد ابى بكر الجوزجانىؒ فأبى الا ان يترك مذهبه فيقرأ خلف الامام ويرفع يديه عند الانحطاط ونحو ذلك فأجابه فزوجه، فقال الشيخ بعد ما سئل عن هذه وأطرق رأسه النكجاح جائز ولكن أخاف عليه أن يذهب ايمانه وقت النزاع لأنه استخلف بمذهب الذى هو حق عنده وتركه لأجل جيفة منتنة . (رد المحتار على الدر المختار: ۲۶۳/۳)

لا (تقبل شهادته) من انتقل من مذهب ابى حنيفةؒ أى استخفافاً إلى مذهب الشافعىؒ ليزوج له أخاف أن يموت مسلوب الإيمان لإهانته للدين لجيفة قذرة .
(در مختار: ۵۳۹/۴، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه)

تلفیق کے معنی اور اس کا حکم

اپنے حسبِ منشأ رخصت تلاش کرنے کو فقہاء تلفیق کہتے ہیں۔

التلفيق هو تتبع الرخص عن هوى . (التعريفات الفقهية : ۲۳۶)

تلفیق کا مطلب یہ ہے کہ ایک قول ایک امام کا لے لیا اور ایک قول دوسرے امام کا جیسے کوئی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس میں اختیار کرے کہ خون سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور حنفیہ کا قول اس میں اختیار کرے کہ مس مرأۃ ناقض وضو نہیں ہے، اس لیے مس بھی کیا اور خون بھی نکلا تو

بھی اس نے وضونہیں کیا اور نماز پڑھے، حالانکہ دونوں اماموں میں سے کسی کے نزدیک بھی اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس لیے کہ اس کو خون نکلا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک اس لیے کہ اس نے مس مرأۃ کیا ہے، لہٰذا تلفیق سے بچنا ضروری ہے، اور یہ تلفیق حرام ہے۔
(تقریر بخاری: ۳/۴۶۰، از مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ)

بہرحال مسائل مختلفہ میں اسی قول کو اختیار کرنا جو اپنی خواہش کے موافق ہو تو اس سے دین کو خواہشِ نفسانی کے تابع بنانا ہے، (العیاذ باللہ) جو: أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ کے صریح خلاف ہے۔

مذہب غیر پر عمل کرنا اور ضرورت کی تعیین حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ضرورتِ شدیدہ اور ابتلاء عام کے وقت حنفیہ کے نزدیک دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کرکے اس پر فتویٰ دیدینا بھی جائز ہے، لیکن عوام کو خود اپنی رائے سے جس مسئلہ میں چاہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، اور اس زمانے میں احتیاط اس طرح ہوسکتی ہے جب تک محقق ومتدینین علماء کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا تحقق تسلیم کرکے دوسرے امام کے مذہب پر فتوی نہ دیں اس وقت تک ہرگز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑیں، بلکہ مذہبِ غیر کو لینے کے لیے یہ شرط ہے کہ اتباع ہواء کی بناپر نہ ہو، بلکہ ضرورتِ داعیہ کی وجہ سے ہو، اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علماء اہل بصیرت ضرورت سمجھیں۔ (الحیلۃ الناجزۃ: ۲۴/۲۵)

واللہ اعلم بالصواب

بدعات اور رسم ورواج کا بیان

(۴۴) مزار پر جانور (بکرا، بکری) ذبح کرنا، منت ماننا، اور ایسے کاموں میں شریک ہونا

سوال: ہمارے گاؤں تحصیل کامریج ضلع سورت میں بعض لوگ دیوبندی مسلک کے ہیں، اور بعض لوگ بریلوی مسلک کے ہیں، منت پوری کرنے کے لیے دو جانور لے کر اور دو ٹرک بھر کر لوگ دوسرے گاؤں مزار پر گئے، امام صاحب کو ساتھ میں آنے کی دعوت دی تو امام صاحب نے انکار کیا، تو وہ لوگ کہنے لگے آپ لوگ پیر اولیاؤں کو نہیں مانتے مصلحۃً امام صاحب ان لوگوں کے ساتھ چلے گئے جب واپس آئے تو ایک شخص نے امام صاحب سے کہا آپ کیوں ساتھ میں گئے؟ اور کہنے لگا کہ حرام کام میں مدد کی لہٰذا آپ کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، لہٰذا اب وہ تنہا نماز پڑھتے ہیں، تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا عقر فی الإسلام ، قال عبد الرزاق: كانوا يعقرون عند القبريعني ببقرة أو بشئ . (السنن لأبی داود: ۴۵۹)

جاہلیت یعنی اسلام سے پہلے زمانے کے لوگ مزار پر جانور ذبح کرتے تھے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا لہٰذا مزار پر جا کر جانور ذبح کرنا کھانا پکا کر کھانا اور دوسروں کو کھلانا شرعاً منع ہے، جیسے اوپر کی حدیث میں بیان کیا ایسے ناجائز کام میں شرکت کرنا جائز نہیں، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی صفت بیان کی ہے جس میں سے ایک صفت یہ بھی ہے: "وَالَّذِيْنَ لَايَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ" اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو جھوٹی اور باطل مجلسوں میں اور گناہ کے کاموں میں شریک نہیں ہوتے، لہٰذا ایسے ناجائز کام میں امام صاحب کو شرکت نہیں کرنی چاہیے تھی، آپ صلی اللہ کا فرمان ہے: جس کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے: بہت سے لوگ اولیاء کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے نام کی منت مانتے ہیں کہ میرا یہ کام ہوا، تو آپ کے نام پر کھانا کھلاؤں گا یہ باطل اور حرام ہے،

البتہ ایصالِ ثواب کے لیے اللہ کے نام پر جانور ذبح کر کے گھر پر کھانا پکا کر غریبوں کو کھلانا درست ہے۔

ان النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا إلی ضرائح الأولیاء الکرام تقرباً إلیھم فھو بالإجماع باطل وحرام ما لم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام .(شامی: ۲/ ۱۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مساجد (۱) مسجد حرام، (۲) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (۳) مسجد اقصیٰ، کے سواء کسی جگہ کی ذاتی فضیلت سمجھ کر سفر نہ کیا جائے۔ (ترمذی شریف:۴۴)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے اس کی ایک وجہ لکھی ہے، جاہلیت کے زمانے میں لوگ مزاروں کی تعظیم کے لیے جاتے تھے، تو اللہ کے علاوہ دوسرے کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائے، اس وجہ سے خاص مزاروں کی تعزیت کے لیے جانا منع فرمایا۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

۱/محرم الحرام/۱۴۱۲ھ

(۴۵) یوم عاشورہ کی فضیلت اور تعزیہ کا حکم شرعی

سوال: یوم عاشورہ کی فضیلت اور تعزیت کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟ تعزیہ بنانا جائز ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: یوم عاشورہ یعنی دسویں محرم کو بہت سے اچھے واقعات رونما ہوئے، اسی بنا پر اس دن کی فضیلت بہت ہے، جیسے: (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ سے نجات ملی۔ (۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری، مسلمانوں کو محفوظ رکھا اور کافر ہلاک ہوئے، (۳) حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔ (۴) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ (۵) یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا گیا۔ (۶) اس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اور اسی دن آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ (۷) ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

(۸) یعقوب علیہ السلام نابینا ہوئے، اسی دن بینائی واپس آئی۔(۹) سلیمان علیہ السلام کوحکومت ملی۔(۱۰) ایوب علیہ السلام کو بیماری سے نجات ملی۔(۱۱) ادریس علیہ السلام کوآسمان پر اٹھالیا گیا۔(۱۲) آپ علیہ السلام کی مغفرت کا اعلان کیا گیا۔(اوجزالمسالک:۳/ ۴۸)

اس دن روزے کی بہت فضیلت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالی سے امید رکھتا ہوں کہ دسویں محرم کا روزہ گزشتہ سالوں کے گناہوں کا کفارہ کردے گے۔

(ترمذی شریف)

لیکن ایک روزہ رکھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ایک اور دن ملا کر دو روزے رکھنے کا ارادہ کیا تھا، لہٰذا دو روزے رکھنا افضل ہے۔

تعزیہ یہ روافض اور شیعوں کا ایجاد کردہ ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ، ۶۱ھ میں شہید ہوئے، اس کے بعد آٹھ سو سال تک تعزیہ کو کوئی جانتا نہیں تھا، ۸۰۱ھ میں امیر تیمور لنگ جو مسلکاً شیعہ تھا اس نے سب سے پہلے تعزیہ کی رسم شروع کی، اس کے بعد سنی مسلمانوں نے رواج شروع کردیا، تعزیہ نہ صحابہ کرام نے بنایا ہے نہ تابعین نے، ائمۂ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس کا حکم نہیں دیا ہے۔

حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی تھی، اے اللہ جس طرح بت پرست بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اس کے سامنے جھکتے ہیں، مسلمان میری قبر پر نہ کرنے لگیں۔(مشکوۃ شریف:)

دوسری حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر عمارت گنبد یا چھت بنانے اور قبر پر بیٹھنے سے منع کیا ہے، تعزیہ قبر کی نقل ہے، اس کو بنانا اور زیبائش کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

حقیقت میں تعزیہ اہل بیت کے ساتھ محبت اور تعظیم کے بجائے ان کی بے عزتی کرنے کے برابر ہے، اس لیے کہ تعزیہ کو شہدائے کربلا کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے، اس بنا پر تعزیہ کی عزت کی جاتی ہے، اس کو بوسہ دیتے ہیں، اس کے سامنے لوٹتے ہیں، برکت حاصل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تعزیہ پر رکھتے ہیں محلوں میں پھرایا جاتا ہے، غم اور افسوس کے ساتھ اخیر میں ڈوبانے کے لیے لے جاتے ہیں اور توڑ پھوڑ کر ڈوبا دیتے ہیں تو شہداء کربلا کی قبروں کی صورت کو اپنے ہاتھوں سے ہی توڑ کر اس کی بے عزتی کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ برکت حاصل کرنے کے لیے روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا ہاتھ پھرا رہا ہے، تو اسے اس فعل سے منع کیا گیا اور کہا گیا یہ کرنا سنت کے خلاف ہے، تو پھر تعزیہ پر ہاتھ پھیرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، تعزیہ بنانے میں ہزاروں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے جس سے دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لہٰذا اتنی رقم دینی کاموں میں خرچ کی جائے، اگر محبت حسین رضی اللہ تعالی عنہ میں یہ رقم خرچ کی جاتی ہے تو امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی روحانی اولاد کو کیوں نہ دیدی جائے، کتنے سید (اہل بیت) غریب ہیں، اگر امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی محبت میں ان کی مدد کی جائے تو ضرور ثواب ملے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۴۶) ایصال ثواب کی رسم

سوال: مرحومین کے ایصال ثواب کی غرض سے لوگ مسجدوں میں یا گھروں میں جمع ہوکر قرآن خوانی کرتے ہیں اور پھر وہ مرحومین کو بخش دیا جاتا ہے تو کیا اس طرح جائز ہے؟

جواب: خاص اہتمام کر کے لوگوں کو دعوت دے کر ایصال ثواب کی غرض سے جمع کرنا شریعت کے خلاف ہے، شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، رسم ورواج کی پابندی اور اور دن تاریخ طے کئے بغیر مرحوم کے ہمدرد جمع ہوکر قرآن خوانی کر کے میت کو بخش دیں تو وہ جائز ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۱/۴/۸ء

(۴۷) میت کے لیے قرآن خوانی کرنا

سوال: ہمارے یہاں جب بھی کسی کی میت ہوتی ہے تو مرحوم کے ایصال ثوال کی غرض سے اس دن یا کسی اور دن مسجد میں اعلان کر کے یٰس شریف پڑھا جاتا ہے نمازیوں میں سے جو کوئی بھی شریک

ہونا چاہیے،اس میں شریک ہونا ہےاور یٰس شریف پڑھتے ہیں، اس کے بعد امام صاحب مرحومین کے لیے اجتماعی دعاء مغفرت کرتے ہیں تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟

جواب: رسم ورواج کی پابندی یا کوئی خاص تاریخ طے کئے بغیر شیرینی یا کھانے کا انتظام کئے بغیر اور لوگوں کو دعوت دیئے بغیر مسجد میں ایصال ثواب کی غرض سے تلاوت کا اعلان کرنا جس میں مرحوم کے رشتے دار وغیرہ شامل ہوکر قرآن خوانی کریں تو یہ جائز ہے۔

آپ کے وہاں یٰس شریف پڑھ کر دعا کی جاتی ہے جس میں لوگ اپنی مرضی اور خوشی سے شامل ہوتے ہیں، بعض چلے بھی جاتے ہیں، اور نہ بیٹھنے والے کو برا نہیں سمجھا جاتا شیرینی وغیرہ بھی تقسیم نہیں کی جاتی تو اس میں ممانعت جیسی کوئی چیز نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت اپنی اولاد اور رشتہ دار اور دوست احباب کی دعا کا منتظر رہتا ہے جب ثواب پہونچتا ہے تو وہ اسے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہوتا ہے۔

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الغرين ينتظر دعوة تلحقه من ابيه أو أخيه وصديق له فاذالحقه كان احب من الدنيا ومافيها. (عینی شرح ھدایة: ۱/۱۲۱۲)

روح البیان میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہوا، دوسری عورت نے جو مرنے والی عورت کو جانتی تھی اس نے خواب دیکھا کہ مرنے والی عورت کے تخت کے نیچے ایک نورانی برتن رکھا ہے جس کو اوپر سے ڈھانک دیا گیا ہے، اس عورت نے مرنے والی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے (مرنے والی عورت نے) جواب دیا کہ گذشتہ رات میرے شوہر نے ہدیہ بھیجا ہے وہ اس برتن میں ہے صبح کو اس عورت نے مرنے والی عورت کے شوہر سے خواب کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا کہ گذشتہ رات کو قرآن میں سے کچھ پڑھ کر میں نے اپنی مرحومہ عورت کو بخش دیا تھا۔

(تفسیر روح البیان: ۹/۲۵۱)

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے مسلمان ہر زمانے میں اور ہر وقت جمع ہوکر قرآن پڑھ کر مرحومین کو ایصال ثواب کرتے ہیں اور ایسا عمل مالکی اشافعی وغیرہ مذہب میں بھی رہا ہے۔ حوالہ بالا (۱/۱۶۱۲)

البتہ خاص اہتمام کرنا اور خطوط لکھ کر ختم قرآن کے لیے سب کو دعوت دینا کھانا کھلانا تیجا، چالیسواں وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الأسبع واتخاذ الدعوۃ لقراء ۃ القرآن وجمع الصلحاء والقرآء للختم، أو لقرائۃ سورۃ الأنعام أو الاخلاص . (رد المحتار: ۱/ ۸۴۲)

مفتی ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ ایک فتوے کے جواب میں لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص انتقال کرے، اور بغرض ایصال ثواب ایک روز قرآن خوانی کے واسطے مقرر کرے اور بستی کے مسلمانوں کو جمع کرے تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

قرآن خوانی کے لیے بستی کے مسلمانوں کو بلا تخصیص یوم جمع کرنا مباح ہے بشرطیکہ ان کو اجرت نہ دی جائے بلکہ پڑھنے والے پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں۔ (کفایۃ المفتی: ۴/ ۱۱۷)

فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے کہ اگر دن اور تاریخ طے کئے بغیر سب جمع ہو کر قرآن خوانی کریں یا کلمۂ طیبہ پڑھیں، اور اس کا ثواب مرحومین کو پہونچایا جائے تو اکثر علماء کے نزدیک یہ جائز ہے۔ (تالیفاتِ رشیدیہ: ۱۴۴)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۸/۳/۲۴ء

(۴۸) قبرستان جا کر ایصال ثواب کی فضیلت

سوال: قبرستان جا کر ایصال ثواب کی کوئی خاص فضیلت ہے؟

جواب: حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ اگر کوئی شخص قبرستان جا کر گیارہ مرتبہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھ کر یہ کہے: کہ اے اللہ! میں جو کچھ بھی پڑھا اس کا ثواب اس قبرستان کے مؤمن مرد اور عورت کو پہنچا دے، تو اس کے پڑھنے والے کو اس قبرستان کے مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ جوکوئی شخص قبرستان جا کر ’’الحمد شریف، اور ’’ قل ھو اللہ احد ‘‘،اور ’’ الھٰکم التکا ثر ‘‘ پڑھکر اس کا ثواب مردوں کو بخش دیں تو ان کو تو ثواب پہنچے گا ہی......اور اس کے لیے اس قبرستان کے مردے اللہ تعالی سے سفارش کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میت قبر میں اپنے رشتہ داروں کا اس قدر منتظر رہتا ہے جس قدر مرنے والا کسی سہارے کا۔

ماں باپ کی قبر پر جانا ایک حج کا ثواب رکھتا ہے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پہونچی ہے جوکوئی شخص ’’لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ‘‘ ستر ہزار مرتبہ پڑھے تو پڑھنے والے کی مغفرت کردی جاتی ہے اور جس میت کے لیے پڑھا جائے اس میت کی مغفرت کردی جاتی ہے جس کی وجہ سے میں یہ کلمہ ستر ہزار مرتبہ بغیر کسی نیت کے پڑھا کرتا تھا ایک دن میں ایک دعوت میں شریک ہوا جس میں بہت سے میرے ساتھی بھی تھے ان میں ایک شخص کشف میں مشہور تھا وہ رونے لگا میں نے تعجب سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ بذریعہ کشف مجھے معلوم ہوا کہ میری ماں عذاب میں مبتلا ہے میں نے دل ہی دل میں ان کلمات کا ثواب ان کی مرحومہ ماں کو پہنچا دیا وہ فوراً ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ میں اپنی والدہ کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔

قال الشیخ محی الدین بن العربیؒ انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان من قال لاالہ الااللہ سبعین الفاً غفرلہ ومن قبل لہ غفرلہ ایضا فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان أنوی لاحد بالخصوص بل علی الوجہ الاجمالی فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف فاذا ھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء فسألتہ عن السبب فقال أری أمی

فی العذاب فوهبت فی باطنی ثواب التهليلة المذكورة لها فضحک وقال انی اراها الآن فی حسن المآب . (مرقاۃ المفاتیح : ۱۰۲/۲) واللہ اعلم بالصواب

(۴۹) میت کے لیے ''یٰس شریف'' کا ختم رکھنا

سوال: ہمارے یہاں ایک رسم شروع ہوئی ہے کہ اگر بستی میں میت ہوتی ہے، تو مسجد کے بلیک بورڈ پر ختم یٰس شریف کا اعلان لکھا جاتا ہے اور مسجد میں یٰس شریف کا ختم ہوتا ہے جس میں امام صاحب کی حاضری ضروری ہوتی ہے بعض حضرات مسجد میں یٰس شریف پڑھتے ہیں اور ساتھ میں رشتے داروں کو دعوت دیکر ان کے لیے کھانے پانی کا انتظام کیا جاتا ہے، تو اس معاملہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: مردوں کو ایصال ثواب کرنا بہت ہی ضروری ہے، نفل، خیر خیرات، نفل روزہ، نماز، قرآن کی تلاوت کا ثواب مرحوموں کو پہونچتا ہے اور شریعت کا طریقہ بھی یہی ہے۔

نفل روزہ، نماز، یا قرآن کی تلاوت کر کے یہ کہے کہ اے اللہ میں نے جو کچھ بھی پڑھا اس کا ثواب مرحومین کو پہونچا دے اور ساتھ میں اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہونچایا جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے اوپر بہت احسان ہیں۔ (کفایۃ المفتی: ۱۱۲/۴)

مطلب یہ کہ ہر شخص اپنی نفل عبادت کا ثواب مرحومین کو پہونچا سکتا ہے میت کے گھر دعوت دیکر سب کو بلانا اور ان کے لیے کھانے پانی کا انتظام کرنا شرعاً جائز نہیں بلکہ شریعت کے خلاف ہے کیونکہ دعوت تو خوشی کے موقع پر دی جاتی ہے۔

يكره اتخاذ الدعوة من الطعام من اهل الميت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة وان اتخذ طعاماللفقراء كان حسنا .

(شامی : ۱ / ، کبیری: ۵۶۱)

یہ دعوت اور کھانے کا انتظام تو زیادہ تر رسم ورواج کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور اگر اس کا مقصد میت کو ثواب پہونچانے کا ہو تو اس دعوت کے حقدار غریب اور نادار لوگ ہوتے ہیں، رشتے دار اور

مالدار لوگ اس کھانے کے مستحق نہیں ہوتے اور غیر مستحق کا شرکت کرنا مکروہ ہے۔

(کفایت المفتی: ۴/۱۱۶)

قرآن کریم اور آپ صلی اللہ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کے رشتہ دار بذات خود قرآن کی تلاوت کر کے یا خیر خیرات کر کے اپنے مرحومین کو ثواب پہونچائیں اور دعا کرتے رہیں۔

قرآن کریم میں ماں باپ (والدین) کے لیے ہدایت دی گئی ہے کہ اس طرح دعا کریں:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۔

ترجمہ: اور اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل: ۲۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن کریم میں نقل کی گئی ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔

ترجمہ: اے ہمارے پردگار مجھے اور میرے والدین اور تمام مؤمنین کو روزِ حساب کو بخش دیجئے۔ (سورۂ ابراہیم: ۴۱)

احادیث:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس گھر میں کوئی مرجاتا ہے اور اس کے گھر والے اس مرنے والے کی طرف سے صدقہ خیرات کرتے ہیں (نفل) تو اس کا ثواب حضرت جبرئیلؑ نور کی تھالی میں لے کر اس کی قبر پر جاتے ہیں اور وہاں کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ اے صاحب قبر یہ تحفہ آپکو آپکے گھر والوں نے بھیجا ہے اس کو قبول کرو یہ سن کر میت خوش ہو جاتا ہے اور دوسرے مرحومین کو خوش خبری سناتا ہے اور جس کو ثواب نہیں پہونچتا وہ افسوس کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نیک بندوں کو اللہ تعالی جنت میں بہت بڑا درجہ عنایت فرمائیں گے، تو وہ تعجب سے کہیں گے کہ اے اللہ یہ درجہ کس طرح ملا؟ تو اللہ تعالی جواب

میں فرمائیں گے کہ تیری اولاد کے استغفار اور دعاء کی برکت سے تجھے یہ درجہ ملا ہے۔

(احکام میت:۲۵۳)

مندرجہ بالا آیاتِ قرآن اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل یہ ہے کہ میت کو اس کے رشتے دار وغیرہ ثواب پہونچائیں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بذاتِ خود مرحومین کے فائدے کے لیے خیر خیرات کرتے تھے، اور ثواب پہونچاتے تھے، حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عام طریقہ یہ تھا کہ وہ غریب اور حاجتمند کی مدد کرنے کو پسند فرماتے تھے اور ایصالِ ثواب بھی ایسا ہی ہے، اس کے لیے اعلان کرنا مناسب نہیں۔

(رسالہ تحقیق مسئلۂ ایصال ثواب:۱۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ہم ہمارے مرحومین کے لیے دعاء کرتے ہیں، خیر خیرات کرتے ہیں، حج کرتے ہیں، تو کیا اس کا ثواب مرحوموں کو پہنچتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کو ثواب پہنچتا ہے، اور وہ خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ تم میں کا ایک ہدیہ ملنے سے خوش ہوتا ہے۔ (عینی شرح بخاری:۶/ ۳۰۵)

لہٰذا بذاتِ خود قرآن کریم کی تلاوت یا خیر خیرات کرکے اپنے مرحوموں کو ثواب پہونچانا چاہیے۔

مسجدوں میں ختم قرآن رکھنے سے اگرچہ اس کے بعد کھانے پینے کا انتظام نہیں ہے پھر بھی آگے جاکر یہ رسم شروع ہوجانے کا خطرہ ہے، اور اگر یہ رسم شروع ہوگئی تو جب تک وہ جاری رہے گی اس کا گناہ رسم شروع کرنے والے کو ہوتا رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **من سن فی الإسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له أجر من عمل بها ، ولا ينقص من أجورهم شئ، ومن سن فی الإسلام سنة سيئة فعمل بها بعده كتب عليه مثل وزر من عمل بها ولاينقص من اوزارهم شئ .** (الصحیح لمسلم : ۲/ ۳۴۱)

جس کسی نے اسلام میں نیک کام جاری کیا تو جب تک وہ نیک کام جاری رہے گا شروع

کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، اور جب تک لوگ اس بری رسم پر چلیں گے تو اس کا گناہ شروع کرنے والے کو ہوگا۔

اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ بھلائی حاصل کرنے سے برائی کو دور کرنا بہتر ہے۔ (برائی کو دور کرنا مقدم ہے بھلائی حاصل کرنے سے)

درء المفاسد مقدم أى دفع المفسدة مقدم على جلب الصلحة .

(طحطاوی: ۲۹۴)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۰) بارہ ربیع الاول کی رات کو قرآن خوانی کی رسم

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں بارہ (۱۲) ربیع الاول عید میلاد کی رات کو بعد نماز عشا تمام مقتدی جمع ہوکر قرآن کریم کا ختم پڑھتے ہیں، تو کیا اس طرح اس رات کو قرآن خوانی کرنا بدعت ہے؟ قرآن خوانی کے لیے نماز کے بعد مؤذن صاحب اعلان بھی کرتے ہیں۔

جواب: رسم ورواج کی پابندی اور دن تاریخ طے کئے بغیر لوگ جمع ہوکر قرآن خوانی کریں اور اس کا ثواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کو پہونچادیں تو یہ شرعاً جائز ہے، بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ ہر شخص دن میں جو کچھ بھی پڑھے اس کو چاہیئے کہ اس کا ثواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کو پہونچادے۔

وقول علمائنا ..... له أن يجعل ثواب عمله بغيره يدخل النبى صلى الله عليه وسلم فأنه أحق بذلك .... جميله له .(شامی: ۱/۷۴۵)

باقی سال میں کوئی ایک دن طے کرلینا اور اس دن قرآن خوانی کو ضروری سمجھنا شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۱/۵/۲۴ء

(۵۱) شادی کے موقع پر بانس کی ناؤ بنا کر اس میں چراغ جلا کر ندی میں چھوڑنے کی رسم

سوال: شادی کے موقعے پر ایک جگہ جانے کا اتفاق ہوا، اس گاؤں میں شادی سے ایک دن پہلے بانس کی ناؤ بنا کر عورتیں ندی میں چھوڑتی ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں ایک مزار ہے اگر یہ رسم نہ کی جائے تو میاں بیوی کی معاشرتی زندگی میں پریشانیاں بڑھتی ہیں، تو کیا یہ صحیح ہے؟ ایسی شادیوں میں حاضری دینا اور وہاں کھانا کھانا جائز ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں جو حقیقت درج کی ہے، وہ سراسر شریعت کے خلاف اور ہنود کا طریقہ ہے اور شریعت نے غیر قوموں کے طریقے کو اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، اس طرح ماننا شریعت کے خلاف ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے تک مصر میں ایک رسم چلی آرہی تھی کہ ایک لڑکی کو بناؤ سنگار کر کے دریا کے کنارے پر بٹھا دیا جاتا تھا، دریا کی موج کے زور سے وہ لڑکی اس میں بہہ جاتی تھی اور دریا پوری تیزی سے بہنا شروع ہو جاتا تھا، یہ صورت دیکھ کر مصر کے حاکم حضرت عمرو بن العاصؓ نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا، حضرت عمرؓ نے ایک چھوٹا سا رقعہ دریا نیل کے نام لکھا: کہ اے دریا! اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں۔

یہ کہہ کر وہ رقعہ دریا میں ڈال دیا گیا جیسے ہی وہ رقعہ ڈالا گیا دریا پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے بہنے لگا، اس طرح یہ بری رسم ختم ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

اسی طرح کا ایک اور قصہ ہے کہ ایک تاجر کسی جزیرہ پر پہونچا تو اس کو ایک جگہ ٹھہرایا گیا، جس گھر میں وہ ٹھہرا تھا دیکھا کہ اس کا مالک بہت ہی رنج وغم میں ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں ایک رسم ہے کہ ہر سال ایک لڑکی سمندر کے کنارے بٹھا دی جاتی ہے سمندر کی موج آکر اس کو بہا لے جاتی ہے، اس سال میرے گھر کی باری ہے، تو مہمان تاجر نے کہا کہ مجھے اس جگہ بٹھا دیا جائے جہاں لڑکی کو بٹھا دیا جاتا ہے صبح کو جب بستی والے دیکھنے گئے تو وہاں لڑکی کے

بجائے ایک مرد کو دیکھا جو قرآن کی تلاوت کرتا تھا، بستی والوں کو پوری بات بتائی تو انہوں نے مہمان سے اس کے دین کے بارے میں پوچھا اور پھر ساری بستی والے مسلمان ہوگئے اور یہ غلط رسم ہمیشہ کے لیے بند ہوگئی۔ (البلاغ:۱۹۹۹)

لہٰذا آپ نے جو حالت لکھی وہ شریعت کے خلاف ہے اور یہ جائز نہیں ہے اسے بند کرنا ضروری ہے اور گاؤں والوں کو نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے۔

اگر پہلے سے آپ کو معلوم ہو کہ وہاں شریعت کے خلاف کام ہوتے ہیں تو ایسی مجلس میں حاضر ہونا جائز نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب ولیمہ وغیرہ کی دعوت دی جائے اور اس میں ناچ گانا کھیل کود وغیرہ بھی ہو تو اس کو قبول نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: کہ جس مجلس میں شریعت کے خلاف کام ہوتے ہوں ایسی مجلس میں شرکت نہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ .

ترجمہ: تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔ (سورۃ الانعام:۶۸، ہدایہ:۴/۴۵۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۲) شادی میں ہدیہ لینے دینے کی رسم

سوال: لوگوں میں یہ رسم بہت مشہور ہے کہ جب کسی کے یہاں شادی وغیرہ خوشی کا موقع ہوتا ہے، تو ان کے رشتے دار و احباب وغیرہ کو شادی میں شرکت اور کھانے کی دعوت دی جاتی ہے، آنے والا شخص اپنی حیثیت کے مطابق اور رشتے داری اور تعلقات کے اعتبار سے کچھ رقم ہدیہ کے طور پر دیتا ہے، لیکن دینے والے کے یہاں جب بھی کوئی خوشی کا موقع ہوگا، جن جن لوگوں کو وہ پہلے ہدیہ دے چکا ہے، وہ لوگ اتنی ہی رقم یا اس سے زیادہ اس موقع پر دیتے ہیں، تو کیا اس طرح شادی میں رقم لینا اور دینا جائز ہے؟

جواب: شادی یا خوشی کے موقع پر ہدیہ کے طور پر جو رقم دی جاتی ہے یا کوئی چیز تحفے کے طور پر دی جاتی ہے اگر یہ شہرت یا ناموری کے لیے نہیں ہے اور سامنے والے کے پاس سے اپنے یہاں خوشی کے موقع پر لینے کی نیت نہ ہو تو یہ جائز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **تھادوا تحابوا.**

ترجمہ: آپس میں ہدیہ دو محبت پیدا ہوگی۔

لیکن آج کل شادی کے موقع پر ہدیہ کے طور پر جو کچھ دیا جاتا ہے، لینے اور دینے والے دونوں کے ذہنوں میں یہ بات تو ہوتی ہی ہے، کہ جتنی رقم ہدیہ کے طور پر دی ہے اس سے زیادہ نہیں تو اتنی رقم دوسرے موقع پر دینی ہی پڑے گی، خواہ زبان سے یہ شرط آپس میں نہیں ہوتی، لیکن لوگوں میں یہ بات مشہور ہونے کی وجہ سے اور رسم کی وجہ سے اس کو مشروط سمجھا جائے گا۔

فقہ کا قاعدہ ہے کہ: **المعروف کالمشروط.** لوگوں میں جو چیز مشہور ہو، اس کو شرط سمجھا جائے گا۔ (شامی: ۴/، قواعد الفقہ: ۱۲۵)

بعض جگہ کھانے کی جگہ پر ٹیبل اور کرسی رکھ کر وہاں کاپی میں رقم دینے والے کا نام اور رقم لکھی جاتی ہے تاکہ سامنے والے شخص کو دوسری بار دینے میں سہولت رہے اس صورت میں جس کو یہ رقم دی ہے وہ اس پر قرض سمجھی جائے گی اور قرض کا حکم یہ ہے کہ اپنا قرض جلدی سے ادا کر دیا جائے، اور قرض ادا کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود دیر کرنا ظلم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **مطل الغنی ظلم.** (مالدار کا ٹول مٹول کرنا ظلم ہے)۔ (ابوداود شریف)

اور جس شخص کو دیا ہے وہ انتقال کر جاتا ہے، تو اس رقم کی امید اس کی اولاد سے رکھی جاتی ہے اور اگر اولاد وہ قرض ادا نہیں کرتی تو مرنے والا قرض میں دب جاتا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: **وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ .**

ترجمہ: اور جو کچھ تم بطور سود دیں گے، تاکہ وہ زیادہ ہو لوگوں کے پاس تو سن لو، وہ اللہ کے پاس بڑھتا نہیں۔ (سورۃ الروم: ۳۹)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگوں کے لیے نازل ہوئی ہے جو اپنے رشتہ داروں اور احباب کو اس طور پر کچھ دیں کہ بعد میں سامنے والا اس سے زیادہ مجھے دے گا، تو اس طرح کچھ دینا تو اس میں نہ تو کچھ برکت ہے اور نہ ہی ثواب کا استحقاق ہے۔ (روح المعانی)

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ایک بری رسم کی اصلاح کی گئی ہے بہت سے رشتہ دار جو کچھ بھی شادی یا خوشی کے موقع پر دیتے ہیں ان کا خیال ہوتا ہے کہ سامنے والا ہمیں اتنا ہی یا اس سے زیادہ دے گا، قرآن کریم میں اس رسم کو سود کہا ہے اور فرمایا ہے: کہ یہ بھی سود کا ایک طریقہ ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر لوگ عوض کے طور پر دیتے ہیں، تو اس کا عوض ضروری ہے اور لکھا ہے کہ اصل میں یہ جو رسم ہے وہ شرط کے برابر ہے۔

(شامی: ۴/)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ رقم قرض ہے اس طرح لینا اور دینا شرعاً حرام ہے، البتہ اگر کوئی صحیح نیت سے اور نہ لینے کی نیت سے دے تو یہ جائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۵۳) مزار پر پھول چڑھانا اور چراغ جلانا

سوال: ہمارے یہاں غیبن شاہ باوا کی مزار ہے، وہاں پر جھنڈا لگا ہوا ہے تو کیا جھنڈا لگانے سے گناہ ہوتا ہے؟ لوگ اس کو سلام بھی کرتے ہیں مجاور کہتا ہے کہ اس کو نکال دینا چاہیے اور مزار کے سرہانے چراغ جلایا جاتا ہے اور وہاں پھول بھی رکھتے ہیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: مزار پر جھنڈا لگانا جائز نہیں ہے، اور اس کو سلام کرنا بھی جائز نہیں، بلکہ گناہ کا کام ہے، اس سے لوگوں کے عقیدے خراب ہونے کا خطرہ ہے لہٰذا اس کو نکال دینا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانے میں جس کیکڑ کے درخت کے نیچے صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کفار سے لڑنے کی بیعت کی تھی حضرت عمرؓ کے زمانے میں آپ کو معلوم ہوا کہ لوگ وہاں جا کے نماز پڑھتے ہیں تو آپ نے بدعت کے خوف سے اس درخت کو کٹوا دیا۔

إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ . (سورة الفتح: ۱۸)

قال فی انسان العیون صارت تلک الشجرة التی وقعت عندها البیعة یقال لها شجرة الرضوان وبلغ عمر بن الخطاب فی زمان خلافته ان ناسا یصلون عندها فتدعوهم امر بها فقطعت خوف ظهور البدعة . (روح البیان)

لہٰذا مزار کے اوپر سے جھنڈے کو نکال دینا چاہیے، اور مزار کے پاس چراغ جلانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آتی ہے:

لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج .

(السنن لأبی داؤد: ۲/ ۴۶۱، کتاب الجنائز، باب زیارت النساء القبور، کفایة المفتی: ۱۸۴)

قبر پر پھول رکھنا درست نہیں ہے۔ (کفایۃ المفتی: ۱۸۳، امداد الفتاوی: ۵/ ۳۳۹)

بہتر یہی ہے کہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر کچھ تلاوت کر کے ان کو بخش دیا جائے یا تو نفل نماز پڑھ کر ان کو ثواب پہونچایا جائے اس سے مرحومین کو زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۶/۱۱/۱۷

(۵۴) ماہ رجب میں کونڈوں کی رسم

سوال: ہمارے یہاں ایک بات بہت ہی مشہور ہے کہ ۲۲/ رجب کو حضرت جعفر صادقؒ کی وفات ہوئی تھی، لہٰذا ان کے سوگ میں کونڈوں میں کھیر بنا کر لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہے اور یہ بڑے اہتمام کے ساتھ ہر سال رجب میں کیا جاتا ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ماہِ رجب کی پہلی تاریخ یا بعض راتوں میں خاص طریقے سے نمازیں پڑھی جاتی ہیں، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اسی طرح کونڈوں کی رسم محض بے اصل اور خلاف شرع ہے، جو ۲۲/رجب کو کونڈوں میں کھیر بنا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں اور اس کی نسبت حضرت جعفر صادق کی طرف کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بائیس (۲۲) رجب کو ان کی وفات ہوئی تھی حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش رمضان ۸۰ھ میں ہوئی تھی، اور وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی، آپ کی وفات ماہ رجب میں نہیں ہوئی، البتہ ۲۲/رجب المرجب حضرت معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے، درحقیقت یہ رسم وتقریب حضرت معاویہؓ سے دشمنی کی وجہ سے ایک خاص جماعت کے لوگوں نے ان کی وفات کی خوشی میں منائی تھی اور لوگوں کو مخصوص کونڈوں میں پکا کر کھلایا گیا تھا اور یہ غلط رسم ہمارے بھائیوں نے اپنالی ہے، جس کو ترک کردینا ضروری ہے، اہل سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہیے، نہ اس رسم کو بجالائے، اور نہ اس میں شرکت کرے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۵۵) عید مبارک کہنا

سوال: عید کے روز عید کی نماز کے بعد ''عید مبارک'' کہنے کا عام رواج ہے، تو کیا اس طرح کہنا جائز ہے؟

جواب: عید کے دن عید مبارک کہنا شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اگر اس کو ضروری سمجھا جائے تو مکروہ اور گناہ کا کام ہے، عید کے موقع پر اس طرح کہنا چاہیے: تقبل الله منا ومنكم .

(حلبی کبیری)

واللہ اعلم بالصواب

(۵۶) مسجد میں درود شریف کی مجلس رکھنا

سوال: حضرت مولانا تھانوی نے اپنی کتاب ''زادالسعید'' میں چالیس درود شریف جمع کئے ہیں یہ درود شریف مسجد میں ایک شخص پڑھتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اور دل میں آمین کہتے ہیں، تو اس طرح ذکر کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

جواب: مسجد میں نماز پڑھنے والے کو اور تلاوت وغیرہ کرنے والے کو خلل نہ پہونچے اس طرح اگر درود شریف پڑھا جاتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں تو یہ درست ہے، کیوں کہ اس میں تعلیم و تعلم ہے ،جس میں کم وقت میں لوگوں کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۵۷) شب معراج ،شب برأت ،شب قدر اور یوم عاشورہ میں خاص طریقہ سے نوافل پڑھنا:

سوال: خاص مواقع پر جیسا کہ شب معراج، شب برأت ،شبِ قدر وغیرہ میں خاص طریقے سے نوافل پڑھنے کو کہا جاتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ خاص طریقے سے نماز پڑھنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ اس سے تو قضاء عمری پڑھنا بہتر ہے۔ لہٰذا حقیقت کیا ہے؟

جواب: ہمیشہ عشا و فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: عشا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے پوری رات عبادت کا ثواب ملتا ہے، مخصوص راتوں میں مخصوص طریقے سے نماز پڑھنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، عام طور پر جس طرح نفل نماز پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھا جائے۔ اور اگر قضائے عمری باقی ہو تو اس کو پڑھنا چاہیے۔

وما روی من الصلوات فی ھذہ الأوقات یصلی فرادیٰ غیر التراویح .

(شامی: ۱/ ۶۴۲)

واللہ اعلم بالصواب

۲۰۰۰/۱۱/۲۲

(۵۸) عاشورہ کے دن سب کا جمع ہوکر نوافل وغیرہ پڑھنا

سوال: ہمارے یہاں بہت پہلے سے مسجد میں عاشورہ کے دن صبح میں دو گھنٹے نوافل اور بعض بزرگوں کی لکھی ہوئی قلمی کتابوں سے دعائیں پڑھی جاتی ہیں، جس میں بہت سے لوگ شامل ہوتے ہیں تو کیا اس طرح پڑھنا صحیح ہے؟ اور یہ رسم اندازاً ایک سو پچاس سال سے چلی آرہی ہے، ہم سے اس کا ثبوت مانگا جاتا ہے لیکن ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے آج تک ہم سے کسی نے ثبوت نہیں مانگا، تو کیا اس طرح جمع ہوکر پابندی سے نوافل دعاء وغیرہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: نفل نمازیں تلاوت قرآن دن اور تاریخ طے کئے بغیر پڑھنا درست ہے، البتہ پڑھنے کے لیے یوم عاشورہ کو خاص کرنا اور مسجد میں جمع ہوکر پڑھنا، اپنی طرف سے دین میں نئی بات شامل کرنے کے برابر ہے۔

نوافل اور دعائیں گھر میں کی جانے والی عبادت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل نوافل اور سنن کا گھر پر جاکر پڑھنے کا تھا، اور فرمایا: **لاتجعلوا بيوتكم قبوراً .** اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، یہ فرما کرامت کو اس کی تعلیم دی۔

سوال میں لکھا ہے کہ ایک سو پچاس (۱۵۰) سال سے یہ رسم چلی آرہی ہے اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے یہ رسم نہیں تھی، بعد میں لوگوں نے یہ رسم بنالی، لہٰذا سوال میں عاشورہ میں عبادت کا جو طریقہ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس کو ترک کردینا چاہیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد .** (بخاری شریف: ۱/۲۸۷)

اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ: **من أحدث في أمرنا هذاماليس منه فهو رد .**

(بخاری شریف: ۱/۳۷۱)

والله اعلم بالصواب

(۵۹) محرم الحرام کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک دودھ شربت وغیرہ پلانا

سوال: محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک بعض مسلمان ہر روز شام میں دودھ یا شربت وغیرہ امام حسن وحسین رضی اللہ تعالی عنہما کے نام پر لوگوں کو پلاتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟ اس کے متعلق شریعتِ مطہرہ کا کیا فرمان ہے؟

جواب: صورت مسؤلہ میں محرم الحرام کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک دودھ وغیرہ پلانے کی جو رسم بیان کی ہے وہ شریعت کے خلاف ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں: غلط رسم میں پیسے خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے، جو حرام ہے۔ (رسومات محرم الحرام: ۱۳)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں: خاص ان دنوں میں خیر خیرات کرنا یہ سمجھ کر کہ ان دنوں میں زیادہ ثواب ملتا ہے تو یہ بدعت ہے، اسی طرح کسی خاص دن کھانا کھلانے کے لیے خاص کر لینا لغویات میں سے ہے۔ (رسومات محرم الحرام: ۱۴)

شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: اگر یوم عاشورہ میں ماتم کرنا جائز ہوتا، تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اَجمعین اور تابعین رحمہم اللہ یہ کرتے، اور اس طریقے کو جاری رکھتے، کیوں کہ وہ اس طریقے کو اختیار کرنے کو زیادہ حقدار تھے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، لہٰذا یہ شریعت کے خلاف ہے۔ (غنیۃ الطالبین: ۴۵۹)

لہٰذا محرم کے دن سبیل لگانا لوگوں کو شربت پلانا وغیرہ شریعت کے خلاف ہے، اور یہ روافض کا طریقہ ہے ان کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کر دینا ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۷/رمضان المبارک، ۱۴۱۶ھ

(۶۰) عید میلاد میں مولود شریف پڑھنا

سوال: بارہ ربیع الاول کو عید میلاد منائی جاتی ہے، اسی طرح پہلی تاریخ سے بارہ ربیع الأول تک عورتیں جمع ہو کر بلند آواز سے مولود شریف پڑھتی ہیں پورے محلے میں ان کی آواز پہونچتی ہے تو اس کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر طریقہ اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، اور رہن سہن وغیرہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک طریقوں کو مسلمانوں تک پہونچانا اور صحیح طریقوں سے لوگوں کو واقف کرانا ضروری ہے، اسی طرح مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو بیان کرنا بہترین عبادت اور ایمان کی روح ہے۔

البتہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جو رسم منائی جاتی ہے اور فضول روشنیاں کی جاتی ہیں اور مولود کے نام سے جو مجلسیں کی جاتی ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ علامہ ابن الحاج نے لکھا ہے: جن بدعتوں کو لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کی ہے، اور ان کو کرنے میں سب سے زیادہ عبادت کا عقیدہ رکھتے ہیں ان میں ایک ربیع الاول میں مجلس مولود بھی ہے۔ (جواہر الفقہ :۱/ ۲۰۷)

ربیع الاول میں اگر مجلس مولود کرنا، چراغاں کرنا خیر و برکت ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کو بیان فرماتے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دل کھول کر مجلسیں اور چراغاں وغیرہ کرتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا اور نہ اس کا حکم فرمایا، نہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نہ تابعین میں سے کسی نے ایسا کیا، ائمۂ مجتہدین نے بھی ایسا نہیں کیا، خیر القرون میں مجالس اور چراغاں وغیرہ نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان دنوں میں مجلس مولود اور چراغاں کرنا ثواب کی چیز نہیں ہے، لہٰذا اس عمل کو ذریعۂ ثواب سمجھنا بدعت و معصیت ہے۔

محفلِ میلاد کی ابتداء، سن ۶۰۴ھ میں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ سو (۶۰۰) سال بعد ہوئی، تب تک اس کا خیال بھی کسی کو نہیں آیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسم بہت بعد میں شروع ہوئی۔

عورتوں کو جمع ہوکر بلند آواز میں مولود شریف پڑھنا سخت گناہ ہے، اس میں غیر محرم تک آواز پہونچے تو یہ بھی ایک طرح کا زناء ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو ضرورت کے وقت بات کرنے طریقہ سکھایا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: يَـا نِسَـآءَ الـنَّبِـيِّ لَسْتُـنَّ كَـاَحَدٍ مِّنَ النِّسَـآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً ۔

ترجمہ: اے نبی کی عورتو تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں، اگر تم ڈر رکھو سو تم دب کر بات نہ کرو، پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں روگ ہے، اور معقول بات کہو۔ (سورۃ الاحزاب: ۳۲)

جب اللہ تعالی نے بات کرنے میں اتنی احتیاط کا حکم دیا ہے، تو جمع ہوکر ایک ساتھ بلند آواز میں مولود پڑھنا کس طرح جائز ہوگا، راجح قول کے مطابق عورت کی آواز بھی ستر میں داخل ہے، اسی طرح سے اگر عورت نماز میں زور سے قراءت کرے گی تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

(درمختار شامی: ۱/ ۳۷۷)

مولود گانے کے طرز پر پڑھا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والیوں پر اور جس کے گھر میں گانا ہوتا ہوان دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (روح المعانی: ۶/ ۴۶۳)

مجلس مولود رکھنے میں نیکی برباد ہوجاتی ہے، گناہ لازم آتا ہے اس کو ترک کردینا چاہیے، اور درود شریف پڑھتے رہنا چاہیے، اس سے روزی میں برکت ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

(۶۱) گیارہ ربیع الثانی کو غوث الاعظم کی نیاز کرنا

سوال: گیارہ ربیع الثانی کو غوث الاعظمؒ کے نام سے نیاز کرتے ہیں، کھانا بنا کے لوگوں کو کھلایا جاتا ہے، تو اس طرح سے کھانا بنا کر کے کھلانا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ ہیں جن کی عظمت ومحبت ایمان کی علامت ہے، اور بے ادبی اور گستاخی گمراہی کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو کوئی میرے نیک بندوں سے دشمنی رکھے گا میری طرف سے ان کے لیے اعلان جنگ ہے۔

من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنته بالحرب . (الصحیح للبخاری: ۲/۹۶۳)

سال میں ایک آدھ مرتبہ کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرنا یہ حقیقی محبت کی علامت نہیں ہے، بلکہ علماء نے صاف لکھا ہے: نماز روزہ، صدقہ، خیرات کرنے میں ہر مومن مرد وعورت کو ثواب پہونچانے کی نیت کرنی چاہیے، اس سے ہر ایک کو ثواب پہونچے گا اور پہونچانے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب اور عقیدہ ہے۔ (شامی: ۱/۸۴۴)

لہٰذا ہر روز، نوافل، صدقہ، خیرات کر کے، ہر ایک مسلمان کو ایصال ثواب کرے، اور نیاز کا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا بنا کے وہ کھانا غریبوں کو کھلائے اس کا ثواب غوث الاعظمؒ کو پہونچائے، یا دوسرے بزرگوں کو پہونچائے تو یہ صحیح ہے، لیکن اس کے لیے دن مہینہ اور تاریخ متعین کر لینا شریعت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

اگر کھانا منت کا ہے تو اس کے حقدار صرف غرباء حضرات ہیں، مالدار کا اس کو کھانا جائز نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر کھانا پکایا ہو، تو خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی منت ماننا حرام ہے، اور نیاز اور منت اسی طرح کی عبادت ہے، اور کسی بھی طرح کی عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسا کھانا کھلانا اور کھانا درست نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

(البحر الرائق: ۲/۲۸۹، شامی: ۲/۱۷۵، فتاوی عزیزی: ۱۴۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۲) ربیع الاول کے مہینے میں جشن وجلوس کا اہتمام کرنا

سوال: ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کے جشن وجلوس کا اہتمام ہوتا ہے اور جلوس میں اشعار پڑھے جاتے ہیں، تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کا بیان کرنا اور اس کو سننا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت سے لوگوں کو واقف کرنا بہت ہی بابرکت عمل ہے، اور ثواب کا کام ہے۔

اور امت محمدیہ کی کامیابی اور بھلائی اسی میں ہے کہ مسلمان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو جانیں اور اس پر عمل کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر جائز طور پر خوشی محسوس کرنا یہ کامل مومن ہونے کی علامت ہے، البتہ اس کے لیے جلسے جلوس جشن کا اہتمام کرنا، اور ساتھ میں اشعار پڑھتے ہوئے چلنا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم أجمعین، تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ سے اور بزرگانِ دین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

سال میں ایک مرتبہ خاص ایک مہینے میں میلاد کا جلسہ کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا نہیں ہوتا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر جو احسان ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور تمام سنتوں پر عمل کیا جائے، اسی طرح قرآن کریم کی جتنی بھی تلاوت کی جائے، نوافل پڑھیں صدقہ خیرات کریں، اس کا ثواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچایا جائے، اس میں احسان کی ادائے گی ہے۔ فقط والسلام

واللہ اعلم بالصواب

(۶۳) افطار کے وقت اجتماعی دعاء کرنا مراقبہ میں موت کو یاد کرنا اور ایسے اشعار پڑھنا جس سے موت کی یاد تازہ ہو جائے، اجتماعی طور پر ذکر جہری کرنا، اور ختم خواجگان پڑھنا

سوال: (۱) ہمارے یہاں دو تین سال سے رمضان میں افطار سے پہلے اجتماعی دعا کی جاتی ہے، مولانا صاحب دعا کرتے ہیں اور لوگ آمین کہتے ہیں تو یہ اجتماعی دعا کی کوئی حقیقت ہے، کسی حدیث وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اگر نہیں تو اس عمل کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟

(۲) رمضان میں دوسری عبادت یہ بھی کی جاتی ہے، کہ اندھیرا کر کے مراقبہ کی حالت میں موت کو یاد کیا جاتا ہے، اس طور پر کہ امام صاحب موت یاد دلانے والے اشعار بآواز بلند پڑھتے ہیں، یہ بھی اجتماعی طور پر کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت ہے؟

(۳) ماشاء اللہ ہمارے یہاں پیری مریدی کا سلسلہ بہت چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں خوب برکت دے، اس میں یہ بات ہے کہ رمضان میں تراویح ودرس قرآن اور درس حدیث کے بعد سب لوگ ممبر کے پاس جمع ہو کر اندھیرا کر کے (اللہ اللہ) کا ذکر جہری کرتے ہیں، یہ بھی اجتماعی ہوتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل صحابہ کرام کو جمع کر کے کیا ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ احناف کے نزدیک ذکر جہری کرنا کیسا ہے؟ اس عمل کی تائید یا مخالفت میں کوئی حدیث ہو، یا فرمانِ صحابی ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

(۴) مسجد میں ہر جمعہ کی رات کو عشا کی نماز کے بعد لوگ منبر کے قریب جمع ہو جاتے ہیں اور امام صاحب کے ساتھ ختم خواجگان پڑھتے ہیں اس کے بعد اجتماعی دعاء ہوتی ہے، تو کیا اس طرح کرنا صحیح ہے؟ المستفتی: لسٹر، یوکے (Leicester, U.K.)

جواب: (۱) اصل میں دعاء تو عاجزی انکساری اور رو رو کر مانگنا چاہئے، اور دل سے سراً مانگی جائے، اس طرح دعاء کرنے سے قبولیت کی زیادہ امید ہے، ایسی دعاء اخلاص کے نزدیک اور ریا سے دور ہوتی ہے، اس لیے دعاء میں تو اصل سراً ہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً** .(سورة الأعراف:۵۵)

التضرع: زاری کردن، أدعوا : أى متضرعين ، متذللين ، مخفين، الدعاء ليكون أقرب إلى الإجابة، لكون الإخفاء دليل الاخلاص والاحتراز عن الرياء .

(تفسير روح البيان: ۱۷۷/۳)

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً. فيه الأمر بالإخفاء للدعاء .

(احكام القرآن للجصاص: ۳۳/۳)

اگر بآوازِ بلند دعاء سے نیت لوگوں کو سکھانے کی ہو، تو اس نیت سے جہراً دعاء کرنا بھی درست ہے، جب لوگ نے دعاء ماثورہ سیکھ لی تو اس کے بعد جہراً دعاء کرنا بدعت ہے۔

إذا دعاء بالدعاء المأثور جهراً ومعه القوم أيضاً ليتعلموا الدعاء لا بأس به وإذا تعلموا حينئذٍ يكون جهر القوم معه بدعة . (الفتاوى الهندية: ۳۱۸/۵)

اس لیے افطار کے وقت اجتماعی دعاء پر مداومت کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنا بدعت میں شمار ہوگا، اگر اتفاقاً کسی دن ایسا ہوجائے کہ کوئی ایک شخص دعاء مانگتا ہے اور دوسرے اس کے ساتھ بعد میں شامل ہوجاتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) جہاں تک مراقبہ اور آخرت اور موت کو یاد کرنا ہے تو یہ بہت ہی بہتر عمل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **أكثروا ذكر هاذم اللذات أي الموت .**

ترجمہ: لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

البتہ امام صاحب کا موت کو یاد دلانے والے اشعار کو بآواز بلند پڑھنا اور اس عمل کو رمضان المبارک کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ نے ایک سوال: ''کہ بعض لوگ گروہ بنا کر ہاتھ میں جھنڈے اور روشنی لے کر محلوں میں گھومتے ہیں، جس سے مقصد تبلیغ، اور اللہ کے نام کو بلند کرنا ہے، جس سے لوگ نمازی بن رہے ہیں''، تو اس کے جواب میں لکھا ہے: اس طرح بازاروں میں اشعار پڑھنا کوئی تبلیغ نہیں ہے، بلکہ یہ تو زمانے کے رنگین مزاجوں کا کام ہے، اور اپنے نفس کو خوش کرنا ہے۔ (کفایۃ المفتی: ۵۱/۲)

(۳) ذکر جہری جائز ہے، مشائخ اور بزرگانِ دین کا یہ معمول رہا ہے، اسلیے شیخ یا مرشد دل کی اصلاح کے لیے اور برے خیالات دل سے نکالنے کے لیے اس کا حکم دے تو یہ درست ہے اور لوگوں کی تعلیم کے لیے ذکر جہری اجتماعی طور پر کرنا دل کی اصلاح ہونے تک صحیح ہے، البتہ اس پر مداومت کرنا صحیح نہیں ہے، شریعت کی حدود کی رعایت کئے بغیر اپنی مرضی سے کوئی طریقہ اختیار کر لینا بدعت شمار ہوگا، ذکر خفی بہتر ہے۔

مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ نے تحریر فرمایا ہے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ دیکھا کہ بعض لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر تسبیح اور تہلیل وغیرہ پڑھ رہے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے رہ کر فرمایا: میں ابن مسعود ہوں جو کچھ آپ لوگ کررہے ہیں وہ آپ کی پیدا کردہ بدعت ہے، ہم نے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کبھی ایسا نہیں کیا، جو ذکر کرنا چاہے وہ دل میں کرے، گھر میں جا کر کرے۔ (کفایت المفتی: ۲/۵۰)

قال عليه الصلاة والسلام: اذكروا على أنفسكم فإنكم لا تدعون أصم ولا غائباً إنكم تدعون سميعاً بصيراً قريباً وإنه لمعكم اى بالعلم والاحاطة وفى الحديث استحباب الاخفاء فى ذكر الله لكن ذكر شارح الكشاف ان هذا بحسب المقام والشيخ والمرشد قد يأمر المبتدى برفع الصوت لينقلع عن قلبه الخواطر الراسخة فيه . (تفسير روح البيان: ۳/۱۷۷)

عن ابن عباسؓ اخبره ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس عن المكتوبة كان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم قال ابن عباس كنت أعلم إذا تصرفوا بذالك إذا سمعته وعن ابن عباسؓ قال كنا نعرف انقضاء صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير . (مسلم شريف: ۲/۲۱۷)

اس کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

ونقل ابن بطالؒ: وأخرون أن اصحاب المذاهب المتبوعة وغيرهم متفقون على عدم استحباب رفع الصوت بالذكر والتكبير وحمل الشافعیؒ هذا الحديث على انه جهر وقتاً يسيراً حتى يعلمهم صفة الذكر لا انهم جهروا دائماً .

(نووى على مسلم: ۱/۲۱۷)

احادیث پاک مفسرین وفقہاء کرام کے اقوال سے یہ معلوم ہوا کہ شیخ اور مرشد اپنے نئے مریدین کو دل کی اصلاح کے لیے ایک مدت تک ذکر جہری کی تعلیم دے سکتے ہیں، البتہ اصلاح کے بعد ذکر خفی افضل اور بہتر ہوگا، اس لیے کہ ذکر خفی ریا کاری سے پاک ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو بآواز بلند نماز کے بعد تکبیر کہنے کا فرمان بھی اسی مقصد سے ایک خاص مدت تک تھا، جسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ (جو بچے ہونے کی بنا پر آخری صف میں ہوتے تھے) جان لیتے تھے کہ نماز ختم ہوگئی۔

(۴) اگر ضرورۃً ختم خواجگان پڑھا جائے تو درست ہے، بزرگوں کا معمول رہا ہے۔

حضرت میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے اس کے متعلق ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۹/۲/۸ء

(۶۴) بارش مانگنے کا ایک نیا طریقہ اور اس کا حکم

سوال: ہمارے یہاں بارش کے موسم میں برسوں سے ایک طریقہ چلا آرہا ہے، کہ اگر بارش نہ ہوتو گاؤں کے چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں بعد نماز عشا جمع ہوکر محلے میں پھر کر بارش مانگتے ہیں، الفاظ یہ ہوتے ہیں: اے مولیٰ کر کرم تیرا حکم کر آبِ باراں کو وغیرہ............ آگے اور بھی اور الفاظ ہیں ،تو کیا یہ طریقۂ شریعت کے خلاف ہے، اور کیا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے؟

جواب: بارش نہ ہو تو ایسے موقع پر مسنون طریقہ یہ ہے کہ لوگ تواضع اختیار کرے اور معمولی کپڑے پہن کر نیچی نگاہ کر کے گاؤں سے باہر کھلی جگہ میں اللہ تعالی سے بارانِ رحمت کی دعاء کرے، جانے سے پہلے کچھ صدقہ بھی کرے، اور ساتھ میں جانور، بوڑھے اور بچوں کو بھی لے جائے، اس لیے کہ ان کے کمزور ہونے کی بنا پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: تمہارے کمزوروں کی بنا پر تم کو روزی دی جاتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے گناہوں سے توبہ اور استغفار کا حکم فرماتے تھے کہ تمہارے رب سے گناہوں کی معافی مانگو، کہ وہ بہت معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا .

(سورة نوح: ۱۰/۱۱، عمدة الرعايه: ۱۷۶، مراقی الفلاح: ۳۰۰)

لہٰذا آپ کے یہاں بارش کے طلب کرنے کا جو طریقہ چلا آرہا ہے، وہ شریعت کے خلاف ہے، طلبِ باراں کا یہ طریقہ نہیں ہے، اس میں کسی طرح کا حصہ لینا جائز نہیں ہے۔

الاستسقاء وله استغفار لقوله تعالى فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا، ويستحب الخروج له ثلاثة أيام متتابعات ويخرجون مشاطاً فى ثياب خلقة غسيلة متذللذين متواضعين خاشعين لله تعالى ناكسين رؤوسهم مقدمين الصدقة كل يوم قبل خروجهم ويستحب اخراج الدواب باولادها وخروج الشياخ الكبار والاكفاء لأن تزول الرحمة بهم قال صلى الله عليه وسلم هل ترزقون وتنصرون إلا بضعفائكم . روه البخارى .

(مراقی الفلاح علی الطحطاوی)

واللہ اعلم بالصواب

۳۰/محرم الحرام، ۱۴۱۴ھ

کتاب الإیمان (مسائل شتی)

(۶۵) ''داستان حقیقت'' کے نام سے مطبوعہ پرچے کا خلاصہ

سوال: آج کل ایک پرچہ تقسیم ہو رہا ہے، جس میں مدینہ طیبہ کے قبرستان، جنت البقیع میں مدفون شخص پر سانپ لپٹا ہوا دکھایا گیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ سانپ ایک گھنٹہ تک میت کو ڈستا رہا یہاں تک کہ صحافی حضرات بھی وہاں تک پہونچ گئے، تو کیا یہ صحیح ہے؟ اس پرچہ کو تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب: آج کل جو پرچہ تقسیم ہو رہا ہے، جس میں مدینہ شریف میں مدفون شخص پر سانپ لپٹا ہوا دکھایا گیا ہے اور تقریباً وہ ایک گھنٹہ تک میت کو ڈنستا رہا، یہاں تک کہ صحافی حضرات بھی وہاں تک پہونچ گئے یہ حقیقت سے بہت دور ہے، کسی بھی مومن کے لیے جب تک کہ وہ پوری تحقیق نہ کر لے کسی بات پر یقین کرنا صحیح نہیں ہے، اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کر لینا درست نہیں ہے۔

جنت البقیع میں تقریباً بیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین مدفون ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ بھی جنت البقیع میں مدفون ہیں، اور بہت سے بزرگان دین جنت البقیع میں دفن ہوتے آئے ہیں، جیسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، اور ان کے پیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں مدفون ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر کوئی انتقال کر جائے اور وہ مکہ مکرمہ یا مدینہ طیبہ میں مدفون ہے، تو میں اس کی سفارش کروں گا، اس شرط کے ساتھ کہ وہ ایمان والا ہو، اور ایسا شخص قیامت کے دن عذاب سے محفوظ اٹھایا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع میں مدفون ہونے والوں کے لیے بشارت دی ہے، لہٰذا بغیر ثبوت کے ایسے پرچے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، ساتھ میں شیخ احمد نامی شخص کا پرچہ ہندی میں ہے، یہ وصیت نامہ بھی معتمد نہیں، ایسے پرچے کاپی کر کے تقسیم کرنا جھوٹ پھیلانے کی بنا پر ثواب کے بجائے گناہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ انسان کے جھوٹ ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بغیر تحقیق کے لوگوں میں پھیلائے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع . (السنن لابی داود: ۶۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: قیامت سے پہلے جھوٹے پیدا ہوں گے، جو جھوٹ گھڑیں گے لہٰذا ان سے بچو۔

عن جابر بن سمرة رضی الله تعالی عنه سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: إن بين يدی الساعة كذابين ، قال جابر: فاحذروهم .

(الصحسح لمسلم : ۳۹۶/۲)

واللہ اعلم بالصواب

۲۷/ جمادی الثانی،۱۴۲۰ھ

(۶۶) خواب کے متعلق طبع شدہ پرچہ کا خلاصہ

سوال: گذشتہ کئی دنوں سے ایک بات لوگوں میں موضوع گفتگوں بنی ہوئی ہے، کہ شرف الدین نامی ۱۷/ یا ۱۸/ سالہ لڑکے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں آئے اور کچھ وظائف کے ورد کے بارے میں فرمایا، تو اس کے متعلق مطبوعہ پرچہ لوگوں میں تقسیم ہو رہے ہیں تو کیا یہ حقیقت ہے؟ اور اس طرح مطبوعہ پرچہ تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں جو حقیقت ذکر کی ہے اس کے متعلق بہت سے لوگوں نے سوالات کئے ہیں، اس کے متعلق جاننا چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا ہے (یعنی اس کا خواب سچا سمجھا جائے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان کی یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ میری شکل میں کسی کے خواب میں آئے۔

(بخاری شریف:۱۰۳/۴)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشيطان لايتمثل بی . (الصحيح لمسلم : ۲۴۲/۲)

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اس کو اختیار کرنے کی قدرت اللہ نے نہیں دی ہے، کہ وہ لوگوں کو دھوکہ دے سکے، لہٰذا شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونا بہت بڑی نعمت اور قیمتی سرمایہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو خدا تعالی کی ایک بخشش ہے، ہزاروں انسانوں کی زندگی اس تمنا میں ختم ہوگئی، البتہ علماء کا اتفاق ہے کہ درود شریف کی کثرت اور سنتوں کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کے غلبہ سے یہ خوش نصیبی حاصل ہوتی ہے لیکن یہ شرط اور ضروری نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو کوئی میری طرف سے ایسی بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (بخاری شریف:۲۱)

خواب کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جھوٹا خواب بیان کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اپنی آنکھوں کو بتاوے جو اس نے نہ دیکھا ہو (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے) ایسے صاف ارشاد کے باوجود بدنصیب شخص ایسے غلط کام سے نہ رکے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۵/ ۳۸)

حضرت ابراہیم کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب دیکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایمان دار اور سچا ہو۔ رزق حلال اور سچائی کا خواب کے سچے ہونے میں بڑا دخل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنی طرف سے جھوٹی بات بنا کر اس کی نسبت میری طرف کی وہ جھوٹا ہے اور جو ایسی باتوں کو لوگوں تک پہونچائے گا وہ بھی جھوٹا ہے۔

(مشکوۃ شریف)

محدثین کرام کے پاس احادیث کا ذخیرہ ہونے کے باوجود احادیث کی کتابوں کی تیاری میں برسوں لگ گئے، اور انہوں نے احادیث کو لکھنے اور جمع کرنے میں بہت ہی احتیاط سے کام لیا ہے، بخاری شریف کی تیاری میں سولہ (۱۶) سال لگے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی تیاری میں بذاتِ خود جو احادیث جانتے تھے ان کو نقل نہیں کیا بلکہ ایسی احادیث کو نقل کیا جن پر اس زمانے کے بڑے بڑے محدثین اس کے صحیح ہونے پر متفق تھے، صرف وہی احادیث مسلم شریف میں نقل کی ہیں۔

شریعت کا قانون ہے کہ کسی بھی معاملہ میں دو شاہد (گواہ) حاکم کے سامنے گواہی دیں، اور اس پُرفتن زمانے میں صاحبین کے قول کے مطابق وہ دو گواہ ظاہری اور باطنی اعتبار سے شریعت کے پابند ہونا ضروری ہے، اور وہ دونوں گواہ گواہی دینے کے لائق ہے کہ نہیں اس کی بھی تحقیق کی جائے گی۔

قال ابو یوسف ومحمد رحمهم الله ان یسئل عنهم فی السر والعلانیة فی سائر الحقوق والفتوی علی قولهما فی هذا الزمان . (هدایة: ۳/۱۴۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کوئی بات ہو اور خواب دیکھنے والے شخص کے بارے میں تحقیق کئے بغیر بات کو مان لینا دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے جائز نہیں ہے آج کل جو خواب لوگوں کا موضوع گفتگو ہے اس میں بہت سی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان کے خلاف ہے، تو کیا یہ کوئی سازش تو نہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر مسلمان کو سچی محبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں اور ہونی چاہیے۔ تصدیقات اور دستخط

(مولانا) رشید احمد اجمیریؒ (شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر)

(مولانا) حبیب الرحمٰن یوسف پالن پوری (استاذ حدیث وفقہ مدرسہ اشرفیہ راندیر)

واللہ اعلم بالصواب

(۶۷) ''شیخ احمد'' نامی پرچے کے متعلق ایک اہم خلاصہ

سوال: بہت دنوں سے شیخ احمد نامی پرچہ تھوڑے تھوڑے وقت میں لوگوں میں تقسیم ہوتے رہتے ہیں، جس میں لکھا ہوا ہے کہ مدینہ شریف میں شیخ احمد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت

دی کہ قیامت قریب ہے، لوگوں کو نیکیوں کی تلقین کرو، جو کوئی شخص یہ پرچہ دوسروں تک پہونچائیگا، میں اس کو جنت دلاؤں گا، کوئی غریب اس کو تقسیم کرے گا، اللہ تعالیٰ مالدار بنا دے گا، جو تشہیر نہیں کرے گا، خدا کی رحمت سے محروم رہے گا، ممبئی میں ایک شخص نے ۳۰ پرچے تقسیم کئے، تو بیس ہزار کا فائدہ ہوا، تو کیا یہ حقیقت صحیح ہے، اس کو سچ ماننا اور اس پر عمل کرنے کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: ہمارے بزرگانِ دین اس کے متعلق کئی مرتبہ جواب دے چکے ہیں، تحقیق کرنے کے باجود ایسی کوئی سچ حقیقت جاننے میں نہیں آئی کہ یہ شیخ احمد کون ہے اور اس پرچہ کو چھپوانے سے کس کو فائدہ ہوا اور نہ چھپانے پر کس کو نقصان ہوا، لہٰذا یہ من گھڑت بات ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات نہ فرمائی ہو اس کے باوجود آپ کی طرف نسبت کرنا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگانے کے برابر ہے، جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے عمداً میری طرف جھوٹ بات کی نسبت کی تو وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔

(ابوداؤد شریف: ۵۴)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے بہت سے اختلافات دیکھیں گے میں ان کو وصیت کرتا ہوں تم میری اور خلفاء راشدین کی سنتوں کو مضبوطی سے لگے رہنا اور ان پر عمل کرنا۔ (مشکوٰۃ شریف: ۳۰)

بہر حال قیامت کی بعض نشانیاں ضرور پائی جاتی ہیں، مگر بعض ایسی نشانیاں ہیں، جو ابھی تک نہیں پائی گئیں، (یعنی ان کا وجود ابھی تک نہیں ہوا) قربِ قیامت میں ترتیب کے ساتھ یہ نشانیاں پائی جائیں گی۔

علاماتِ قربِ قیامت:

(۱) آسمان سے دھواں نکلے گا، جس سے ایمان والوں کو زکام ہو جائے گا، اور دوسروں کو چاروں طرف سے گھیر لے گا۔ (۲) دجال کا نکلنا۔ (۳) حضرت مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے، اور ان کے سچے ہونے کی علامت یہ ہوگی، کہ آسمان سے آواز آئے گی، کہ یہ حضرت مہدی ہیں، ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ (۵) یاجوج

ماجوج سکندری دیوار توڑ کر دنیا میں ہر طرف پھیل جائیں گے، یہ لوگ بھی مر جائیں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک میں تدفین ہوگی۔(۶) مغرب سے سورج طلوع ہوگا۔(۷) مکۃ المکرّمۃ کے پہاڑوں سے ایک عجیب الخلقت جانور نکلے گا، جس کی لمبائی ساٹھ (۶۰) گز ہوگی، وہ مسلمانوں کی پیشانی پر لکڑی سے نشانی کرے گا جس سے ایمان والوں کی پیشانی ستاروں کی طرح چمکدار ہوجائے گی، اور دوسروں کی پیشانی پر بھی لکڑی سے نشانی کرے گا، جس سے ان کی پیشانی بے رونق ہوجائے گی، اس طرح سے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں فرق ہوجائے گا۔(مسلم شریف:۲/۳۹۳، مرقاۃ المفاتیح:۵/۱۸۷، معارف القرآن:۶/۶۵)

لہٰذا شیخ احمد نامی مطبوعہ وصیت نامہ معتبر نہیں ہے، ایسے بہتان تراش وصیت ناموں کو شائع نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ اس سے بجائے ثواب کے گناہ ہوتا ہے، اس کو چھپوانے والا اور اس میں تعاون کرنے والا تقسیم کرنے والا، سب کے سب گناہ میں شریک ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کرے۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: كفی بالمرء اثما أن يحدث بكل ما سمع . (سنن لابی داؤد: ۶۸۱)

ایسے جھوٹے لوگوں کی پیشن گوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: قربِ قیامت میں جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے، جو جھوٹ گھڑیں گے لہٰذا ان سے بچو۔

عن جابر بن سمرة رضی الله تعالی عنه سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: إن بين يدی الساعة كذابين ، قال جابر : فاحذروهم .

(الصحيح لمسلم: ۲/۳۹۶، مرقاة المفاتيح: ۵/۱۷۱)

لہٰذا ہر سنی ہوئی بات بغیر تحقیق کے مان لینا اور لوگوں تک اس کو پہونچانا جائز نہیں ہے، بلکہ گناہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۶۸) ایصال ثواب کرنے سے ثواب پہونچتا ہے

سوال: ایک اخبار کی کاپی روانہ کررہا ہوں جس میں لکھا ہے کہ ایصال ثواب کے ثبوت میں قرآن کریم کی کوئی آیت پیش نہیں کی جاسکتی، بلکہ بہت سی وہ آیات قرآنیہ جس میں جزاء وسزا کے اصول بیان کئے گئے ہیں، اس میں اس کی نفی ہوتی ہے، مثلاً: لَيۡسَ لِلۡإِنۡسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى. انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کیا ہوگا۔

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بھی عمل میں آدمی کی نیت نہ ہو، بلکہ وہ دوسروں کا کام ہے، تو اس کا ثواب نہیں بخشا جاتا، تو اس سے تو ایصال ثواب نہ ہونے کا ثابت ہوتا ہے، لہٰذا آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اس کے متعلق خلاصہ کریں۔

جواب: اخبار کی کاپی جس میں قرآن کریم کی آیات پیش کرکے ایصال ثواب سے انکار کیا گیا ہے، اس کے بارے میں خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کا کسی دوسرے کو ایصال ثواب کرسکتا ہے، نماز، روزہ، صدقہ، تلاوت، اور ذکر وغیرہ نیکیاں کرکے ایصالِ ثواب کرے تو میت کو اس کا ثواب پہونچتا ہے، اور مرحومین اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی لکھا ہے: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم ہمارے مردوں کی طرف سے خیرات کرتے ہیں، حج کرتے ہیں، دعاء کرتے ہیں، تو کیا ان کو ثواب پہونچتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ہاں ان کو ثواب پہونچتا ہے، اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، جس طرح تم میں سے اگر کسی کو ہدیہ ملتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی قبرستان جاکر گیارہ مرتبہ ''قل هو الله أحد'' پوری سورۃ پڑھے، اور ایصال ثواب کرے، تو پڑھنے والے کو قبرستان کے مرحومین کے برابر ثواب ملے گا۔

(السنن الدارقطنی، طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۴۱/۳۴۲، شامی: ۳۲۵)

حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنبے ذبح کئے، ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے، ذبح کر کے امت کو بھی ثواب میں شریک کیا یہ حدیث بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہے، اور حدیث مشہور کے درجے میں ہے۔

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال شهدت مع رسول لله صلی الله علیه وسلم الاضحی فی المصلی فلما قضٰی خطبته نزل من منبره واتی بکبش بذحه رسو ل الله صلی الله علیه وسلم بیده وقال بسم الله والله اکبر هذا عنی وعمن لم یضح من امتی . (السنن لابی داود: ۳۸۸)

یحمل الحدیث علی الاشتراک فی الثواب والأجر بحیث لاینقص به أجر المضحی، قیل: هو الأوجه فی تفسیر الحدیث عند الکل .

(حاشیه ابی داؤد:۳۸۸)

صح عنه صلی الله علیه وسلم أنه ضحی بکبشین املحین احدهما عنه والآخر عن أمته فقد روی هذا عن عدة من الصحابة وانتشر فخر جوه، فلایبعد أن یکون مشهوراً یجوز تقیید الکتاب به .

(رد المحتار : ۳۲۵/۲، مطلب فی اهداء ثواب الأعمال للغیر)

حدیث میں ہے کہ انسان جب وفات پاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، البتہ تین عمل ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب میت کو پہونچتا ہے، اس میں سے ایک نیک اولاد ہے جو اپنے والدین کے لیے دعاء کرے، اس کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ نیک اولاد دعاء کرے یا نہ کرے، اس کا ثواب اس کے والدین کو ملتا رہے گا، کیوں کہ اولاد کے نیک ہونے کا سبب والدین ہی بنے ہیں۔

حتی قیل للوالد ثواب من عمل الولد الصالح سواء دعا لأبیه، أم لا کما ان من غرس شجرة یجعل للغارس ثواب یأکل ثمرتها سواء دعاء له الأکل أم لا .... وجعل الولد من العمل لأنه السبب فی وجوده . (مرقاة المفاتیح: ۲۲۱/۱)

ایک صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا وہ حضرت ام علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وہاں رہتے تھے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان کے اعمال ہیں، ان کا ایک لڑکا تھا اس کے اعمال کا ثواب ان کو مل رہا ہے، جس کو پانی کے چشمہ کی شکل میں بتایا گیا۔

باب رؤیا النساء ان أم العلاء امرأة من الأنصار.... فنمت فرأیت لعثمان بن مظعون رضی الله تعالی عنه عینا تجری فأخبرت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ذالک عمله . (بخاری شریف: ۲/۱۰۳۷)

کان عثمان بن مظعونؓ من الأغنیاء فلا یبعد ان یکو ن له صدقة استمرت بعد موته وقد کان له ولد صالح ایضاً وهو السائبؓ .

(قسطلانی: ۱۰/۱۱۳، عمدة القاری فی شرح البخاری: ۲۴/۱۵۶)

دارقطنی میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اپنے والدین کی حیاتی میں ان کا فرمانبردار تھا، اب ان کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیسے کرسکتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم کوئی نفل نماز پڑھو تو ان کے لیے بھی پڑھو، ان کے لیے بھی نفل روزے رکھو۔ (۲/۳۲۵)

مطلب یہ ہے کہ نفل عبادت کا ثواب میت کو پہونچاؤ۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دعاء استغفار، صدقہ، خیرات، نفل نماز، نفل روزہ، اور تلاوت وغیرہ کا ثواب میت کو پہونچانا جائز ہے، اور مرحومین کو اس کا ثواب پہونچتا ہے، اور وہ خوش ہوتے ہیں، بلکہ مرحومین اپنے رشتہ داروں کی طرف سے ثواب کے منتظر رہتے ہیں۔

البتہ دعوتیں دے کر سب کو جمع کرنا اور کھانا بنا کر اپنے رشتہ داروں اور مالداروں کو کھلانا، تیجا اور چالیسواں کر کے رسمی ایصال ثواب کرنا، یہ سب شریعت کے خلاف ہے، ایسے رسمی امور کا ثواب مرحومین کو نہیں پہونچتا ہے۔

فی البزازية : ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقرآء للختم، أو لقرأة سورة الأنعام أو الاخلاص، والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأكل يكره . (رد المحتار: ۱/۸۴۲، عثمانيه)

بذاتِ خود تلاوتِ قرآن کرکے ایصال ثواب کریں، قبرستان جاکر ایصالِ ثواب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ یہ بہتر ہے، جس سے عذاب میں کمی کردیتے ہیں، اور پڑھنے والے کو قبرستان کے مرحومین کے برابر ثواب ملتا ہے۔

لا بأس بقرأة القرآن عند القبور وربما تكون أفضل من غيره، ويجوز أن يخفف الله عنه أهل القبور شيئاً من عذاب القبر، أو يقطعه عند دعاء القارى، وتلاوته، وفيه ورد آثار من دخل المقابر فقرأ سورة يٰس خفف الله عنهم يومئذ وكان له بعدد من فيها حسنات . (البحر الرائق: ۲/۱۹۵/۱۹۶)

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی نفل نماز، روزہ، صدقہ، تلاوت، حج اور عمرہ وغیرہ کا ثواب دوسروں کو پہونچائے، بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر مؤمن مرد وعورت کی نیت کرکے پہونچائے، تمام مرحومین کو تو ثواب پہونچے گا، اور ثواب پہونچانے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (شامی: ۱/۸۴۴، ۲/۳۲۴)

اس طرح نیت کرے اے اللہ تعالی میں جو کچھ بھی پڑھا اس کا ثواب فلاں مرحوم کو اور تمام مؤمن مرحومین کو پہونچادے۔ (شامی: ۱/۸۴۴)

يقول اللهم أوصل ثواب ما قلناه الى فلان او اليهم، الأفضل ان يتصدق نفلا أن ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولاينقص من أجره شيئا، وفى البحر من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات

والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع ثم قال وبهذا علم أنه لافرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حياً.

(رد المحتار : ۱/۸۴۴، ۲/۲۴۳)

آپ کا قرآن کریم کی یہ آیت: " لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى " سے دلیل پکڑنا ہرگز درست نہیں ہے، اس کے بہت سے جوابات دیئے ہیں:

(۱) یہ حکم پہلے تھا، بعد میں اللہ تعالی نے یہ حکم ختم کردیا۔

(۲) یہ حکم پہلی امتوں کے لیے تھا، امت محمدیہ کے لیے نہیں ہے۔

(۳) یہ حکم غیر مسلم کے لیے ہے، کیوں کہ ان کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے آخرت میں نہیں ملے گا۔

(۴) انسان جو کچھ بھی عمل کرے گا اس کا ثواب اس کو ملے گا، لیکن دوسرے شخص کے ایصال ثواب کرنے کی اس آیت میں نفی نہیں ہے۔

(۵) اس آیت کا مطلب گناہ کے متعلق ہے، کہ جو شخص گناہ کرے گا اس کی سزا اس شخص کو ملے گی نہ کہ دوسروں کو۔

لہٰذا آیت کا مطلب ثواب کے نہ پہونچنے کا مراد لینا غلط ہے۔

(تفسیر قرطبی: ۱۷/۱۱۴، روح البیان: ۹/ ۲۴۷، مراقی الفلاح: ۳۴۱، شامی: ۲/ ۳۲۵)

واللہ اعلم بالصواب

۱۷/۱۰/ ۱۹۹۸ء

(۶۹) گناہِ کبیرہ اور صغیرہ کون کونسے ہیں؟

سوال: گناہ کبیرہ اور صغیرہ کسے کہتے ہیں؟ اور وہ کون کونسے ہیں؟

جواب: گناہِ کبیرہ ان برے کاموں کو کہتے ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم میں اور احادیث شریفہ میں جہنم کی یا سخت سزاء کی وعید وارد ہوئی ہو، یا تو اس کو کارِ کفر کہا گیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ گناہ کبیرہ ستر کے قریب ہیں، اور سعید بن زبیرؒ نے سات سو کے قریب بیان کیا ہے۔ (القول الجمیل: ۳۶)

گناہ کبیرہ حسب ذیل ہیں: شرک کرنا، کسی گناہ پر (صغیرہ) دوام اختیار کرنا، اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا، جھوٹی گواہی دینا، تہمت لگانا، جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، سود لینا، یتیم کا مال کھانا، شراب نوشی کرنا، جادو کرنا، زناء کاری کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، والدین کو کسی قسم کی تکلیف پہونچانا، اسی وجہ سے وبالوالدین کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک میں تین باتوں کا خیال رکھنا چاہیے، (۱) والدین کو اپنے ہاتھ یا زبان سے کسی بھی قسم کی تکلیف نہ پہونچے، (۲) جہاں تک ہوسکے ان کی جان و مال سے خدمت کرے، (۳) جس وقت بھی جس کام کے لیے آپ کو طلب کرے، فوراً حاضر خدمت ہو جاؤ۔

رمضان میں بغیر کسی عذر شرعی کے روزے نہ رکھنا، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا، جان بوجھ کر ترک نماز، زکوۃ نہ دینا، قرآن کریم کو بھول جانا، رشوت لینا، ناحق کسی مسلمان کو ایذاء پہونچانا، بغیر کسی عذر شرعی کے عورت کو اس کے شوہر کے گھر جانے سے روکنا، غیبت کرنا، اولاد کو قتل کرنا (چوتھے مہینہ سے حمل میں جان پڑ جاتی ہے، لہٰذا چار مہینہ کے بعد اسقاط حمل قتل کے حکم میں ہے)۔

(معارف القرآن: ۸/۶۸۲)

گناہِ کبیرہ صدق دل سے توبہ کرنے سے معاف ہوتے ہیں، یا تو اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے معاف کریں تو ہی معاف ہوتے ہیں، یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح: ۱/۳۸۴)

توبہ کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

گناہ چھوڑنا، گناہ پر شرمندہ ہونا، آئندہ نہ کرنے پر پختہ ارادہ کرلینا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ توبۂ نصوحہ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت اور اللہ سے معافی مانگنا، اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا۔ (تفسیر روح المعانی: ۹/۱۱۳)

واللہ اعلم بالصواب

(۷۰) دعاء میں وسیلہ کے متعلق خلاصہ

سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ وسیلہ سے دعاء مانگنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ منع فرماتے ہیں، تو کیا وسیلہ سے دعاء مانگنا جائز نہیں ہے؟

جواب: جو چیز اللہ تعالی کی رضامندی اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنے اس کو وسیلہ کہا جاتا ہے۔(معارف القرآن: ۳/ ۱۲۸)

اللہ تعالی کے نیک بندے اور بزرگان دین کا اور دیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ کا وسیلہ پکڑ کے دعاء کرنا درست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کی بینائی واپس لانے کے لیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعاء کرنے کی تلقین کی تھی، اس طرح دعاء سکھلائی: اللھم إني أسئلک وأتوجه إليک بنبيک محمد صلى الله عليه وسلم . (مشکوۃ المصابیح:۲۱۹)

اے اللہ! تعالی میں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے آپ سے دعاء کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں جب بھی بارش رک جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے اس طرح دعاء فرماتے تھے: اے اللہ اس سے پہلے ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعاء کرتے تھے اور تو بارانِ رحمت نازل کرتا تھا، اب جب کہ وہ ہم میں موجود نہیں ہیں، تو اب ان کے چچا محترم کے وسیلہ سے دعاء کرتے ہیں، تو بارش نازل فرما، تو بارش ہوتی تھی۔(بخاری شریف:۱/ ۱۳۷، مشکوۃ شریف:۱۳۲)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی دعاء میں نیک لوگ اور بزرگان دین کو وسیلہ بنانا جائز ہے، خصوصاً اہل بیت کو وسیلہ بنانا جائز بلکہ مستحب ہے۔

(فتح الباری:۲/ ۴۹۹)

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالی اجمعین نے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کوئی یہ سمجھ کر وسیلہ پکڑے کہ ان کا اللہ پر حق ہے، تو اس حق واجبی کی بنا پر دعاء قبول کی جائے، اس عقیدے کے ساتھ وسیلہ سے دعاء کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

اگر کوئی بزرگوں سے دعاء کرے کہ اے پیر صاحب میری فلاں حاجت پوری کر دیجئے تو اس طرح دعاء کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ کے سواء کسی اور کی منت ماننا جائز نہیں ہے، کیوں کہ منت عبادت ہے، اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں ہے، غیر اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اپنے ذاتی اختیار سے بندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں یہ قرآن کے خلاف اور کفر ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلاَ ضَراً إِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ .

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے میں اپنی ذات کے لیے بھی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ہوں، البتہ اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے۔ (سورۃ الاعراف: ۱۸۸)

إن ظن الميت يتصرف في الأمور دون الله واعتقاده ذلك كفر .

(البحر الرائق: ۲/۲۹۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۷) حضرت معاویہ اور یزید کے متعلق خلاصہ

سوال: ایک شخص یزید کو جنتی کہتا ہے اور دلیل میں بخاری شریف کا حوالہ دیتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر روم کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا، اور ان کی مغفرت کر دی جائے گی، وہ شخص کہتا ہے: کہ روم پر سب سے پہلے جہاد یزید نے کیا تھا، لہذا وہ مغفور ہے وہ جنتی ہے، کیا یزید کو برا بھلا کہہ سکتے ہیں؟ حضرت معاویہؓ کو اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنانے کی وجہ کیا تھی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں جن کے لیے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، ان کے لیے جنتی ہونے کا حکم لگا سکتے ہیں، ان کے علاوہ کسی اور کے لیے ہم جنتی ہونے کا حکم نہیں لگا سکتے ہیں، البتہ ایمان اور نیک عمل کے ساتھ نجات کی امید رکھ سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: **فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَعَسىٰ أَنْ يَّكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ .**

البتہ جن لوگوں نے دنیا میں شرک سے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو امید ہے، کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔ (سورۃ القصص:٦٧)

آخرت کی کامیابی کے لیے گناہ سے توبہ کے بعد نیک عمل ضروری ہے، گناہوں کے ساتھ کامیابی (یعنی اللہ تعالیٰ معاف نہ کرے تو) نہیں ملے گی۔

إن دام على التوبة والعمل الصالح .... فإن المنقطع لايجد الفلاح.

(تفسیر روح البیان: ٤٢٢/٦)

مذکور شخص نے یزیدؒ کے جنتی ہونے کے ثبوت میں بخاری شریف کی جس حدیث کو پیش کیا ہے اس کے متعلق علماء کرام نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے روم پر حملہ کرنے والے لشکر کی مغفرت کی بشارت دی ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغفرت کے قابل بھی ہو، کیوں کہ جہاد کرنے والوں میں سے اگر کوئی مرتد ہوجائے تو تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ مغفرت کا محل نہیں رہے گا، لہٰذا مغفرت کے لیے اس کا اہل ہونا ضروری ہے، نیز مغفرت کے لیے ایمان اور گناہوں سے توبہ اور ہمیشہ نیک عمل کرنا ضروری ہے۔

(فتح الباری:١٠٢/٦، عمدۃ القاری فی شرح البخاری:٤٩/٦)

جمہور علماء نے یزید اور حجاج بن یوسف کے جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ أجمعین اور دیگر بزرگوں کو ناحق قتل کروایا، ان کا نام لے کر برا بھلا کہنے اور لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ مرنے کے بعد ان کی برائی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا ہے، کہ ان کا انتقال توبہ پر ہوا ہو،

أما بعد: موتهما فلا فائدة فيه ولهٰذا إمتنع الجمهور من لعن يزيد والحجاج .
(مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح: ۲/ ۳۶۰)

مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یزید نے جو کچھ بھی کیا اپنے لیے کیا، وہ ان کا اور خدا تعالیٰ کا معاملہ ہے، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا نام لے کر لعنت نہ کی جائے۔
(کفایت المفتی :۳/۵۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ الصحابة كلهم عدول، تمام صحابہ کرام نیک اور عادل ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو نیک نیتی سے خلیفہ بنایا تھا، خلیفہ بنانے کے بعد حضرت معاویہؓ نے لوگوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ اگر میں نے یزید کو خلیفہ اس کی فضیلت کی وجہ سے بنایا ہے تو پھر تو اس کی مدد فرما، اور اگر بیٹے ہونے کی وجہ سے بنایا اور اس میں خلافت کی صلاحیت نہیں ہے تو پھر تو اس کو موت دیدے، اس کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کو برا بھلا کہنا صراحۃً حرام ہے، ان کی عزت اور محبت ہمارے دلوں میں ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لا تسبوا أصحابي. میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ (ابوداود:۶۰۴، تاریخ الخلفاء:۱۴۴، فتاوی اشرفیہ:۴۲، امداد الفتاوی:۵/۴۲۳)

حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ یہ بات جان لینا چاہیے کہ حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، اور صحابہ کرام میں ان کا ایک مقام تھا، خبردار ان کے حق میں بدگمانی مت کرنا، اور ان کو برا بھلا کہہ کر حرام کام میں مبتلاء مت کرنا۔
(ازالۃ الخفاء)

واللہ اعلم بالصواب

(۷۲) کیا معوذتین قرآن میں شامل ہیں

سوال: مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن کی جلد:۶/ ۵۴۹، پر سورہ فلق وناس کے بارے

میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ان دونوں سورتوں کوقرآن کا حصہ نہیں مانتے تھے، اورآپ کے ترتیب دیئے ہوئے مصحف میں یہ دونوں سورتیں شامل نہیں، نماز میں بھی نہیں پڑھتے تھے،تواس کے متعلق صحیح حقیقت کیا ہے؟

جواب: معوذتین (سورۃ الفلق والناس) قرآن ہی کا ایک حصہ ہے، اوران دونوں سورتوں کے قرآن کا حصہ ہونے پرتمام صحابہ کا اتفاق ہے، اوران دونوں سورتوں کے قرآن کا حصہ ہونے کا انکارکرنے والا کافر ہے، اورایسے شخص پراللہ تعالی کے فرشتوں کی اورتمام مسلمانوں کی لعنت ہے۔
(تفسیر روح البیان، روح المعانی)

دورحاضر میں جس طرح کی طباعت کے لیے(Printing Press)اوردیگر مشینری ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا نہیں تھا، جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی، تو صحابہ کرام کاغذ پر یا چمڑے کے ٹکڑے پر لکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے حضرت زید نے جوقرآن لکھا تھا اس میں یہ دونوں سورتیں شامل ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں سورتیں نماز میں بھی پڑھی ہیں۔(ابوداود)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ان دونوں سورتوں کو دیگر سورتوں کی طرح آسمان سے نازل ہونے والی سورتیں مانتے تھے، اوران دونوں سورتوں کا کلام اللہ ہونے پران کو کوئی شک نہیں تھا، صرف ان کا یہ خیال تھا کہ یہ دونوں سورتیں علاج کے لیے نازل کی گئی ہیں، اور قرآن کا مقصد نماز میں تلاوت کرنا ہے، لہٰذا قرآن میں شامل کرنا احتیاط کے خلاف ہے، لیکن جب تواتر کے ساتھ یہ ثابت ہوگیا کہ یہ دونوں سورتیں بھی قرآن کے دیگر حصوں کے مانند ہیں، تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی بات پر قائم نہ رہے ہوں، اوراس بات سے رجوع کرلیے ہوں۔
(فتح الباری:۵/، فوائد شیخ الہند)

واللہ اعلم بالصواب

(۷۳) فضیلت والی راتوں کا ثواب کہاں تک رہتا ہے

سوال: بڑی راتوں شبِ قدر، شبِ براءت، شبِ معراج اور عیدین وغیرہ کا ثواب کہاں تک رہتا ہے، صبح صادق تک یا طلوع آفتاب تک؟

جواب: فضیلت والی تمام راتوں کا ثواب صبح صادق تک رہتا ہے، لیکن ان راتوں کے بعد آنے والے دن بھی بابرکت سمجھے جاتے ہیں، شبِ قدر میں ایک قول یہ ہے کہ ان راتوں کے بعد آنے والے دن میں عبادت کرنا بھی مسنون ہے، جس طرح رات کو عبادت کرنا مسنون ہے۔

عن زر بن حبيش ؓ قال سألت أبي بن كعب ؓ فقلت ان اخاك ابن مسعود ؓ يقول: من يقم الحول يصب ليلة القدر أخبرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أنها تطلع يومئذٍ لاشعاع لها، رواه مسلم، قال ابن حجر فائدة كون هذه علامة إنما يوجب بعد انقضاء الليلة لأنه يسن احيا يومها كما يسن احياء ليلها .

(مرقاة المفاتيح: ۲/۵۶۲)

واللہ اعلم بالصواب

۵/محرم الحرام/۱۴۱۸ھ

☆☆☆☆☆☆☆

کتاب العلم

(۷۴)بغیر علم کے مسئلہ بتانا

سوال: فتوے کا جواب کون دے سکتا ہے؟ اگر کوئی شخص علم کے بغیر ایسے ہی جواب دے دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی۔(الصحیح البخاری:۱۸)

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علماء اٹھا لیے جائیں گے، اور لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنائیں گے اور لوگ ان سے مسئلہ دریافت کریں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، جس سے وہ خود تو گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔(الصحیح البخاری:۲۰)

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ بغیر علم کے مسئلہ بتانا قیامت کی نشانی ہے، ایسے لوگ خود اپنے اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں جو گناہ کا کام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۲۲/۹/۱۹۹۸

(۷۵)علم نہ ہونے کے باوجود فتویٰ دینا

سوال: ایک شخص نماز روزے کا پابند ہے، گجراتی زبان جاننے والا ہے اس نے بعض کتابیں پڑھی ہیں، جب دین کی باتوں کا تذکرہ ہوتا ہے، فوراً وہ شخص کسی بھی مسئلہ کا جواب دینے کے لیے تیار رہتا ہے، تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: سوال میں جو حقیقت مذکور ہے، ایسے شخص کو ایسا کام کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ جس شخص نے علم کے بغیر فتویٰ دیا، تو اس پر عمل کرنے والے کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم : من أُفتِیَ بغیر علم کان إثمه علی من أفتاه . (مشکوٰۃ شریف: ۱/۳۵، کتاب العلم، الفصل الثانی)

خود کو مسئلہ کی تحقیق نہ ہو اور مجلس میں کوئی عالم موجود ہو تو اس کو جواب نہیں دینا چاہیے، بلکہ اس کا جواب اہل علم کے سپرد کر دینا چاہیے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی معمول تھا، کہ جو بات صحابہ کرام نہیں جانتے تھے تو وہ فوراً کہتے کہ ہم نہیں جانتے، اور بذات خود مسئلہ کا جواب نہیں دیتے تھے، بلکہ اپنے سے زیادہ جاننے والے کے حوالے کر دیتے تھے۔

وکذا فی العلم فإنهم کانوا لایتکلمون إلا فیما یعنیهم ویقولون فیما لا یدرون لا ندری وکانوا یتدافعون الفتوی عن أنفسهم ویشیرون إلی من هو أعلم منهم . (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۱/۲۱۴)

حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ اگر مسئلہ غلط ہو تو عوام تو معذور سمجھی جائیں گی، اور ان پر گناہ نہ ہوگا، فتویٰ دینے والا گنہگار ہوگا۔ (کلمۃ الحق یعنی ملفوظات اشرفیہ)

واللہ اعلم بالصواب

(۷۶) دینی و عصری تعلیم میں فرق

سوال: ایک عصری تعلیم یافتہ شخص کا کہنا ہے کہ عصری تعلیم حاصل کرنے سے آدمی کامل انسان بنتا ہے، اور اس کا علم بھی بڑھتا ہے، تو دینی اور عصری (دنیوی) تعلیم میں کیا فرق ہے؟ خلاصہ فرمائیں۔

جواب: قرآن اور احادیث شریفہ میں جس علم کی فضیلت وارد ہوئی ہے وہ دینی علم ہے۔

قرآن کریم میں ہے: اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کو اور اہل علم کو آخرت میں بلند درجات عطاء فرمائیں گے۔

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ. (سورۃ المجادلۃ: ۱۱)

حدیث میں ہے کہ علماء زمین کے چراغ ہیں، اور انبیاء کے خلیفہ ہیں اور میرے وارث ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اہل علم کا احترام کیا اس نے میرا احترام کیا، جس نے اہل علم سے ملاقات کی اس نے مجھ سے ملاقات کی، جس نے اہل علم کی عزت کی اس نے میری عزت کی، جس نے میری عزت کی اس نے اللہ تعالی کی عزت کی۔ (کنز العمال)

حقیقی علم وہ ہے جس سے جائز وناجائز اور حلال وحرام کی پہچان ہو، اور اس کے ذریعہ صراط مستقیم معلوم ہو، اور ظاہر بات ہے کہ یہ دونوں باتیں علم دین سے حاصل ہوگی، کیوں کہ عصری تعلیم میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تذکرہ نہیں ہوتا۔

جو لوگ عصری تعلیم یافتہ ہیں مگر ان کے پاس دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے قلب، آنکھ، کان، ہونے کے باوجود دل سے اللہ تعالی کی آیات پر توجہ نہیں دیتے، اور خدائی احکام پر عمل کے ڈر سے سنتے نہیں، ان کو جانور بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ بدتر کہا ہے۔

لقوله تعالى: أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ . (سورة الأعراف: ۱۷۹)

لہٰذا معلوم ہوا کہ دینی علم اور اور اس پر عمل کئے بغیر صرف عصری تعلیم سے کامل نہیں بنتا، بلکہ قرآن کریم نے ایسے شخص کو جانوروں سے بھی بدتر گردانا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے برا شخص اللہ تعالی کے نزدیک وہ ہوگا، جس نے اپنے علم پر عمل نہ کیا ہوگا۔

عن ابی الدرداء قال: إن من أشر الناس عند الله منزلةً يوم القيامة عالماً لاينتفع بعلمه . رواه الدارمي (مشكوة المصابيح: ۳۷)

اس حدیث سے جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرتا ہو، اس کے ساتھ غیر شرعی علم جو فائدہ مند نہ ہو وہ بھی اس وعید میں شامل ہے۔

بأن تعلم علماً لاينفع أو تعلم علماً شرعياً لكن ما عمل به فانه شر من الجاهل

وعذابه أشد من عقابه كما قيل ويل للجاهل مرة وويل للعالم سبع مرات ، وكما ورد أشد الناس عذاباً يوم القيامة عالم لم ينفعه الله بعلمه . (مرقاة المفاتيح: ۱/۲۵۵)

دینی علم سے ہی اللہ کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اسی خوف سے عمل کی ترغیب ہوتی ہے، قرآن کریم میں ہے: إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ .

ترجمہ: اللہ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں۔ (سورۃ الفاطر: ۲۸)

انہیں لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے، قرآن پر عمل کرنے والے، اللہ والے، اللہ کے دوست ہیں۔ (نسائی، ابن ماجہ، منحل: ۸/۹۸)

عصری تعلیم سے دنیا کی معلومات تو بڑھے گی، دنیا داری میں کمال پیدا ہوگا، لیکن دینی علم کے بغیر غلط کاموں میں استعمال کا پورا احتمال ہے، اسی لیے دینی ضروری علم سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۷۷) حدیث شریف ''طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم'' میں لفظ علم میں عصری علم بھی داخل ہے؟

سوال: ایک مشہور حدیث ''طلب العلم فريضة على مسلم ومسلمة'' اس حدیث میں جو لفظ علم استعمال ہوا ہے اس سے کونسا علم مراد ہے؟ میں نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ لفظ علم کے بعد بین القوسین لفظ دین لکھا جاتا ہے، میرا سوال یہ ہے کہ کیا علم دین ہی حاصل کرنا فرض ہے؟ ایسا ہی ایک اور حدیث میں ہے کہ علم حاصل کرو چاہے چین تک جانا پڑے، تو اس وقت میں چین میں کونسا علم دین تھا؟ کیا عصری علم حاصل کرنا اسلام کی نظر میں نہیں ہے؟ علم تو ہر حال میں علم ہی ہے، مذکورہ بالا حدیث کے بموجب لفظ ''دین'' کے ساتھ تفسیر کرنا مسلمانوں کو عصری اعلیٰ علم حاصل کرنے سے دور رکھتا ہے، لہٰذا مذکورہ بالا حدیث کونسے علم کے متعلق ہے؟ تمام علوم یا صرف دینی علوم؟

المستفتی: پروفیسر عبد العزیز درجی سورت

جواب: علم کا معنی ہے جاننا، علم کی فضیلت بہت زیادہ ہے، قرآن حکیم میں ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوْ الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ .

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کو اور جن کو علم دیا گیا آخرت میں اعلیٰ درجات عطاء کریں گے۔ (سورۃ المجادلۃ:۱۱)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "گرچہ آپ تمام مخلوق سے زیادہ علم والے تھے" بھی علم کی زیادتی کے لیے دعاء کا حکم دیا: رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً .

ترجمہ: اے اللہ مجھے اور زیادہ علم عطاء فرما۔ (سورۃ طٰہٰ: ۱۱۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ جو کوئی علم کی طلب میں نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردے گا، اور فرشتے خوش ہوکر اس کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں، پرندے اپنے گھونسلے میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لیے دعاء کرتی ہیں۔

من سلک طريقاً يطلب فيه علماً سَهَّلَ اللّٰه به طريقاً من طرق الجنة، وإن الملائكة لتضع أجنحتها رضاً لطالب العلم ،وإن العالم يستغفر له من فى السموات ومن فى الأرض والحيتان فى جوف الماء . (مشكوٰة المصابيح: ۱/۳۴)

مفتی شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ تمام فقہاء کا اتفاق ہے کتب فقہ کا مطالعہ کرنا تہجد کی نماز سے افضل ہے۔ (مجالس مفتی اعظم: ۵۸۵)

حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ فرماتے ہیں: کہ دین کا ایک مسئلہ سیکھنا سو رکعت نفل نماز سے اُفضل ہے۔ (مجالس ابرار: ۲۷)

یہ تمام فضائل کونسے علم کے لیے ہیں وہ ظاہر ہے کہ دینی علم کے لیے ہی ہوسکتے ہیں، دنیوی علم کے لیے نہیں۔

حضرت شیخ مسیح اللہ خان صاحبؒ نے لکھا ہے: یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ قرآن اور

احادیث میں جوعلم کی فضیلت آئی ہے، اس سے دینی علم مراد ہے، دنیوی علم مراد نہیں ہے، شریعت میں جو کام کرنا بندے پر فرض ہے، جیسے: نماز، مالدار پر زکوٰۃ دینا، تو نماز اور زکوٰۃ کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔

حدیث " **طلب العلم فریضة** " کا یہی مطلب ہے۔ (شامی: ۱/ ۳۹، رسالہ فضیلتِ علم: ۱۰)

قارون کے پاس مال و دولت، حکومت، لشکر تمام چیزیں تھی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم نہ تھا، اس نے " **إِنَّمَا أُوْتِيْتُهُ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ** " میرے ذاتی علم سے یہ تمام مجھے ملا ہے"، کا دعویٰ کیا، اخیر میں وہ زمین میں دھنسا دیا گیا۔

علم دین کے علاوہ دیگر علوم کو حاصل کرنے سے شریعت نے منع نہیں کیا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عبرانی زبان سیکھنے کے لیے فرمایا تاکہ یہودیوں کی زبان میں خط و کتابت ہو سکے، حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پندرہ دن میں عبرانی زبان سیکھ لی۔

انسان کو اپنی ضروریات زندگی کے لیے جس علم کی ضرورت ہو اس کا حاصل کرنا منع نہیں ہے، بلکہ شریعت نے اس کو فرضِ کفایہ فرمایا ہے، لہٰذا علم طب، علم حساب علم نحو، اور دیگر ہنر سیکھنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں: **أما فرض الكفاية من العلم فهو قبل العلم لا يستغنى عنه في قيام امور الدنيا كالطب والحساب والنحو واللغة، ..... اصول الصناعات .** (شامی: ۱/ ۳۹)

مگر اس علم کو انسان کی ضروریات زندگی پوری کرنے کا ذریعہ کہا جاتا ہے، اور علم تو صرف وہی ہے جس کا تعلق عقائد اور احکام کے ساتھ ہو، جس کو علوم شرعیہ کہا جاتا ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، اور علامہ سید سلیمان ندویؒ، جب تھانہ بھون مولانا تھانویؒ

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ صحیح رنگ تو اور ہی ہے دین تو اسی کا نام ہے، اور حضرت تھانویؒ سے بیعت ہو گئے۔ (مجالس مفتی اعظم: ۳۳۱)

ہمارے خیال کے مطابق آپ کے نزدیک دینی اور عصری میں کوئی فرق نہیں ہے، کیوں کہ آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے، جس کے لیے حدیث شریف پیش کی ہے، ''کہ علم حاصل کرنے کے لیے چین تک جانا پڑے تو جاؤ'' اس زمانے میں چین میں کونسا علم دین تھا؟

مگر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے خواہ کتنا بھی دور سفر کرنا پڑے، تب بھی وہاں جا کر علم حاصل کرنا چاہیے، اس سے چین والوں سے علم حاصل کرنا مراد نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۷۸) بچوں کو دینی تعلیم کتنی ضروری ہے؟ اور اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟

سوال: مسلمان بچوں ''اولاد'' کو کتنی تعلیم ضروری ہے؟ اور تعلیم کی ذمہ داری کس پر ہے؟ تعلیم کے لیے بستی والوں سے آمدنی کے حساب سے رقم وصول کیجاتی ہے، بعض لوگ آمدنی کم بتلاتے ہیں، بعض لوگ رقم نہیں دیتے ہیں، جب تک یہ لوگ رقم نہ دیں، ان کی اولاد کو مدرسہ میں داخلہ نہیں ملے گا، ایسا قانون بنانا کیسا ہے؟

جواب: ایک شخص جب مسلمان ہو تو اس کو اللہ کی صفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا جاننا ضروری ہے، مسائل نماز سیکھنا، احکامِ صوم جاننا، نصاب کا مالک ہو تو مسائلِ زکوٰۃ سیکھنا، نکاح ہونے سے حیض نفاس کے مسائل کا جاننا اور سیکھنا فرض اور ضروری ہے، اسی طرح حلال وحرام، تجارت کے مسائل سیکھنا ضروری ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ۱/۱۷۳، مرقاۃ: ۱/۲۳۳)

اسی طرح لڑکا اور لڑکی بالغ ہونے کے قریب ہوں تو ان کو جن جن مسائل کی ضرورت پڑتی ہے، ان مسائل کی تعلیم دلانا ضروری ہے، اولاد کو ایسے ہی چھوڑ دینا دینی تعلیم نہ دینا درست نہیں، اس سے والدین اللہ کے نزدیک گنہگار رہوں گے۔

إن الصبی إذا قارب البلوغ یجب علی ولی أن یعلمه ما یحتاج إلیه بعد البلوغ ولاینبغی أن یترک مهملاً لایعلم شیئاً من أحکام الدین .(عمدة الرعایة)

دور حاضر میں جب چاروں طرف سے خلاف شرع قانون وجود میں آ رہے ہیں، اچھے اخلاق وعادات کو خراب کر دینے والی چیزیں وجود میں آ رہی ہیں، تو ایسے پرفتن دور میں اپنی اولاد کو اسلامی تعلیم دینا ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے ساتھ برتاؤ کرنا اس کی بہت ہی ضرورت ہے، بچوں کو مدرسہ میں داخلہ نہ دینے کا قانون بنانا آپس میں اختلاف اورنفرت اور دشمنی پیدا ہوگی، قرآن حکیم میں ہے: فَلاَ تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ اورآپس میں نہ جھگڑو، ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے، اورتمہاری ہوا جاتی رہے گی۔(سورۃ الأنفال:۴۶)

لہٰذا سختی ودشمنی پیدا کرنے والے قانون کے بجائے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی فضیلت اورثواب کا کام بتلا کر فیس وصول کرنا بہت ہی مناسب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۷۹)علم دین کتنا سیکھنا ضروری ہے

سوال: مسلمان اولاد کو کتنا علم دین سکھانا ضروری ہے، اورتعلیم کی ذمہ داری کس پر ہے؟

جواب: ایک مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ اوراس کی صفات اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو پہچاننا ضروری ہے، نماز کا وقت آنے پر مسائل نماز، رمضان آنے پر احکام روزہ، نصاب زکوٰۃ ہونے پر مسائل زکوٰۃ سیکھنا، نکاح ہونے پر حیض ونفاس کے مسائل سیکھنا ضروری ہے، اسی طرح حلال وحرام، تاجر کے لیے مسائل تجارت سیکھنا فرض ہے۔ (اشعۃ اللمعات:۱/۱۷۳، مرقاۃ:۱/۲۳۳)

خلاصہ یہ ہے کہ زندگی میں جن چیزوں کے ساتھ مسلمان کا تعلق ہو اس کے متعلق ضروری مسائل سیکھنا، مرد وعورت پر فرض ہے، نہ سیکھنے سے گنہگار ہوگا، جو کہ نماز روزہ اورشریعت کے احکام کی ذمہ داری بالغ ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے، لیکن بلوغ سے پہلے اولاد کے والد پر مسائل

سکھانا اور تعلیم دینے کی ذمہ داری ہے، اولاد کو شریعت کے احکام سے جاہل رکھنا صحیح نہیں، ورنہ اللہ کے وہاں والد کی پکڑ ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد جب سات سال کی ہو جائے تو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر پر نماز چھوڑنے پر مارو۔ (شرح الوقایۃ: ۲/۲۲، عمدۃ الرعایۃ)

واللہ اعلم بالصواب

(۸۰) بُرا ماحول اور والدین کی ذمہ داریاں

سوال: دور حاضر میں خاص کر یو۔کے (U.K) میں رہنے والے مسلمانوں کی نوجوان اولاد بہت ہی خراب ماحول میں پرورش پا رہی ہے، اور یہی خراب ماحول کی وجہ سے نئی نسل بہت ہی برے خطرے سے دوچار ہے ایسے ماحول میں اگر اولاد بے دین رہے تو کیا اس کی ذمہ داری والدین پر ہے؟ اولاد کی بے دینی کے خوف سے برتھ کنٹرول کروانا کیسا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں شادی، نکاح، اولاد کی تربیت و پرورش، حلال روزی حاصل کرنا اور تقسیم میراث وغیرہ کے احکام نازل کئے ہیں، اور مسلمانوں کی ذمہ داری کے لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً .**

(سورۃ التحریم: ٦)

اے ایمان والوں! تم اپنی ذات کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ (سورۂ تحریم: ٦)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: **مروا صبیانکم بالصلوٰۃ إذا بلغوا سبعا واضربوھم اذا بلغوا عشراً .**

اپنے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو، اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ (ترمذی: ۵۴، ابوداود: ۷۰)

مذکورہ آیت وحدیث میں اولاد کو دین کی صحیح تعلیم وتربیت کرنے کی ذمہ داری والدین پر ہے۔

خراب ماحول میں پرورش ہونے کی وجہ سے اولاد، دین سے دور رہتی ہے، تو اس کی ذمہ داری والدین پر ہے، اس وجہ سے برتھ کنٹرول کروانا جائز نہیں ہے، اگر ہم اس طرح کریں گے تو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں پر عمل کس طرح ہوگا، اور اولاد کی تربیت اور پرورش پر والدین کو جو فضیلت وثواب ہے وہ کس طرح حاصل ہوگا، ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالی اور عثمان بن مظعون اور عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے جمع ہو کر اس بات کا مشورہ کیا کہ ہم یکسوئی کے ساتھ عبادت کر سکیں اس نیک مقصد کے خاطر ہم دنیا کو پسِ پشت ڈالدیں گے، اور نکاح نہ کرنے، اور ہمیشہ روزہ رکھنے، اور راتوں کو عبادت میں گزارنے، کے متعلق فیصلہ کیا، تو ان کے اس ارادے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی ظاہر کر کے فرمایا: أنتم الذين قلتم كذا وكذا، کیا تم وہی لوگ ہو جنہوں نے ایسا ایسا کہا؟ خوب اچھی طرح سن لو خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا کا خوف رکھتا ہوں، اور ڈرتا بھی ہوں، لیکن میں (رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں) روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں، اور میں نکاح بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقے سے منہ موڑے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

عن أنس قال: جاء ثلثة رهطٍ إلى أزواج النبى صلى الله عليه وسلم يسألون عن عبادة النبى صلى الله عليه وسلم فلما أخبروا بها كأنهم تقالوها فقالوا: أين نحن من النبى صلى الله عليه وسلم وقد غفر الله ما تقدم من ذنبه وما تأخر، فقال أحدهم أما أنا فأصلى الليل أبداً، وقال الآخر: أنا أصوم النهار أبداً ولا أفطر، وقال الآخر: أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبداً، فجاء النبى صلى الله عليه وسلم إليه فقال أنتم الذين قلتم كذا كذا، أما والله إنى لأخشكم لله وأتقاكم له لكنى أصوم وأفطر وأصلى وأرقد وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى. متفق عليه. (مشکوٰۃ المصابیح: ۲۷)

قولــه: (جاء ثلاثة رهط) الرهـط: العصابة دون العشرة، وقيل: دون الأربعين وقيل: هم عليؓ، وعثمان بن مظعونؓ وعبدالله بن رواحةؓ .

(مرقاۃ المفاتيح: ا/۱۸۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تـزوجـوا الـودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم . رواه ابوداود والنسائی .

ترجمہ: محبت کرنے والی زیادہ اولاد پیدا کرنے والی اولاد سے نکاح کرو، کہ میں تمہاری کثرت کی بنا پر فخر کروں گا۔ (مشکوۃ شریف:ا/۲۶۷)

اگر اولاد کی نافرمانی کی بنا پر ہمیشہ کے لیے اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ختم کردی جائے تو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فخر کرنے کا موقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح مل سکے گا، لہٰذا ہمیشہ کے لیے برتھ کنٹرول کرنا جائز نہیں سخت گناہ ہے، اولاد کی اصلاح کی کوشش والدین پر ضروری ہے، اگر کوشش نہیں کریں گے تو گنہگار رہوں گے۔

علامہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: کہ تمام کافروں کے لیے اللہ تعالی کا فرمان ہے: خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمِ، ''اللہ تعالی نے ان کے دلوں پر مہر لگادی'' پھر بھی ابوجہل اور ابولہب ایمان نہ لانے پر اڑے رہے، کیوں کہ اسی کے ساتھ ''وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ'' فرمایا ہے، تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ''خَتَمَ اللّٰهُ'' فرما کر ایمان نہیں لائیں گے، کہہ دیا تھا لہٰذا ہمیں عذاب نہیں ہونا چاہیے، ان لوگوں کی یہ دلیل اس لیے نہیں مانی جائے گی کہ ان کے کفر کی روحانی بیماریاں لاعلاج نہیں تھیں۔ (اشرف الجواب:۲)

اسی طرح یہاں بھی بیماری لاعلاج نہیں ہے کہ اولاد کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی، لہٰذا برتھ کنٹرول کروانا جائز نہیں ہے، اولاد کی اصلاح باپ کے ذمہ ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا كلكم راع، وكلكم مسؤل عن رعيته، والرجل راعٍ على أهل بيته .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحتوں پر نگراں ہے، اور ہر نگراں سے قیامت کے دن اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، اور مرد نگراں ہے اپنے گھر والوں پر۔ (ابوداود شریف: ۴۰۶)

واللہ اعلم بالصواب

(۸۱) اولاد کی تعلیم وتربیت کے متعلق حکمِ شرعی اور والدین کی ذمہ داری کیا ہے

سوال: بچوں کی تعلیم وتربیت کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور والدین پر اس کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: اولاد اللہ تعالی کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت اور امانت ہے، جو خدا تعالی کی طرف سے والدین کو سپرد کی گئی ہے، لہٰذا ہر والدین کے لیے ضروری ہے کہ اس کی حفاظت کرے، اولاد سے والدین اور خاندان کو عزت ملتی ہے، اور دین دنیا کی کامیابی کا تعلق ہے۔

قرآن کریم میں ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً .

(سورة التحريم: ٦)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

جہنم سے بچنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: کہ والدین بذات خود گناہ ترک کر دیں، اور اللہ تعالی کی اطاعت کریں، اور گھر والوں کو بھی گناہ سے بچائیں ان کو نصیحت کریں، اور ادب سکھائیں۔ (تفسیر روح المعانی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ والد کی طرف سے اولاد کو اچھی نصیحت اور ادب سکھانے سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہے۔ (ترمذی شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے، کل قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے گا، اسی طرح عورت اپنے شوہر کے گھر کی حفاظت کی ذمہ دار ہے اس سے بھی کل قیامت کے دن اس کے متعلق حساب لیا جائے گا، ان کے ساتھ انصاف اور دین ودنیا کی ذمہ داری کے متعلق حساب لیا جائے گا۔

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ ، قال العلماء: الراعی ھو الحافظ المحکم ، الملتزم صلاح ما قام علیہ وما ھو تحت نظرہ ففیہ ان کل من کان تحت نظرہ شئ فھو مطالب بالعدل فیہ والقیام بمصالحۃ فی دینہ ودنیاہ ومتعلقاتہ . (مسلم شریف للنووی: ۱۲۲/۲)

جس طرح کھیت اور باغ کا مالی نازک کلیوں پر خاص توجہ دیتا ہے، اسی طرح اگر ہماری اولاد پر توجہ دی جائے اور ان کو اچھے اخلاق وآداب کی تعلیم دیں تو ہماری اولاد پر ماحول کی برائیاں اثر انداز نہیں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

عربی کا مقولہ ہے: الضرب للصبیان کالماء فی البستان .

بچوں کو تربیت کے لیے مارنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باغ میں پانی دینا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد : مروا صبیانکم بالصلوٰۃ اذا بلغوا سبعا واضربوھم اذابلغوا عشراً .

اپنے بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو نماز کا حکم دو ،اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز نہ پڑھنے پر مارو۔ (ترمذی:۵۴،ابوداود:۷۰)

اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے والدین یا استاذ مناسب سزا دے سکتے ہیں، لیکن زیادہ نہیں۔

والمعلم یضرب بحکم الملک بتملیک أبیہ بمصلحۃ الولد وھذا إذا لم یکن الضرب فاحشاً . (شامی:۲۶۱/۳)

(۸۲) تعلیم کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے لیے کونسا طریقہ اختیار کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیسی تھی؟ اس کے متعلق تفصیل لکھیں۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے لیے بہتر سے بہتر طریقہ اختیار فرماتے تھے، جو سننے والے فہم اور اس کے دل میں اثر کرنے والی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت صحابہ کرامؓ سے کسی وقت سوال کرتے جس سے صحابہ کرام پوری طرح متوجہ ہوجاتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود اس کا جواب فرماتے، کسی وقت سوال کرنے والے کے مطابق مختصر جواب دیتے، تو کبھی کبھی فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے تفصیل سے جواب دیتے۔

بخاری شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ ایک ایسا درخت ہے جو انسان سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے، جواب دو وہ کونسا درخت ہے؟ تو صحابہ کرام جنگل کے درختوں کے متعلق سوچنے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود جواب ارشاد فرمایا: کہ وہ کھجور کا درخت ہے، اسلیے کہ کھجور کے درخت کی ٹہنی پتیاں اور پھل وغیرہ سب انسان کے کام آتی ہیں، اس کا پھل میٹھا ہوتا ہے، معدے کی کمزوریاں اور آنکھوں کی کمزوریاں کھجور دور کرتا ہے، اسی طرح کامل انسان تو وہ ہے جس کی پوری ذات سے دوسروں کو پورا فائدہ پہونچے، اس طرح سوالات کرکے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تربیت فرماتے تھے۔

ایسی ہی ایک روایت مسلم شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک قرآن کریم میں سب سے عظمت والی آیت کونسی ہے، دومرتبہ سوال کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَللّٰہُ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. (آیۃ الکرسی مکمل) ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ آپ کے علم میں برکت عطا فرمائے، مذکورہ آیت میں اللہ کے اوصاف کامل طور پر بیان کئے گئے ہیں، انہی کامل اوصاف کی وجہ سے یہ آیت عظمت والی شمار ہوتی ہے، رات کو سوتے وقت پڑھنے سے دونوں طرفہ چالیس چالیس مکانات کے باشندے ہر ایک آفت سے محفوظ رہتے ہیں۔

مسلم شریف اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مسجد میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ابن طاب (ایک قسم کی کھجور کا نام ہے) کی ایک لکڑی تھی، مسجد میں قبلہ کی جانب بلغم تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکڑی سے صاف کیا، اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم میں سے کون یہ پسند کرے گا کہ خدا تعالی اس سے منہ پھیر لے (یعنی اپنی رحمت سے دور کر دے) یہ سن کر تمام صحابہ کرام نے اپنی نظریں نیچی کر لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی سوال دوسری مرتبہ کیا، تو صحابہ کرام نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ اللہ تعالی اس سے ناراض ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر تم میں سے کوئی بھی جب نماز کے لیے کھڑا ہو تو سامنے کی طرف بلغم نہ نکالے، کیوں کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، اور داہنی جانب بھی نہ نکالو، اگر ضرورت ہو تو پاؤں کی طرف یا بائیں جانب تھوکیں، مگر یہ اس وقت تھا جب مسجدوں کا صحن کچا تھا، اب جبکہ مسجدوں کا صحن پکا ہو گیا بہترین چٹائیاں وغیرہ بچھی ہوئی ہوتی ہیں، تو اس طرح بلغم وغیرہ نکالنا درست نہیں ہے، بلکہ اپنے کپڑوں میں نکال لیں، یہ بات بتانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوشبو لاؤ یہ سن کر محلے کے ایک صحابی اپنے گھر سے خوشبو لے آئے، آپ نے وہ خوشبو لے کر لکڑی کے کنارے لگا کر جہاں بلغم تھا اس جگہ لگا دیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (سورۃ الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تم لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پریشانی میں ٹہلتا ہوا دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس حالت سے اندازہ لگایا کہ اس کی کوئی قیمتی چیز گم ہو گئی ہو گی، ایسی حالت میں وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کیا

آپ کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرا قیمتی اونٹ گم ہوگیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایسا لگا کہ آپ قرآن کی کوئی آیت بھول گئے ہیں جو آپ کو یاد تھی جس کی وجہ سے آپ اتنے پریشان ہیں۔

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کا قیمتی اونٹ گم ہوجانے کی وجہ سے وہ پریشان تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع محل دیکھ کر قرآن کی عظمت اس کے دل میں ڈالدی تاکہ اس کو قرآن کی عظمت کا احساس ہو۔

ایک موقع پر ایک عورت کا بچہ گم ہوگیا، وہ عورت بچے کی تلاش میں چاروں طرف بھاگ رہی تھی، ہر ایک سے اپنے بچے کے متعلق پوچھتی، جس طرح وقت گزرتا گیا اس کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا، کوئی بچہ دیکھتی اس کو اپنے سینے سے لگاتی تھی، اتنے میں اس کا بچہ مل گیا، اس عورت نے فوراً اپنے بچے کو سینے سے لگایا، کبھی وہ اس کا چہرہ دیکھتی کبھی سینے سے لگاتی، اس موقع کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ آگ میں ڈالنے کی بات تو دور کی وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے، اللہ کبھی نہیں چاہتے کہ اس کے بندے جہنم کی آگ میں جلے۔

قربان جایئے ایسے مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی پیاری تعلیم وتربیت پر، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے میں ہم آپ کی سنتوں پر عمل کرنے کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کو اصولِ زندگی بنانے کی پوری پوری کوشش کریں۔

واللہ اعلم بالصواب

(۸۳) علم کی فضیلت

سوال: ایک مسلمان بھائی اپنے بچوں کو دینی تعلمی کے لیے مدرسہ میں داخل کئے ہیں، مدرسہ

میں بہت ہی اچھی تعلیم وتربیت ہورہی ہے، مگر بچے جب گھر آتے ہیں تو شریعت کے پابند نہیں رہتے ہیں جس کی وجہ سے والد بہت پریشان ہے، اس کے متعلق کچھ وضاحت کریں اور علم کی فضیلت بھی ذکر کریں تاکہ بچوں کو اس کے ذریعے سمجھایا جائے۔

جواب: قرآن کریم میں ہے: يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا .

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

(سورۃ التحریم:٦)

مذکورہ آیت میں ہر ایک مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ماتحتوں کو جیسے: عورت، اولاد، بھائی بہن، خادم وغیرہ ہر ایک کو اچھی نصیحت کرتے رہیں اور نیک عمل کرنے کی نصیحت کرتے رہیں، ہر گناہ کے کام سے روکتا رہے۔ (روح البیان)

جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کا اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کا طریقہ تو سمجھ میں آتا ہے، کہ وہ خود نیک عمل کرے، گناہ سے بچتا ہے، مگر گھر والوں کو کیسا بچا سکتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کاموں سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے، ان کاموں کے کرنے سے ان کو منع کر دے، اور جن امور کے متعلق اللہ تعالی نے کرنے کا حکم دیا ہے ان کے متعلق ان کو کرنے کا حکم دو، اس طرح کرنے سے اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچا سکتے ہو۔ (تفسیر روح المعانی)

لہٰذا اولاد کی تعلیم وتربیت پر توجہ رکھنا اور ان کو نصیحت کرتے رہنا اور اصلاح کے لیے پوری کوشش کرنا والدین کے لیے ضروری ہے، سوال میں درج ہے کہ مدرسہ میں بہت اچھی تعلیم وتربیت ہوتی ہے، مگر گھر آنے کے بعد بچے پابند شرع نہیں رہتے ہیں، تو گھر آنے کے بعد والدین کی ذمہ داری رہتی ہے کہ وہ نصیحت کرتے رہیں، اور نماز وغیرہ کی پابندی کراتے رہیں، علم حاصل کرنے سے انشاء اللہ عمل کی توفیق ہوگی، اور اس کے بدلے جنت ملے گی۔

قرآن کریم میں ہے: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا .

ترجمہ: اور جو لوگ ہمارے لیے تکلیف برداشت کرتے ہیں، ان کو ضرور ہم راستہ دکھائیں گے۔(سورۃ العنکبوت:۶۹)

اس کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ علم حاصل کر کے اس پر عمل کریں گے تو حاصل کیا ہوا علم یاد رہے گا اور نہ حاصل کیا ہوا علم بھی حاصل ہوگا اور جو کچھ اس میں کوشش کرے گا اس کو ہم جنت کا راستہ دکھائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: انسان اپنے علم پر عمل کرے گا تو جو علم اس نے حاصل نہیں کیا اللہ تعالی وہ علم بھی اس کے دل و دماغ میں القاء فرمائیں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ علم حاصل کرنا عبادت ہے اور اس میں مشغول رہنا تسبیح پڑھنے کے برابر ہے، اور اس میں غور فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے، اور دوسروں کو علم سکھانا صدقہ کے برابر ثواب ہے، اور علم حاصل کرنے سے اللہ تعالی کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے۔

(الرشد الأمین:۸۱)

اگر قرآن کریم یاد کرنے والا اور اس کا معنی و مطلب سیکھنے والا اور اس پر عمل کرنے سے اگر خدا تعالی کے ذکر یا اللہ تعالی سے دعاء نہ کر سکے، تو بھی اللہ تعالی دعاء کرنے والے سے افضل اور اعلی چیز اس کو (علم حاصل کرنے میں مشغول رہنے والا) عطاء فرمائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالی فرماتے ہیں جس کو میرے ذکر کرنے سے اور دعاء کرنے سے قرآن نے روکے رکھا ہے، تو دعاء کرنے والے کو جو میں دیتا ہوں اس سے بہتر چیز قرآن میں مشغول رہنے والے کو دیتا ہوں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: قرآن کریم میں مشغول رہنے والا یہ نہ سمجھے کہ دعا نہ کرنے کی وجہ سے اس کی کامل ضرورت پوری نہیں ہوگی، بلکہ جو کوئی اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالی اس کی ضرورتوں کو پوری کرتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح:۱۸۶، مرقاۃ المفاتیح:۲/۵۹۰)

واللہ اعلم بالصواب

(۸۴) صرف اردو کتابیں پڑھ کر وعظ یا تقریر کر سکتے ہیں؟

سوال: میں ایک مکتب کا مدرس ہوں اور امامت بھی کرتا ہوں، اور میں حافظ اور عالم نہیں ہوں، البتہ اردو کتابیں پڑھی ہیں، تین سال تجوید پڑھی ہے، معارف القرآن، معارف الحدیث وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، تو کیا میں دینی کتابوں کا مطالعہ کر کے وعظ یا تقریر کر سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: آپ نے وعظ وتقریر کے متعلق اپنے حالات درج کئے ہیں، مجمع کے سامنے ہر ایک کا کام نہیں، کہ جس کا دل چاہے کھڑا ہو جائے، بلکہ اس کے لیے ضروری علم کا ہونا بہت ہی اہم ہے، کم سے کم اتنا علم تو ہونا ہی چاہیے کہ وعظ وتقریر میں غلط بات کہنے کا اندیشہ نہ رہے، اگر اتنا علم ہے تو اجازت ہے ورنہ نہیں، وعظ وتقریر کا معاملہ بہت ہی نازک ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ . (از اصلاحی خطبات: ۸/۴۱)

وعظ وتقریر میں عوام کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، کس وقت کونسی بات کس طرح کہنی چاہیے، اور کتنی بار کہنی چاہئے، تا کہ لوگ اکتاہٹ نہ محسوس کریں، نیز وعظ وتقریر کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ فتنہ وفساد کا خطرہ نہ ہو، کسی ایک کو نشانہ بنا کر برائی نہ کی جائے، اور کوئی غلط بات یا غلط مسئلہ بیان نہ کیا جائے، ورنہ غلط مسئلہ بتلانے والا ہی گنہگار ہوگا۔

ووجوبه بعد علمه شرطان احدهما ان يظن انه لايصير موجباً لشورات فتنة وإلا لم يجب وثانيهما عدم التجسس والتفتيش عن أحوال الناس لقوله تعالىٰ ولا تجسسوا . (شرح مواقف: ۶۴۷)

قال النبى صلى الله عليه وسلم : من أُفْتِىَ بغير علم كان إثمه على من أفتاه .....رواه ابو داؤد (مشكوٰة المصابيح : ۳۵، كتاب العلم، الفصل الثانى)

وينبغى للآمر بالمعروف والناهى عن المنكر أن يرفق ليكون أقرب الى

تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام الشافعيؒ :من وعظ أخاه سرا فقد نصحه وزانه ومن وعظه علانية فضحه وشانه . (نووی علی المسلم: ۱/۵۱)

والله اعلم بالصواب

(۸۵) فرقۂ اسماعیلی کے معتقد کی وعظ میں جانا۔

سوال: فرقۂ اسماعیلی کا ایک آدمی وعظ کرتا ہے، جس کی باتیں اسلامی عقائد سے ملتی جلتی ہیں، لیکن اس کی ڈاڑھی نہیں ہے، مرد وعورتیں ایک ہی جگہ بغیر پردہ کے وعظ سننے کے لیے جمع ہوتے ہیں، تو کیا ایسے شخص کی وعظ میں شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: وعظ ونصیحت کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ . (سورۃ الغاشیۃ:۲۱)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نصیحت کرتے رہو، آپ کا کام نصیحت کرنا ہے۔

واعظ کے لیے پانچ شرطیں ہیں:

(۱) عالم ہونا۔ (۲) جو بات دوسرے کو کہے اس پر خود عامل ہو۔ (۳) اللہ کی رضا اور اس کی بات پہونچانا مقصود ہو۔ (۴) لوگوں کو نرمی اور محبت سے سمجھانے والا ہونا۔ (۵) لوگوں کی باتوں پر صبر اور تحمل کرنے والا ہونا۔

الأمر بالمعروف يحتاج إلى خمسة أشياء: أولها العلم لأن الجاهل لايحسن بالمعروف، والثاني: أن يقصد وجه الله تعالى وإعلاء كلمته العليا، والثالث: الشفقة على المأمور فيأمره باللين والشفقة، والرابع: أن يكون صبوراً حليماً ، والخامس: أن يكون عاملاً بما يأمره كي لايدخل تحت قوله تعالى : لم تقولون ما لاتفعلون . (الفتاوی الهندية: ۵/۳۵۳)

لہٰذا وعظ کہنے والے کو خود عمل کرنا ضروری ہے، جو لوگ دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے ہیں ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، قرآن حکیم میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَO(سورۃ الصف: ٢)

ترجمہ: اے ایمان والوتم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خودنہیں کرتے، اللہ کے وہاں یہ چیز ناراضگی کا سبب ہے، کہ ایسی بات کہو جو خودنہیں کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے وعظ کی اجازت چاہی تو آپؓ نے فرمایا: آپؐ نے قرآن کی مذکورہ آیت پر غور کیا؟ تو اس نے جواب نفی میں دیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو وعظ کی اجازت نہیں دی۔ (تفسیر کشف الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل بیت کو نماز کا حکم دینے اور خود بھی عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاَةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا . (سورۃ طه: ١٣٢)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ میں نے معراج کی رات کچھ لوگوں دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کاٹے جارہے ہیں، اس کی وجہ پوچھی تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے، لہٰذا اسماعیلی فرقے کا واعظ جو متبع شرع نہیں، اور مجلس میں مرد اور عورتیں بغیر پردے کے ایک ہی جگہ بیٹھ کر وعظ سن رہے ہیں ایسی مجلس میں جانا جائز نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں دھوکہ دینے والے اور جھوٹے لوگ رونما ہوں گے، جو باطل احکام اور غلط عقائد بیان کریں گے، لوگوں کے دلوں میں غلط عقائد پیدا کریں گے تمہارے سامنے ایسی باتیں بیان کریں گے جو تم نے اور تم سے اولین نے بھی سنی نہیں ہونگی، تم لوگ ان سے دور رہنا، تاکہ غلط عقیدے کی طرف نہ لے جائیں اور تم کو گناہ میں مبتلاء نہ کریں۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يكون فى آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آبائكم فإياكم وإياهم لايضلونكم ولايفتنونكم . رواه مسلم

(مشکوٰۃ المصابیح: ٢٨، مرقاۃ المفاتیح: ١/١٩٠)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے مددگار اور صحابہ ان کے زمانے میں پیدا کئے گئے تھے، جو ان کے طریقے اور ان کے احکام پر عمل کرتے تھے، لیکن ان کے بعد ایسے نالائق لوگ آئیں گے جو ایسی بات کہیں گے جن پر وہ خود عمل نہیں کریں گے، اور شریعت کے خلاف کام کریں گے لہٰذا ایسے لوگوں کو جو ہاتھ سے روکے گا وہ کامل مومن شمار ہوگا، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، وہ بھی مومن شمار ہوں گے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۲۹)

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من نبى بعثه الله فى أمته قبلى الإ كان له فى أمته حواريون وأصحاب يأخذون بسنته ويقتدرون بأمره ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لايفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن وليس وراء ذلک من الإيمان حبة خردل . رواه مسلم

(مشكوٰة المصابيح: ۲۹)

لہٰذا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ حتی الامکان ایسی مجلسوں میں جانے سے لوگوں کو روکے، اس لیے کہ واعظ کی اچھی یا بری باتوں کو سمجھنے کی صلاحیت سننے والوں میں نہ ہو تو اس کی باتیں سننا جائز نہیں۔

وأما إذا لم يعلم حسنه وقبحه لايجوز أن يتعلم إلا ممن عرف ديانته وصلاحه .

(مرقاة المفاتيح: ۲/۵۸۳)

واللہ اعلم بالصواب

(۸۶) ماہِ محرم الحرام کی فضیلت اور اس میں خوشی کے کام کرنے کے متعلق

سوال: ماہ محرم الحرام کی فضیلت کیا ہے؟ اور اس ماہ میں شادی نکاح وغیرہ خوشی کے کام کرنا کیسا ہے؟ اس کے متعلق تفصیل سے جواب دیں؟

جواب: ماہِ محرم الحرام کی فضیلت قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ.

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ (۱۲) معتبر ہے۔ اس دن سے جس دن اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان میں سے چار مہینے بہت ہی بابرکت اور عزت والے ہیں۔
(سورۃ التوبۃ: ۳۶)

وہ چار مہینے (۱) ذی القعدہ (۲) ذی الحجۃ (۳) محرم الحرام (۴) رجب ہے، پہلی امتوں میں لڑائی کرنا، قتل کرنا وغیرہ ان مہینوں میں ممنوع تھا، اور ہر نبی کی شریعت کا اس بات پر اتفاق تھا، ان چار مہینوں مین پر عبادت کا ثواب زیادہ ہے، اسی طرح اگر کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال بھی زیادہ ہے۔
(معارف القرآن: ۴/۳۷۰)

اللہ تعالیٰ نے محرم الحرام مہینے کو ادب اور عزت والا مہینہ بتلایا ہے اس سے زیادہ فضیلت اس مہینے کی کیا ہوسکتی ہے، اسی طرح حدیث شریف میں اس کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ کہا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم ۔رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم کے روزے ہیں۔ (مسلم: ۳۶۸، مشکوۃ المصابیح: ۱۷۸)

اس مہینہ میں سب سے پہلا اور افضل عبادت دسویں محرم کو روزہ رکھنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشورہ کا روزہ رکھو، میں اللہ کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ اس عمل سے اللہ تعالیٰ صرف ایک دن کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، تو ایک دن پہلے کا یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھ لیا جائے، وہ مستحب ہے۔

واستحب جماعة من العلماء أن يصوم التاسع والعاشر.

(طیبی شرح مشکوٰۃ: ۸۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو کوئی دسویں محرم کو اپنے گھر والوں پر اچھی طرح

خرچ کرے گا، اللہ تعالیٰ پورا سال اس کی روزی میں برکت دیں گے، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا اور ایسا ہی پایا۔

انا قد جربناه فوجدنا كذلك . (مشكوٰة المصابيح : ۱۷۰)

لہٰذا محرم کے مہینہ میں مذکورہ دو کام کرنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔

محرم اور صفر مہینوں کے متعلق بہت سے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ دونوں مہینے منحوس ہیں، یعنی ان دو مہینوں میں نہ تو کوئی برکت ہے نہ بھلائی، ہر مہینہ اللہ نے بنایا ہے مذہب اسلام میں ایسے کسی عقیدے کی کوئی جگہ گنجائش نہیں، لہٰذا اس مہینے میں شادی یا کسی اور خوشی کا کام نہ کرنا چاہیے درست نہیں۔

محرم کے مہینے کو نحوست اور ماتم کا مہینہ سمجھنا غلط ہے، ایسے تو سال کے بارہ مہینوں میں سے ہر ایک میں کسی نہ کسی بزرگ ہستی کی وفات ہوئی ہے، تو اس کا سہارہ لے کر، اگر دیکھا جائے تو ۱۲؍ مہینوں میں کسی بھی مہینے کو نکاح یا کوئی خوشی کا مہینہ سمجھنا غلط ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/۳۶۰)

بعض بزرگ لوگ دسویں محرم کو شربت پلاتے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے شہیدوں کی پیاس دور ہوتی ہے، کیوں کہ وہ پیاسے ہوئے تھے، تو ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کو شربت نہیں پہونچتا مگر اخلاص اور شریعت کے مطابق ہو، تو ثواب پہونچتا ہے۔

ہمیں یاد رکھنا ضروری ہے کہ خلاف شریعت کاموں میں حصہ لینے سے یا اس کو دیکھنے کی نیت سے جو کوئی اس میں شامل ہوگا، اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

عن عبد الله بن مسعود قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " من كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضي عمل قوم كان شريكاً لمن عمله". (كنز العمال، ۹/۱۱، رقم الحديث: ۲۴۷۳۰)

ایک شخص کہیں جارہا تھا، ہولی کا وقت تھا ہر جانور پر رنگ لگا ہوا تھا، اس نے دیکھا ایک

گدھا بیٹھا ہوا ہے، صرف اس پر کوئی رنگ نہیں ہے تو مذاق میں اس نے گدھے پر رنگ ڈال دیا، تو اس کی وفات کے بعد اس کو عذاب دیا گیا کہ تو نے ہولی کی رسم میں شامل ہو کر تو نے ان کی تعداد میں اضافہ کیا تھا، لہٰذا ایسے خلافِ شریعت جلوس میں شامل ہونا اور دیکھنا باعثِ عذاب ہے۔

اگر ماتم اور جلوس جائز ہوتے تو ہم ۲۱/ اکیس رمضان کو ضرور کرتے کیوں کہ اس دن حضرت حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، اسی طرح حضور کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے، اس دن اگر جائز ہوتا تو ماتم ان کے لیے کیا جاتا..... مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمین نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محرم الحرام ۲ھ میں ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی حضرت امّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱/محرم الحرام ۲ھ میں ہوا تھا، اسی طرح خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلی محرم الحرام ۷ھ میں ہوا تھا۔

واللہ اعلم بالصواب

۴/محرم/ ۱۴۱۹ھ

(۸۷) ہجری سن کی روایت کس نے شروع کی؟ اور اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ ماہ محرم کے مسنون اعمال کیا ہیں؟

سوال: ہجری سن کا مطلب کیا ہے؟ اس کی ابتداء کب سے ہوئی؟ اور اب تک ہجری چودہ بیس (۱۴۲۰) تھی، آئندہ محرم الحرام سے ۱۴۲۱ ہوگئی، تو یہ سن ہجری کس واقعہ سے شروع ہوئی ہے، اور محرم الحرام کے مہینے میں کون کون سے امور مسنون ہیں؟

جواب: محرم مہینہ سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے، اب تک ۱۴۲۰ھ تھی، اب ۱۴۲۱ھ شروع ہوئی تو اس کی ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ سے ہے، مگر اسلام کی ہجری سن کا آغاز سن ہجری ۱۷، میں حضرت عمر کے دور خلافت میں ہوا، اس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوموسی اشعریؓ جو یمن کے گورنر تھے انہوں نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آپ کے فرامین ہمارے پاس آتے ہیں، مگر ان فرامین پر سن ہجری و مورخ نہیں ہوتی، اگر یہ ہو، تو انتظام میں سہولت رہے، لہٰذا حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو جمع کیا، اور مشورہ کے بعد حضرت علیؓ کی رائے کے مطابق یہ طے ہوا کہ سن اور تاریخ کا دارومدار ہجرت پر رکھا جائے، اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت ۱۲/ربیع الاول کو ہوئی تھی، لیکن سال کی ابتداء محرم سے رکھی، چونکہ نبوت کے تیرہویں سال ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں مدینہ ہجرت کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔

عن سهل بن سعد قال: ما أدوا من مبعث النبى صلى الله عليه وسلم ولامن وفاته ما أدوا إلا من مقدمه المدينة.

(الصحيح للبخارى: ۱/۵۶۰، فتح البارى، عمدة القارى:۱۷/۶۶)

مسلمانوں کا سن ہجری بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، دنیا میں جتنے بھی سن ہیں، وہ کسی نہ کسی مشہور ہستی کی پیدائشی دن کی یادگار ہوتی ہے، یا سماجیت کی خوشی کی یاد دلاتی ہے، جیسے سن عیسوی حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش سے ہے، یہودی نے اپنے سن کا مدار حضرت سلیمان کے فلسطین پر تخت نشینی کے مطابق رکھا ہے، رومی لوگ سکندر بادشاہ کی ولادت کے دن سے اپنے سن کی ابتداء کرتے ہیں، لیکن اسلام کی سن ہجری ایک ایسے نبوی واقعہ سے تعلق رکھتی ہے، کہ اگر مسلمان ہر جانب سے مصیبت میں مبتلاء ہو جائیں، اور ساری دنیا دشمن بن جائیں، اور بستی کے لوگ قتل کرنے کے درپے ہوں، اور زندگی گزارنا مشکل ہو جائے، تو ایسے موقع پر اس کا حل مذہب اسلام نے یہ نکالا ہے کہ اس بستی سے کسی اور جگہ ہجرت کر جائے۔

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت پر سن ہجری کا مدار رکھا گیا ہے، ہجرت کا واقعہ ہمیں یہ نصیحت دیتا ہے، کہ ایک مظلوم ومجبور اور بے یار ومددگار انسان اپنے مشن میں کس طرح کامیاب ہوسکتا ہے، اور مصیبتوں سے نجات پاکر کامیابی کا سنہرا تاج اپنے سر پر کس طرح رکھ سکتا ہے، محرم الحرام میں کربلا کے واقعہ کو یاد کرنے کے بجائے غم اور ماتم کرنے کے بجائے، ان دنوں کے مسنون عمل روزہ رکھنا ہے، حدیث شریف میں بعد رمضان نفل روزے میں محرم کا روزہ سب سے افضل بتایا گیا ہے، **افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم**، یعنی بعد رمضان سب سے افضل روزہ محرم کا روزہ ہے۔ (مشکوۃ شریف: ۱۷۸)

خاص کر کے دسویں محرم کے روزہ کی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے، کہ عاشورہ کا روزہ افضل روزہ بتایا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ تعالی سے امید ہے عاشورہ کے روزے سے پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

لقوله عليه السلام: وصيام يوم عاشوراء احتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله . (مسلم شريف: ۱/۳۶۷)

والله اعلم بالصواب

(۸۸) مخلوط لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم مسلم اسکول میں ٹائی لگانے کو لازم قرار دینا اسکول میں افتتاحیہ تقریب میں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہونے کے متعلق۔

سوال: (۱) انگلش میڈیم اسکول میں لڑکے اور لڑکیوں کو ایک ساتھ ایک ہی بینچ پر اس طرح بٹھایا جاتا ہے کہ دو لڑکوں کے درمیان ایک لڑکی ہوتی ہے، اس میں بالغ ونابالغ سب ہوتے ہیں، تو کیا اس طرح کرنا درست ہے؟ جبکہ لڑکے اور لڑکیوں کو الگ الگ کمرے میں یا الگ الگ بینچ پر بٹھانے کا انتظام ہے؟

(۲) اسی اسکول میں مسلمان لڑکوں کو ٹائی لگانا لازم کردیا گیا ہے، جو کہ نصاریٰ کا قومی

شعار ہے، جوکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوسولی پر چڑھانے کی یاد میں صلیب بنانے کی نیت سے پہنا جاتا ہے،اسی ٹائی سے عیسائی لوگ تثلیث (تین خدا کے ہونے) کی علامت مانتے ہیں،تو کیا یہ درست ہے؟اور مسلمان لڑکوں پر زور دینا جائز ہے؟

(۳) صبح میں اسی اسکول میں افتتاحی تقریب ہوتی ہے،اس وقت سب طالب علم جس میں مسلمان بھی ہوتے ہیں ہاتھ جوڑ کر کھڑے رہنے کو لازم قرار دیا گیا ہے،جس طرح غیر مسلم بتوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں تو کیا طلبہ سے اس طرح کرانا جائز ہے؟

جواب: (۱) مذکورہ سوال کے مطابق اگر لڑکے اور لڑکیوں کو ایک ساتھ بینچ پر بٹھایا جاتا ہے،وہ بھی اس طرح کہ دو لڑکوں کے درمیان ایک لڑکی ہو تو یہ بہت ہی شرمناک اور خلافِ شرع بات ہے،اور ایک بہت بڑے فتنہ کی ابتداء ہے،جس کا انجام انتہائی تباہ کن ہے،شریعت نے اس معاملہ میں بڑی احتیاط ملحوظ رکھی ہے،اور جو چیزیں فتنہ کا سبب بنیں اس سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ، وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ .

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں، زیادہ صفائی کی بات ہے بے شک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے،اس کی جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں،اور اسی طرح مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں،اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔(سورۃ النور: ۳۰/۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کی مجلسوں میں شرکت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو اپنے گھر کے حجرے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے،اور گھر کے کونے میں نماز پڑھنا گھر کے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها . (السنن لابی داود: ۸۴، مشکوٰۃالمصابیح: ۹۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے، (یعنی لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے) اور اللہ تعالی کے سب سے زیادہ قریب رہنے والی وہ عورت ہے جو اپنے گھر کے کونے میں بیٹھے۔ (طبرانی، کفایت المفتی: ۳۳/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے آمد ورفت کے لیے جو دروازہ متعین کیا تھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس دروازے سے کبھی نہیں گزرے تھے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لو تركنا هذا الباب للنساء، قال نافع :فلم يدخل منه ابن عمر حتى مات ،قال ابوداود: رواه اسماعيل بن ابراهيم عن أيوب عن نافع قال: قال عمر: وهذا أصح .

(السنن لابی داود: ۸۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لڑکے اور لڑکی کی عمر دس سال کی ہو جائے تو ان کا بستر الگ کردو، یعنی ماں باپ اور بھائی وغیرہ کے ساتھ ایک ہی بستر پر مت سلاؤ۔

فرقوا بينهم في المضاجع لأن بلوغ العشر مظنة الشهوات .

(السنن لابی داود: ۷۱)

مذکورہ بالا قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، شریعت مطہرہ نے نفسانی خواہشات کو ابھارنے والے دروازے کو ہی بند کر دیا ہے۔

لہٰذا لڑکے اور لڑکیوں کو ایک ساتھ بٹھانا شرعاً ناجائز ہے، مسلم ٹرسٹ کو جبکہ اس کے اراکین بھی مسلمان ہیں اس روایت کو ختم کرنا اشد ضروری ہے، کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نیک کام کی رہبری کرنے والا نیک کام کرنے والے کے برابر ہے، (ثواب میں) اور برے کام کو رواج دینے والا برے کام کرنے والے کے مانند ہے گناہ میں۔

الدال على الخير كفاعله .(حاشيه هدايه : ٨٩)

عن عقبة بن عامرؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والدخول على النساء .

(بخاری شريف: ٢/٧٨٧، باب لايخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم والدخول على المغيبة)

عن عبد الله بن مسعودؓ قال قال النبی صلى الله عليه وسلم لاتباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها كأنه ينظر إليها .

(بخاری شريف: ٢/٧٨٨، باب لا تباشر المرأة فتنعتها لزوجتها)

هذا اصل فی سد الذرائع فإن الحكمة فی هذا خشيته ان يعجب الزوج الوصف المذكور فيفضی ذلک إلى تطليق الواصفة او إلى الافتنان بالموصوفة .

(فتح حاشية: ٨)

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" من تشبه بقوم فهو منهم". (سنن ابی داؤد : ٥٥٩)

جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا تو اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث سے بہت سے علماء نے دلیل پیش کی ہے کہ غیر مسلموں کا طریقہ اختیار کرنا مکروہ ہے، ترمذی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غیر قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ ہمارے طریقہ والوں میں سے نہیں ہے۔

وبهذا احتج غير واحد من العلماء على كراهية اشياء من زی غير المسلمين وأخرج الترمذی قال ليس منا من تشبه بغيرنا .

(عون المعبود شرح ابوداود: ٤/٧٨)

مشابہت اگر لباس میں ہو کہ ایسا لباس جو خاص غیر مسلموں کی علامت اور ان کا مذہبی وقومی شعار ہو تو وہ حرام ہے، اگر فیشن کے طور پر ہو تو بھی اس سے بچنا ضروری ہے۔

(مظاہر حق: ۳/۱۶،۴۲)

لہٰذا مذکورہ صورت میں اسکول کے طلباء کو گلے میں ٹائی ڈالنا مذکورہ حدیث کی روشنی میں ناجائز ہے، اور اس کو بند کرنا اراکین کی ذمہ داری ہے۔

(۳) سائل کے سوال کے بموجب ہاتھ جوڑ کر کھڑا رہنا مذہب اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، قرآن پاک میں زمین کے لیے اتنا حکم دیا ہے کہ اس پر زور سے نہ چلا جائے کسی کی تعظیم کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اس کا حقدار ہو۔ (درمختار)

وندے ماترم میں بہت سے شرکیہ الفاظ ہیں اس کا بولنا شرعی اعتبار سے جائز نہیں، مسلم طلباء کو اس کا پابند نہ بنایا جائے۔ (امداد الفتاوی: ۴/ جھنڈے کی پراڑ اٹھانا)

واللہ اعلم بالصواب

۱۷/ ربیع الثانی/ ۱۴۱۹ھ

(۸۹) جاندار تصاویر والا، مسلم تعلیمی نصاب بنانا

سوال: موجودہ زمانہ بڑی بڑی عیسائی اور ہندو مشنری کا ہے، عیسائی و ہندو اور دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے اپنے مذہب کی باتیں عقائد وغیرہ قوم کے معصوم بچوں تک تعلیمی کورس کے ذریعہ اور طرح طرح کی تصاویر کے ذریعہ پہونچاتے ہیں اور ان معصوم بچوں کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ ہمارے مذہب کے سراسر خلاف ہے، اور بچے ان باتوں کو سمجھ کر پڑھتے ہیں، اور یہ تعلیمی کورس کی کتابیں ہر ایک مذہب کے بچوں کو پڑھائی جاتی ہیں، مسلمانوں کے بہت سے بچے بھی اسی طرح تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور بعض جگہ ایسی تعلیم لینے پر مجبور ہیں مسلمانوں کے اکثر بچے پندرہ سال کی عمر تک ایسے گندے ماحول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور جب وہاں سے تعلیم حاصل کر کے نکلتے ہیں تو وہاں کا ماحول ان پر اثر انداز ہو چکا ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گندا ماحول دل میں ایسا اثر انداز ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ بچے مذہب اسلام سے بے رغبتی اور نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

ہم نے ان حالات کا بہت ہی گہرائی سے جائزہ لیا ہے، ہم لوگوں نے کلاس ایک سے نو تک کے بچوں کے لیے ایک تعلیمی نصاب بنایا ہے، اس نصاب میں بچوں کے ذہنی و دلی میلان کا خیال رکھتے ہوئے تصاویر کے سہارے بنیادی باتیں اور ضروری تعلیم آسان طریقے سے جس میں دلی لگاؤ بھی باقی رہے، اور دین کی سمجھ بھی پیدا ہو پیش کیا ہے۔

ہمارا مقصد صرف موجودہ زمانہ کے چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے اور مسلمان بچوں کو توحید پرست بنانا ہے، ہماری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے، آپ جناب اس نصاب کو دیکھ کر مسلم اسکول میں اس نصاب کے ذریعہ سے تعلیم دینا صحیح ہے، اس کا حکمِ شرعی قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

جواب: جو آپ لوگوں کی مسلمان بچوں کی دینی اور اسلامی طریقے سے تربیت کی فکر اور ابتداء سے ہی مسلمان بچوں کی تربیت اسلامی تعلیم کے مطابق ہو، تا کہ وہ غیر اسلامی عقائد سے دور رہیں، اور اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل کریں یہ کوشش لائق تعریف اور لائق مبارکباد ہے، میری دلی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کوششوں میں کامیابی عطاء فرمائے۔ (آمین)

مگر اس بات کا خیال رہے کہ توحید اور دین کو پھیلانے کے جذبے کے ساتھ اس طرح کی کتابوں کا شائع کرنا فائدہ مند اور ثواب کا کام ہوسکتا ہے جبکہ شریعت کی حدود میں رہ کر کیا جائے، ناجائز طریقہ اختیار کرنے سے ثواب نہیں، بلکہ خلافِ شرع ہونے کی بنا پر گناہ ہوگا، جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے، حدیث شریف میں اس سے صاف الفاظ میں منع کیا گیا ہے، اور مصور پر سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔

عن عبد الله بن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون".

(الصحيح للبخاري: ۲/ ۸۸۰، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، الصحيح لمسلم: ۲ / ۲۰۱، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، مشكوٰة المصابيح: ۳۸۵، باب التصاوير)

فيقال لهم : أحيوا ما خلقتم .

(فتح الباري لابن حجر: ۴/ ۴۱۱، کتاب البیوع، باب التجارة فيما يكره لبسه للرجال والنساء)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب جاندار کی تصویر بنانے والوں کو ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا کہ اس میں جان ڈالو۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں ہے کہ: **وظاهر كلام النووي رحمه الله تعالى في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان وقال وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فصنعته حرام بكل حال .** (شامی: ۱/ ۶۴۷، مکتبہ سعید)

امام نووی رحمہ اللہ کے کلام کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ مطلقاً جاندار کی تصاویر بنانے کی حرمت پر امت کا اجماع ہے، چاہے اس کا سایہ پڑتا ہو یا نہ پڑتا ہو، اس کی تصویر بنانا حرام ہے، آپ کی موصولہ کتابوں میں بہت سی جگہ مرد وعورت اور بچوں کی واضح تصاویر ہیں، اور رنگ دار بنائی ہوئی ہیں، اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ سورہ اخلاص اور سورہ فاتحہ سے ایک صفحہ پہلے ایک صاف اور واضح تصویر ہے، جس کا قرآن کریم کے اوپر ہونا لازم آتا ہے، یہ تو ایسا ہوا (العیاذ باللہ) کہ قرآن پاک پر تصویر رکھدی، وہ جتنا برا اور گناہ کا کام ہے، اتنا ہی یہ بھی برا اور گناہ کا کام ہے۔

لہٰذا شرعی اعتبار سے جاندار کی تصاویر والی کتابیں (چاہے تعلیم کے مقصد کے لیے کیوں نہ ہو) شائع کرنا جائز نہیں، اگر بغیر سر کے ناقص تصویر ہو تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۹۰) رحمت عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایک نظر میں

☆ رحمتِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نو (۹) ربیع الاول، مطابق ۲۰/ اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن بعد صبح صادق مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔

☆ بعمر اکتالیس (۴۱) سال، سترہ (۱۷) رمضان المبارک ایک فروری ۶۱۰ء میں نبوت ملی۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ (۱۳) سال مکہ معظّمہ میں لوگوں میں بھلائی کا پیغام پہونچایا۔

☆ ظلم اور تکالیف بڑھ جانے سے نبوی سن پانچ (۵) میں ہجرت کا حکم ہوا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پندرہ ساتھی حبشہ کی طرف ہجرت کر کے وہاں مقیم ہوگئے۔

☆ سن نبوی سات (۷) میں شعب ابی طالب میں قید ہوئے۔

☆ سن نبوی دس (۱۰) میں طائف کا تبلیغی سفر فرمایا، اسی سال ستائیس (۲۷) رجب پیر کے دن معراج نصیب ہوئی۔

☆ سن نبوی (۱۳) میں ستائیس صفر جمعہ کے دن مکہ سے مدینۃ المنورہ کی جانب ہجرت فرمائی، چودہ دن قبا میں قیام فرمایا، اور بائیس (۲۲) ربیع الاول پیر کے دن مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔

☆ سن ایک (۱) ہجری میں مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی، (پانچ نمازیں معراج میں فرض ہو چکی تھیں)۔

☆ سن ہجری دو (۲) میں اذان کا حکم ہوا، روزے فرض ہوئے، غزوہ بدر پیش آیا، جس میں حق کو نتیجہ خیز کامیابی ملی۔

☆ سن ہجری تین (۳) میں زکوٰۃ فرض ہوئی، شراب حرام ہوئی، غزوۂ اُحد پیش آیا۔

☆ سن ہجری پانچ (۵) میں پردہ کا حکم نازل ہوا، اور اسی میں غزوۂ خندق پیش آیا۔

☆ سن ہجری چھ (۶) میں صلح حدیبیہ ہوئی۔

☆ سن ہجری سات (۷) میں دنیا کے بادشاہوں کو بذریعہ خطوط اسلام کی دعوت دی گئی۔

☆ سن ہجری آٹھ (۸) میں مکہ فتح ہوا، اور غزوۂ حنین اور طائف پیش آیا۔

☆ سن ہجری نو (۹) میں تبوک کے لیے روانہ ہوئے، لیکن روم کے بادشاہ کی مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

☆ سن ہجری دس (۱۰) میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ حجۃ الوداع ادا کیا، جس میں تاریخی اور جامع خطبہ دیا۔

☆ سن ہجری گیارہ (۱۱) میں اٹھائیس صفر بدھ کی رات کو جنت البقیع میں جا کر مرحومین کے لیے دعاء مغفرت فرمائی، وہاں سے واپسی کے وقت راستے میں دردِ سر کے ذریعہ مرض الوفات کی ابتداء ہوئی، بخار شروع ہوا، اور یہ بخار برابر تیرہ دن تک رہا۔

☆ ترسٹھ (۶۳) سال چار دن کی عمر پر بارہ ربیع الاول، مطابق: آٹھ (۸) جون ۶۳۲ء، پیر کے دن چاشت کے وقت حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیقِ اعلی سے جا ملی۔

☆ تیرہ (۱۳) ربیع الاول کی شب کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرے میں مدفون ہوئے۔

☆ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں پیدائش سے وصال تک کل، بائیس ہزار تین سو تیس (۲۲,۳۳۰) دن اور چھ گھنٹے باحیات رہے۔

واللہ اعلم بالصواب

تعلیم نسواں (عورتوں کی تعلیم)

(۹۱) جامعۃ البنات

سوال: جنوبی گجرات کے بہت سے دیہات میں کچھ سالوں سے مسلمان بالغ لڑکیوں کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے دارالاقامہ کے ساتھ ریسیڈینسیل (Residential) مدارس چل رہے ہیں، لیکن بعض تعلیمی اور دفتری ملازمین اور اس کے اراکین مرد ہوتے ہیں، بعض مرتبہ نا قابلِ بیان واقعات رونما ہوتے ہیں، بعض مرتبہ لڑکیاں زہر کھالیتی ہیں، اور بعض زندہ آگ میں جل جاتی ہیں، اور بعض تو خودکشی کرلیتی ہیں، اس پر سرکاری کارروائی بھی کی جاتی ہے، نیز اخباروں میں بھی اس کو شائع کیا جاتا ہے، جس سے دینی ادارہ اور گاؤں کی اور مذہب کی بدنامی ہوتی ہے، لہٰذا آپ اس بارے میں ہماری مذہبی رہنمائی فرمائیں۔

جواب: مسلمان مردوں کی طرح مسلمان عورتیں اور لڑکیوں کو بھی دینی تعلیم حاصل کرنا ناگزیر ہے، حدیث شریف میں ہے:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم . (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۴)

جس طرح مردوں پر ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو برائیوں سے روکنے کی کوشش کریں اسی طرح عورتوں کے اوپر بھی ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے آپ کو برائیوں سے روکنے کی کوشش کریں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، مردوں کو ادا کرنا ضروری ہے، اسی طرح عورتوں کے اوپر بھی فرض ہے، اور اداء کرنا ضروری ہے، اسی بنا پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے، کہ وضو، غسل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اور مردوں کے متعلق علم کا حاصل کرنا فرض ہے، اور عورتوں کے اوپر بھی علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: **تعلم علم الوضوء والغسل والصلوٰۃ والصوم وعلم الزکوٰۃ لمن لہ نصاب والحج یفرض علیہ علمہ .** (شامی: ۱/۳۹)

بخاری شریف میں ہے:

عن ابی سعید الخدری قال: قالت النساء للنبی صلی اللہ علیہ وسلم: غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوماً من نفسک فوعدھن یوماً لقیھن فیہ .

(الصحیح البخاری: ۱/۲۰)

ترجمہ: ایک مرتبہ صحابیات عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مرد ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے ہیں، ہمارے لیے بھی ایک دن مقرر کرو، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی درخواست قبول فرمائی، ایک مکان میں تشریف لے گئے عورتوں کے متعلق شرعی تعلیم دی۔

اور ایک حدیث میں ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ومعہ بلال فظن أنہ لم یسمع النساء فوعظھن وأمرھن بالصدقۃ .

ترجمہ: ایک عید کے موقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں عید کی نماز کے بعد خطبہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ عورتوں نے نہیں سنا، تو خطبہ کے بعد جہاں عورتیں تھیں حضرت بلال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خود تشریف لے گئے، اور صدقہ کی تعلیم دی۔

(بخاری شریف: ۱/۲۰)

مذکورہ دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ضروری اور مستحب علم حاصل کرنا مرد اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں، مذکور حدیث کی شرح میں علامہ عینیؒ نے علامہ نوویؒ کے حوالے سے لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو نصیحت کرنا، آخرت کو یاد دلانا، اسلامی احکام بیان کرنا، صدقہ خیرات کی طرف توجہ دلانا مستحب ہے، شرط یہ ہے کہ وعظ کہنے والے اور سننے والے میں کوئی خرابی اور فتنہ کا خوف نہ ہو۔

وهذا إذا لم يترتب على ذلك مفسدة أو خوف فتنة على الواعظ أو الموعوظ . (عمدة القارى شرح صحيح البخارى: ۲/۱۷۴)

اس سے صاف ظاہر ہوا مسلمان عورتیں اور لڑکیوں کو دینی تعلیم دینا بہت ہی ضروری ہے، ورنہ عبادتوں میں کوتاہی اور غلطی اور اولاد کی تربیت میں کمی رہے گی، جس سے فتنہ وفساد پیدا ہوکر اپنی برادری میں خرابی پیدا ہوگی، مسلمان لڑکیوں کے لیے کچھ شرائط کے ساتھ مقامی (غیر اقامتی نون ریسیڈینشیل (None,Residential) قائم کرنا اور مقامی طور پر لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے جانا جائز ہے، جو حدیث بالا سے ثابت ہوتا ہے، مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اقامتی درسگاہ کا انتظام کرنا جائز ہے، البتہ اس کے لیے کچھ شرائط ہیں:

(۱) مدرسہ کا جائے وقوع فتنہ وفساد یا اس کے امکانات سے بھی محفوظ ہونا چاہیے، وہ جگہ لڑکیوں کے لیے خاص ہو، مردوں کو آنے جانے کا بالکل دخل نہ ہو۔

(۲) غیر محرم کے ساتھ ملنا ملانا نہ ہو، مع پردہ وہ جگہ اس طرح محفوظ ہو کہ کسی طرح کے فتنے کا خطرہ نہ ہو۔

(۳) تعلیم وتربیت کے لیے پاک دامن نیک اخلاق عورتوں کو مقرر کیا جائے، اگر اس میں سے ایک بھی شرط نہ ہوگی تو تعلیم حاصل کرنا جائز نہ ہوگا۔ (کفایت المفتی)

جو مدارس مذکورہ بالا شرائط پر نہ اتریں، تو ایسے مدارس کا قائم کرنا، اور بالغ لڑکیوں کو تعلیم کے لیے جانا ناجائز اور حرام ہوگا، ایسے مدارس کا قائم کرنا دین کی خدمت نہیں ہے، بلکہ دین کے خراب اور برباد کرنے کے لیے غلط دروازہ کھولنا ہے۔

مدرسۂ نسواں کے لیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا حکیمانہ قول یہ ہے کہ عورتوں کو اسکولوں میں تعلیم دینا زہر قاتل ہے، مدرسۂ نسواں بھی میں پسند نہیں کرتا، چاہے کسی عالم کی سرپرستی میں ہو، میں تجربہ سے کہتا ہوں کبھی ایسا نہ کرنا، اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو بعد میں افسوس کروگے، اسکول اور مدارس کو چھوڑ کر عورتوں کو گھروں میں تعلیم دو۔ (البلاغ)

واللہ اعلم بالصواب

(۹۲) مدرسۃ البنات میں نصاب کیا ہونا چاہیے؟

سوال: مدرسۃ البنات میں طالبات کو کئی سال تک غیر محرم کی زیر نگرانی رکھنا جائز ہے، اگر جائز ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟ اور نصاب کونسا ہونا چاہیے؟ غیر محرم معلم بن سکتا ہے؟ ہمارے وہاں اکثر غیر محرم نوجوان پڑھا رہے ہیں، اور نصاب میں درس نظامی میں موجبات غسل، اور شرح وقایہ کا مشہور مسئلہ طہر متخلل جس کا تعلق شرم وحیاء کے ساتھ ہوتا ہے، اگر مدارس میں اجازت ہو اور اس کا جواز بھی ثابت ہو پھر بھی لڑکیوں کے بدراہ ہونے کا گناہ کس پر آئے گا، والدین گنہگار رہوں گے یا اہل مدارس؟ اگر ناگفتہ بہ واقعہ پیش آئے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جواب: دین کا ضروری علم اور اپنے متعلق مسائل دینیہ سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت دونوں پر شریعتِ مطہرہ نے فرض کیا ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم

ومسلمة كما في الرواية والمراد بالعلم بوحدانيته ونبوة ورسوله وكيفية الصلوٰة فإن تعلمه فرض عين، .... وأما بلوغ رتبة الاجتهاد والفتيا ففرض كفاية . (مشكوٰة المصابيح: ۳۴، مرقاة المفاتيح: ۱/۲۳۳)

مذکورہ سوال میں لڑکیوں کی تعلیم اور ان کے غلط راستے پر چلنا وغیرہ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کبھی بھی اس بات کی اجازت نہیں دے جاسکتا، اور والدین اور ذمہ داران دونوں گنہگار ہوں گے، بلکہ والدین تو اپنی لڑکیوں کو دینی تعلیم کی غرض سے بھیجتے ہیں، اگر ان کو اس بات کا پتہ چلے گا تو وہ اپنی لڑکیوں کو نہیں بھیجیں گے۔

مدرسۂ نسواں کے لیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا حکیمانہ قول یہ ہے کہ عورتوں کو اسکولوں میں تعلیم دینا زہر قاتل ہے، مدرسۂ نسواں بھی میں پسند نہیں کرتا، چاہے کسی عالم کی سرپرستی میں ہو، میں تجربہ سے کہتا ہوں کبھی ایسا نہ کرنا، اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو بعد میں افسوس کروگے، اسکول اور مدارس کو چھوڑ کر عورتوں کو گھروں میں تعلیم دو۔ (البلاغ، اگست: ۴۹، ۱۹۹۳ء)

موجودہ ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ حکیمانہ رائے پر عمل کرنا بہت ہی ضروری ہے، اپنے مکتب کی تعلیم پر کفایت کرو، اور اس میں بھی لڑکیوں کے لیے معلمات پڑھانے والی ہوں، بالغ لڑکیوں کی تعلیم ہرگز نہ ہوں، "سداً لباب الفتنة"، اپنے ضروری اور متعلقات مسائل کے علاوہ زائد سیکھنے کو فرض کفایہ کہا گیا ہے۔

لہٰذا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: لڑکیوں کے لیے مدارس قائم کرنا اور لڑکیوں کو وہاں تعلیم کی غرض سے جانا، عورتوں کو ان کے متعلق مسائل اور ہنر سکھانا اور کتابت سکھانا یہ تمام شریعت کے مطابق ہے، بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے: "هل يجعل للنساء يوم علٰى حدة في العلم" اور اس باب کے تحت حدیث لائے ہیں، جس سے علم حاصل کرنے کے لیے ایک مکان میں عورتوں کا جمع ہونا ثابت ہوتا ہے، مگر اس کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ فتنہ کا کوئی خطرہ نہ رہے۔ (کفایۃ المفتی: ۲/۳۵/۳۶)

بخاری شریف: (۱/۱۲۰) پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے، ’’ **باب سرعة إنصراف النساء من الصبح** ‘‘ اس کے تحت بھی حدیث بیان کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھاتے تھے، عورتیں اندھیرے کی بنا پر پہچانی نہ جاتی تھیں، اس کے متعلق علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۸۵۵) نے لکھا ہے: اس سے دلیل پکڑی جاسکتی ہے کہ فتنہ کی طرف لے جانے والے تمام اسباب کو ختم کرنا واجب ہے، اور خیالات کو پاک کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے مرد کی فطرت میں عورت کی طرف میلان رکھا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۹۳) مدرسۃ البنات کے متعلق

سوال: ہماری بستی میں مدرسۃ البنات کی ابتداء ہوئی ہے، ابھی فارسی اور عربی کی تعلیم جاری ہے، چار سالہ تعلیمی نصاب مقرر کیا گیا ہے، آخری سال میں قرآن کریم کی مخصوص سورتوں کا ترجمہ اور حدیث میں ریاض الصالحین یا الفیۃ الحدیث پڑھا کر فارغ کر دیا جاتا ہے، تاکہ عورتیں اس کی پابند ہو کر دوسری عورتوں کو تعلیم دے سکیں، طالبات کی عمر اٹھائیس (۲۸) اور بعض کی عمر تیرہ سے سترہ سال تک ہے، ایک کمرے میں طالبات ہوتی ہیں، دوسرے کمرے میں چھبیس سالہ مرد مدرس ہوتا ہے، بیچ میں پردہ ہوتا ہے، روزآنہ سبق سنا جاتا ہے، تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب: تعلیم بنات کے لیے سوال میں جو صورت لکھی گئی ہے، کہ معلم چھبیس سال کا نوجوان اور طالبات اٹھائیس سالہ اور تیرہ سے سترہ سال کی ہے، اور درمیان میں پردہ ہوتا ہے، سبق روزآنہ سنا جاتا ہے، اور کوئی دوسرا معلم نہیں ہوتا، یہ طریقۂ نظامِ تعلیم بالکل مناسب نہیں ہے، حدیث پاک، فقہاء کرام، اور بزرگان دین کی باتوں میں اس کے متعلق بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لايدخل عليها رجل إلا ومعها محرم .**

یعنی بغیر محرم اکیلی عورت کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ (بخاری شریف: ۱/۲۵۰)

مرد کی امامت عورت کے لیے ایسے کمرے میں جہاں کوئی دوسرا مرد نہ ہو اور ان عورتوں میں سے کوئی بھی امام کی محرم نہ ہو، تو ایسی امامت کو مکروہ تحریمی کہا گیا ہے۔

تکره امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره ولا محرم منه کاخته .

(درمختار مع الشامی: ۱/ ۵۲۹)

اسی طرح موجودہ زمانے میں عورتوں کے لیے وعظ کی مجلس میں شرکت کو بھی فقہاء کرام ناپسند فرماتے ہیں: **ولایسعها الخروج ما لم تقع نازلة اما فی زماننا منع الکل فی الکل حتی فی الوعظ ونحوه .** (طحاوی علی الدر المختار: ۱/ ۲۴۵)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک لکھا ہے کہ جاہل عورت کسی دوسری عورت سے اپنے شوہر کے لیے خط بھی نہ لکھوائے، کیوں کہ خط کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ اس عورت کے دل و دماغ میں غلط خیالات آسکتے ہیں، لہٰذا آپ کے وہاں لڑکیوں کا جو طریقہ ہے وہ بالکل صحیح نہیں ہے۔ (البلاغ: ۱۵/ اگست، ۱۹۹۳، ۱۴/ ربیع الثانی، ۱۴۱۹ھ)

واللہ اعلم بالصواب

(۹۴) لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم دینا

سوال: لڑکیوں کی دینی تعلیم گاہ اور دارالعلوم قائم کئے جاتے ہیں، اور ان مدارس میں کتابت بھی سکھائی جاتی ہے، تو موجودہ زمانے کی ضروریات کے پیشِ نظر لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم دینا کیسا ہے؟

جواب: عورتیں اور لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم کے متعلق جائز اور ناجائز دونوں قسم کی روایت وارد ہیں، ایک روایت میں ہے: **لا تعلموا نسائکم سورة یوسف ولا الکتابة .**

ترجمہ: تمہاری عورتوں کو سورۂ یوسف اور کتابت مت سکھانا۔

لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بات کی اجازت

دی تھی، حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ ہیں، وہ فرماتی ہیں: کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آپ حضرت حفصہؓ کو پھوڑا پھنسی کا عمل نہیں سکھاتی ہو؟ جس طرح آپ نے ان کو لکھنے کا سکھایا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رجحان لڑکیوں اور عورتوں کے متعلق یہ ہے: ان کو کتابت سکھانے سے بچاؤ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرد کو دیکھا کہ وہ اپنی عورت کو کتابت سکھا رہا تھا، تو فرمایا کہ برائی پر اور برائی مت کرو، عورتوں کو کتابت سکھانے سے اسلیے روکا گیا ہے کہ ان کے اندر برائی کا زیادہ خطرہ ہے، البتہ عورتوں سے کتابت سیکھنا بھی ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں بعض اس کو برا سمجھتے تھے، اکثر اس کام کو جائز سمجھتے تھے۔

لہٰذا جہاں فتنہ کا خوف نہ تو جائز ہے، اور جہاں فتنہ کا خطرہ ہو تو ناجائز ہے۔

(امداد الفتاوی: تتمۂ صالحہ، دور نبوی کا نظام حکومت: ۴۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۹۵) عورتوں کی تبلیغی جماعت کے متعلق

سوال: ہمارے یہاں فیجی (Fizi) میں دوسرے ممالک سے عورتوں کی تبلیغی جماعت آتی ہے، اور وہ سب اپنے محرموں کے ساتھ ہوتی ہیں، ان کے ساتھ یہاں کی مقامی عورتیں بھی تین دن جماعت میں لگاتی ہیں، جس سے یہاں دین کا ماحول اور پردہ کا اہتمام ہونے لگا ہے، بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں، کہ سب عورتیں پردہ ہوتی ہیں، تو کیا شریعت میں اس کی گنجائش ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے پردہ بہت ہی ضروری ہے، بلکہ عورتوں کی خوبصورتی اور عزت پردہ کے ساتھ ہے قرآن کریم اور احادیث پاک میں اس بات کی بہت ہی تاکید وارد ہوئی ہے، اور بغیر پردے بلکہ بلاضرورت گھر کے باہر نکلنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے، (لوگوں کو اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کرتا ہے)۔

وقال النبی صلی اللہ علیه وسلم : إذا خرجت المرأة من بيتها استشرفها الشيطان . (أوجز المسالک: ۲/۳۴۵)

ایک دوسری حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ میں نے کوئی نہیں چھوڑا۔

عن اسامة بن زيدرضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما تركت بعدى فتنة أضر على الرجال من النساء . (مشكوٰةالمصابيح: ۲۶۷)

لہٰذا بغیر ضرورت کے عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا درست نہیں ہے، اور یہ بھی ہے کہ توحید ورسالت نماز وغیرہ کے ضروری مسائل کا سیکھنا، اور نماز کا طریقہ جاننا مردوں کی طرح عورتوں کے لیے ضروری اور فرض ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة .** (علم کا سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے)۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: علم سے مراد وہ ضروری چیزیں ہیں جس کا سیکھنا بندے پر ضروری ہے، مثلاً: توحید، رسالت، طریقۂ صلوٰۃ یہ فرض عین ہیں۔
(مشکوٰۃ شریف: ۳۴، مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۳۳)

عورتوں کی تعلیم کے متعلق قرآن کریم نے صاف کہا ہے: **وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ .** (سورة الأحزاب: ۳۴)

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجات سے کہا جارہا ہے) کہ اے نبی کی زوجات تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت (حدیث) کی جو باتیں ہوتی ہیں اس کو یاد رکھو، آیت میں حکمت سے مراد حدیث ہے، سورۃ النور میں عورتوں کے مسائل پاکدامنی اور پردہ وغیرہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم

دینے کی ترغیب دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: علموا نسائکم سورة النور .

ترجمہ: اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔

اس سے بھی عورتوں کی تعلیم کی ضرورت معلوم ہورہی ہے۔

اصل تو یہی ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے محرم سے دینی علم حاصل کریں، اور اگر محرم عالم نہ ہو، جیسے عام طور پر ہوتا ہے، تو اپنے محرم کو بھیجے، یا اس کے ساتھ پردے میں رہ کر علماء کرام سے اپنے ضروری مسائل کی تحقیق اور علم حاصل کرنا درست ہے، صحابیہ عورتوں کا بعض مسائل کی تحقیق کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا ثابت ہے، جیسے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی کا صدقہ کی تحقیق کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا ثابت ہے۔

عن زينب امرأة عبد الله بن مسعود قالت كنت فى المسجد فرأيت النبى صلى الله عليه وسلم فقال تصدقن ولو من حليكن وكانت زينت تنفق على عبد الله وايتام فى حجرها فقالت لعبد الله سل رسول الله صلى الله عليه وسلم ايجزأ عنى ان انفق عليك وعلى ايتام فى حجرى من الصدقة، فقال سلى انت رسول الله صلى الله عليه وسلم فانطلقت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم . الخ

(الصحيح البخارى: ۱/۱۹۸)

یہاں تک کہ عورتوں کی درخواست پر ان کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا بھی ثابت ہے۔

أن النبى صلى الله عليه وسلم خرج ومعه بلال فظن أنه لم يسمع النساء فوعظهن وأمرهن بالصدقاة.

ترجمہ: ایک عید کے موقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں عید کی نماز کے بعد خطبہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ عورتوں نے نہیں سنا، تو خطبہ کے بعد جہاں عورتیں تھیں حضرت بلال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خود تشریف لے گئے، اور صدقہ کی تعلیم دی۔ (بخاری شریف: ۱/۲۰)

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی اجنبی عورت کے ہاتھ کو چھوا تک نہیں۔

واللہ ما مست یدہ ید امرأۃ قط فی المبایعۃ ما یبایعھن الا بقولہ قد بایعتک . (الصحیح البخاری: ۲/۷۲۶)

اس بات کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ شادی شدہ عورتیں نماز، طہارت وغیرہ ضروری باتوں کا علم نہ رکھتی ہوں تو ان کی تعلیم کی کیا صورت ہے؟ اس کا شوہر بھی ایسے مسائل سے واقف نہیں، گھر میں بھی ایسا ماحول نہیں ہے اکیلی کسی سے مسائل دریافت نہیں کرسکتی، حالانکہ حکم ہے:

قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا . (سورة التحريم : ٦)

ترجمہ: اے مومنو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

تو اس ذمہ داری اور فریضہ کی ادائیگی کی صورت اس کے علاوہ کیا ہوسکتی ہے، کہ عورتیں اپنے محرم کے ساتھ پردہ کا خیال کرکے (اس شرط کے ساتھ کہ کسی فتنہ کا خطرہ نہ ہو) تبلیغی جماعت میں نکلیں اور اس طرح عورتوں کی اصلاح بھی ہوتی ہے، جیسے سوال میں لکھا گیا ہے۔

نیز معروف ومشہور عالم دین حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ نے عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا درست بتلایا ہے، وہ لکھتے ہیں: مجھے میری اہلیہ اور بیٹی کے ساتھ جماعت میں جانے کا موقع ملا، مستورات کی جماعت کی کارکردگی میں نے خود دیکھی، جس میں احکامِ شرع کی پابندی کی جاتی ہے، مستورات کی تبلیغی جماعت میں اکابر نے جو شرطیں بیان کی ہیں، وہ سب شریعت کے مطابق ہیں، اتنا جاننے کے بعد میری سمجھ کے مطابق مستورات کا تبلیغی جماعت میں جانا درست وجائز ہے۔ (رسالہ بینات: ۱۴۱۹ھ)

ناچیز نے بھی گجرات کے تبلیغی جماعت کے اکابرین سے کہ جو اجتماعات میں بیان کرتے ہیں، پوری لگن کے ساتھ اس میں مشغول رہتے ہیں، ان سے پہلے، خود ناچیز نے عورتوں کی تبلیغی جماعت کی کارکردگی کی تحقیق کی ہے، انہوں نے قابلِ اطمینان جواب دیا: کہ جس جگہ جانا ہوتا ہے

بہت احتیاط اور پردہ کے ساتھ لے جایا جاتا ہے، محلے کے بیچ مقام میں ان کا قیام ہوتا ہے، جہاں کوئی غیر محرم مرد کی آمد ورفت نہیں ہوتی ہے، پورے سفر میں محرم ساتھ ہوتا ہے، لہٰذا دینی پہلو کو مدنظر رکھ کر احتیاط کے ساتھ جائے، جہاں جائے وہاں قیام پردے کے ساتھ محلے کے بیچ کتابی تعلیم اور تقریر کی آواز نامحرم تک نہ پہونچے، اس کا خیال رکھتے ہوئے، (بلاضرورت میلہ نہ لگاتے ہوں) تو درست ہوسکتا ہے، کیوں کہ ایک عورت کی اصلاح سے انشاء اللہ پورا گھر بلکہ پوری برادری کی اصلاح کا غالب یقین ہے، اس کے متعلق ایک مسئلہ فتاوی محمودیہ میں بھی لکھا گیا ہے۔

حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

سوال: ہمارے یہاں عورتوں کی تبلیغی جماعت بھی شروع ہوگئی ہے، کیا اس پرفتن زمانے میں اس کی اجازت ہے؟ کیا حدیث شریف اور آثار صحابہ میں اس کی اجازت ہے؟ کیا اس میں شرکت کرنے والی عورتیں گنہگار ہوں گی؟

جواب: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستورات کی درخواست پر ان کے لیے اجتماع کا دن اور مقام مقرر فرمایا، پھر ازواج مطہرات کے پاس کثرت سے مستورات دین سیکھنے اور مسائل معلوم کرنے کے لیے آیا کرتی تھیں، یہ تو حدیث شریف میں موجود ہے، اب جبکہ دین سے بے خبری بے حیائی غالب آچکی ہے، اور مستورات کے باپ دادا بھائی شوہر وغیرہ ان کو دین نہیں سکھلاتے، اور نہ مردوں کی طرف سے دین سیکھنے کا انتظام ہے، تو اس حالت میں ضروری ہے، کہ مستورات میں دین سکھانے کا انتظام کیا جائے، مگر اس میں بھی حدود شرعیہ کی پابندی لازم ہے، مثلاً: یہ کہ اپنے محلے یا اپنی بستی میں پردے کے ساتھ جائے، نامحرم کے ساتھ نہ جائے، اگر کوئی عورت کتاب سنائے یا تقریر کرے، اس کی آواز نامحرم تک نہ پہونچے، لاؤڈ اسپیکر نہ ہو، اور بے ضرورت جمع نہ ہو، اور اگر دوسری بستی میں جانا ہو تو شوہر یا کسی محرم کے ساتھ جائے، اگر حدودِ شرعیہ کی رعایت نہ کی گئی تو فتنے پیدا ہوں گے اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔ (آمین) فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ العبد: محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۸/۱۳ھ

نوٹ : عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ خوشبو لگا کر زینت کر کے نہ جائیں، معمولی کپڑوں میں جائیں، مردوں کی بھیڑ بھاڑ نہ ہو، راستہ امن والا ہو، کوئی خرابی یا حرام کام میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، ورنہ جانا جائز نہ ہوگا۔

جاز خروج شابة لصلوٰة الجماعة بشرط عدم الطيب والزينة وان لا تكون خشية الفتنة وان تخرج فى خشن ثيابها وان لا تزاحم الرجال وان تكون الطريق مامونة من توقع المفسدة والا حرم . (أوجز المسالک: ۲/۳۴۴)فقط

والله اعلم بالصواب

۱۹۹۸/۱۱/۲۳ء

قرآن اور تلاوت قرآن کا بیان

(۹۶) کیا بچوں! کو صرف قرآن کریم حفظ کرنے سے کوئی فائدہ ہے؟

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بچوں کو قرآن کریم رٹا کر پڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، قرآن تو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنا چاہیے، اس کے متعلق خلاصہ تحریر کریں؟

جواب: احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے، اور صحابہ کرامؓ سے بھی قرآن سنا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں قرآن سناؤں، حالاں کہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دوسرے کے زبان سے قرآن سننا چاہتا ہوں، اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نساء پڑھ کر سنائی۔

عـن عبـد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال لی رسول الله صلی الله علیـه وسـلـم وهو علی المنبر إقرأ علیّ قلت أقرأُعلیک وعلیک انزل قال انی احب ان اسمعه من غیر فقرأتُ سورة النساء .(مشکوٰة المصابیح : ۱۹۰)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو قرآن سناؤں۔

عـن انـس رضـی الـلـه عـنـه قال رسول الله صلی الله علیه سلم لابی بن کـعـبؓ ان الـلـه امرنی ان أقرأ علیک القران، قال الله سمّانی لک، قال نعم قال وقد ذکرت عند رب العالمین قال نعم فذرفت عیناه وفی روایة ان الله امرنی ان أقرأ علیک لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قال وسمّانی قال نعم فبکیٰ متفق علیه .
(مشکوٰة المصابیح: ۱۹۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے حافظ بھی تھے اور مطلب بھی جانتے تھے، تو پھر صحابہ کرام سے سننا اور سنانے کا کہنا یہ الفاظ قرآن سے محبت کے وجہ سے ہی تھا حروف مقطعات اور اس کے معانی اور تفسیر اللہ تعالیٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا پھر بھی اس کے پڑھنے سے ثواب ملتا ہے، ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ جو کوئی کتاب اللہ کے ایک حرف کو پڑھے گا اس کو دس نیکی ملے گی میں یہ نہیں کہتا کہ ''آلٓمٓ'' ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے۔

عـن ابـن مسـعـود رضـی الـلـه عنه یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسـلـم مـن قـرأ حـرفـا من کتاب الله تعالیٰ فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها لااقول آلٓمٓ حرف ولکن الف حرف، ولام حرف، ومیم حرف .
(السنن للترمذی : ۱۱۵/۲)

چھوٹے بچوں کو جو وضو اور پاکی وغیرہ کا خیال نہ رکھتے ہوں ان کو حفظ کے لیے قرآن کریم

دینا جائز ہے، کیوں کہ بچوں کو قرآن نہ دینے سے بچے حفظ قرآن سے محروم رہیں گے، اور اگر وضو کے لیے مجبور کیا جائے تو وہ ان کے لیے مشکل ہے۔ (ہدایۃ: ۱/ ۴۸، نفع المفتی والسائل: ۱۲۵)

لابأس بدفع المصحف إلى الصبيان لان فى المنع تضيع حفظ القرآن وفى الامر بالتطهير حرجا بهم . (هدايه : ۴۹)

قرآن کریم کو ہاتھ میں پکڑنا اس کو دیکھنا یہ بھی ثواب کا کام ہے، ایصال ثواب کے لیے پڑھنا، بیماریوں کی شفا کے لیے پڑھنا، روزی میں برکت کے لیے، اور اپنے ارادوں میں کامیابی کے لیے پڑھنا، اسی طرح سوتے وقت حفاظت کی نیت سے پڑھنا جائز ہے، ایسے موقعہ پر قرآن کا مطلب یا اس کی تفسیر کی نیت نہیں ہوتی پھر بھی قرآن پڑھنے کی فضیلت ہے، اور اس سے زیادہ تلاوت قرآن کا فائدہ کیا ہوسکتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ تلاوت کرنے والے کی طرف رحمت کے ساتھ توجہ فرماتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس کے لیے قرآن شریف کی تلاوت مشکل نہ ہو، اور اچھی طرح تلاوت کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ فرشتوں کے ساتھ ہوگا، اور جو اٹک اٹک کر تکلیف کے ساتھ پڑھتا ہے، اس کو دوگنا ثواب ملے گا، ایک قرآن کی تلاوت کا اور دوسرا تکلیف کا: **عن عائشة رضى الله عنها قالت : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذى يقرأ القرآن ويتتعتع وهو عليه شاقّ له اجران .**

(مشكوة المصابيح : ۱۸۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو کوئی شخص سوتے وقت آیت الکرسی پڑھے گا تو اس کا گھر اور چاروں طرف کے چالیس چالیس گھر ہر آفات سے محفوظ رہیں گے۔

عن على رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على اعوادهذاالمنبر يقول من قرأ آية الكرسى في دبر كل صلوة لم يمنعه من دخول الجنة الا الموت ومن قرأ ها حين ياخذ مضجعه آمنه الله على داره ودار جاره و اهل دويرا ت حوله . (مشكوة المصابيح: ۹۰)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ بغیر سمجھے صرف قرآن کریم کی تلاوت بھی فائدہ مند ہے، صرف ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھنے سے فائدہ نہیں، یہ سراسر غلط بات ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کسی طور پر بھی صحیح نہیں ہے کہ جب تک قرآن کے معانی سمجھ میں نہ آئے صرف قرآن کریم کو رٹنا فضول ہے، اور یہ اس لیے لکھا ہے کہ آج کل بہت سے حضرات دیگر دینوی کتب پر قیاس کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کسی کتاب کا معنی و مطلب نہ سمجھے تو یہ تضیع اوقات کے برابر ہے، مگر قرآن کے متعلق ان لوگوں کے خیالات صحیح نہیں ہیں، کیونکہ قرآن الفاظ اور معانی کا نام ہے، جس طرح قرآن سمجھ کر اس کے حکم پر عمل کرنا فرض اور عبادت ہے، اسی طرح قرآن کی تلاوت بھی ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے، اور کارِ ثواب ہے، اسی طرح نور اور برکت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ (معارف القرآن: ۱/۳۳۳)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اے اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ سے زیادہ قریب کرنے والا کونسا عمل ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت، تو امام صاحب نے پوچھا کہ مطلب سمجھ کر پڑھے تب یا بغیر سمجھے پڑھے تب بھی آپ کی قربت حاصل ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر سمجھ کر یا بغیر سمجھے پڑھے دونوں طریقے میری قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

(تألیفات مصلح الامت: ۳/۳۲۶)

واللہ اعلم بالصواب

(۹۷) اوقات مکروہہ میں تلاوتِ قرآن کا حکم

سوال: جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، ان اوقات میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ اوقات مکروہہ میں قرآن کریم کی تلاوت نہ کی جائے، اس لیے کہ قرآن کی تلاوت کرنا نماز صحیح ہونے کا ایک رکن ہے، اور اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا جائز نہیں، تو نماز کا ایک رکن یعنی قرآن کریم کی تلاوت نہ کرنا بھی افضل ہے، البتہ اوقات مکروہہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اور دعا میں مشغول رہنا اور تسبیح پڑھنا افضل ہے۔ (البحر الرائق: ۱/۲۵۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۹۸)اوقات مکر ہہ میں تلاوتِ قرآن کریم سے کیوں منع کیا گیا ہے

سوال: ماہنامہ امید کے فتاوی کالم میں لکھا گیا ہے کہ اوقات مکروہہ میں تلاوت نہ کرنا چاہیے، تو صبح کے وقت بعد نماز فجر لوگ تلاوت کرتے ہیں، تو کیا اس وقت تلاوت کرنا منع ہے؟ اور لوگوں کا یہ معمول غلط ہے؟ اس کے متعلق وضاحت کریں؟

جواب: ماہنامہ امید میں اوقات مکروہہ میں تلاوت قرآن نہ کرنی چاہیے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں اوقات مکروہہ سے مراد وہ اوقات ہیں، جن میں کسی بھی قسم کی نماز قضاء، نفل، سجدۂ تلاوت وغیرہ جائز نہیں اور یہ تین اوقات ہیں (۱) طلوع آفتاب یعنی سورج طلوع ہورہا ہو (۲) وقت زوال۔ (۳) غروب آفتاب یعنی غروب ہورہا ہو یہ تین اوقات میں کسی بھی قسم کی نماز پڑھنا جائز نہیں، کیوں کہ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے بت پرست (عبدة الشّمس) کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، کوئی شخص جو پہلے سے تلاوت میں مشغول نہ ہو، اور خاص ان اوقات میں قرآن کریم کی تلاوت شروع کرے تو اس سے بہتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور تسبیح پڑھنا ہے۔

اس کی وجہ فقہ کی معتبر کتب میں یہ بیان کی گئی ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے، اور نماز کا ایک رکن ہے، جب مذکورہ تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، تو ان اوقات میں تلاوت نہ کرنا بھی بہتر اور افضل ہے۔

تاہم ان اوقات میں تلاوت قرآن کریم مکروہ نہیں ہے اور گناہ بھی نہ ہوگا۔

عن البغية الصلاة فيها أى في الأوقات الثلاثة على النبى صلى الله عليه وسلم افضل من قرأة القرآن و كأنه لانها من اركان الصلاة فا لاولى ترك ما كان ركنا لها . (قوله فا لأولى) أى فالأفضل ليوافق كلام البغية فان مفاده أنه لا كراهة اصلا لان ترك الفاضل لا كراهة فيه . (شامی : ۱/ ۳۴۷)

وفي البغية الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم فى الاوقات التى تكره فيها الصلاة والدعاء والتسبيح أفضل من قرأة القرآن اه ولعله لان القرأة ركن الصلاة وهى مكروهة فالاولى ترك ما كان ركنا لها. (البحر الرائق: ۱/ ۲۵۱)

واللہ اعلم بالصواب

۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

(۹۹) تلاوت قرآن برائے ایصال ثواب اجتماعی طور پر یا فرداً فرداً

سوال: تلاوتِ قرآن کریم خاص طور پر ایصال ثواب کے لیے جو قرآن خوانی ہوتی ہے، تو کیا ایک ساتھ سب لوگ قرآن پڑھے یا فرداً فرداً؟

جواب: قرآن کریم میں ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا.

ترجمہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو، اور چپ رہو، لیکن بعض دوسرے فقہاء نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ کان لگانا اور سننا صرف ان جگہوں میں واجب ہے، جہاں قرآن کو سنانے کے لیے ہی پڑھا جا رہا ہو، جیسے نماز وخطبہ وغیرہ میں، اور اگر کوئی شخص بطور خود تلاوت کر رہا ہے یا چند آدمی کسی ایک مکان میں اپنی اپنی تلاوت کر رہے ہیں تو دوسرے کی آواز پر کان لگانا اور خاموش رہنا واجب نہیں۔ (معارف القرآن: ۴/ ۱۶۴، ۱۶۳)

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تلاوت کا شور سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ مبارک بادی کے لائق ہیں، اور یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ہیں۔ (تفسیر مظہری: ۳/ ۵۰۹)

پھر بھی ایک کے بعد ایک پڑھنے کو علمائے کرام نے مستحب فرمایا ہے، اور ساتھ مین پڑھنے کی بھی اجازت دی ہے۔ (روح البیان: ۱/ ۸۱۵، تفسیر مظہری: ۳/ ۵۰۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۰۰) بوسیدہ قرآن کریم کا حکم

سوال: قرآن کریم جو اوراق بوسیدہ اور پرانے ہوگئے ہوں کہ تلاوت کے قابل نہ ہوں تو ایسے قرآن کریم کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن کریم کے اوراق اگر اتنے پرانے اور بوسیدہ ہوگئے ہوں کہ تلاوت کرنا اس کے ذریعہ ممکن نہ ہو، ایسے قرآن کریم کو ادب واحترام کے ساتھ کسی پاک صاف کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسی محفوظ جگہ پر جہاں عام طور لوگوں کا گزر نہ ہوتا ہو دفن کردیا جائے، اور بہتر یہ ہے کہ جس طرح مسلمان کو دفن کرنے کے لیے لحدی قبر بنائی جاتی ہے، اسی طرح لحدی قبر بنائی جائے تاکہ قرآن پاک پر مٹی نہ پڑے کیوں کہ اس میں ایک طرح کی بے حرمتی ہے۔

اگر زمین نرم ہو اور لحدی قبر نہ بن سکتی ہو تو صندوقی قبر بنا کر قرآن کریم رکھ کر جس طرح مردے کو دفن کیا جاتا ہے اس طرح چھت کی طرح تختے رکھ کر اس پر مٹی ڈالی جائے، مگر قرآن کریم کے اوراق کو ہرگز نہ جلایا جائے۔

المصحف اذاصار خلقا لا يقرأ منه ويخاف ان يضيع يجعل فى خرقة طاهرة ويدفن و يلحد له . (الفتاوی الهندية :۵ / ۳۲۳،طحطاوی علی الدرالمختار : ۱/ ۱۰۰)

کسی وزن دار پتھر سے باندھ کر ندی یا تالاب میں ڈالنے سے کبھی پتھر سے جدا ہوکر قرآن کریم کے اوراق پانی کے اوپر آنے کی وجہ سے بے حرمتی کا خطرہ ہے، لہٰذا دفن کردینا ہی بہتر ہے تاکہ اس پر کسی کا پیر نہ پڑے۔ ''**ولا يحرق فى النا ر**'' .

جن اخبارات ورسائل میں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کے نام ہوں اور قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے مضامین ہوں تو ان کو اخبارات ورسائل سے جدا کرکے دفن کردیا جائے یہی بہتر ہے۔

الكتب الذى لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملا ئكته ورسله أو تدفن وهو أحسن . (درمختار مع الشامی :۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۰۱) بوسیدہ قرآن کریم کا حکم

سوال: مسجد میں قرآن کریم کے نسخے بوسیدہ حالت میں پڑے ہیں، قابل انتفاع نہیں ہے، تو اس کا کیا، کیا جائے؟

جواب: فتاوی ہندیہ میں لکھا ہوا کہ جب قرآن پاک بالکل پرانے اور بوسیدہ ہو جائے جو قابل انتفاع نہ ہو اور بے حرمتی کا خطرہ ہو تو ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ میں دفن کر دیا جائے اور اس طرح دفن کیا جائے جیسے مردے کو لحدی قبر بنا کر ایک جانب مردے کو رکھا جاتا ہے، اس طرح قرآن پاک کو رکھ کر اس طرح مٹی ڈالی جائے کہ قرآن کریم پر مٹی نہ پڑے، پانی میں ڈالنے کے بجائے دفن کرنا افضل اور بہتر ہے، جس سے قرآن پاک کی بے حرمتی نہ ہونے پائے۔

(فتاوی ہندیہ: ٦/٢١٦)

المصحف إذا صار بحالٍ لا يقرأ فيه يدفن كا لمسلم ،ولا بأ س بأن تلقى في ماء جار او تدفن وهو احسن كما في الاشباه .(طحطاوی علی الدر المختار: ١/١٦١)

غیر مسلم کو دینا یا بے حرمتی ہو ایسا کوئی کام کرنا جائز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۰۲) اخباروں میں تحریر شدہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا۔

سوال: اردو اور گجراتی اخباروں میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہوتی ہیں، تو ایسے اخباروں کو بے وضو ہاتھ لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ ان اخباروں کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جہاں قرآن کریم یا حدیث پاک لکھی ہوئی ہو اس کو بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے، قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر دوسری جگہ ہاتھ لگانا جائز ہے، جن اخباروں میں قرآن کی آیت اور حدیث لکھی ہو، آیت اور حدیث کو نکال کر ان کو دفن کر دیا جائے۔

الکتب الذی لا ینتفع بھا یمحی عنھا اسم اللہ وملائکتہ ورسلہ او تدفن وھو احسن . (درمختار مع الشامی :۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۰۳) نابالغ بچوں کا بے وضو قرآن کریم ہاتھ میں لینا

سوال: نابالغ طالب علم کا بے وضو قرآن ہاتھ میں لینا کیسا ہے؟

جواب: نابالغ بچوں کا تعلیم کی غرض سے بے وضو قرآن کو ہاتھ میں لینا، اور پکڑنا درست ہے، چھوٹے بچوں پر وضو لازم کر دینے سے حرج لازم آئے گا، پھر بھی وضو کی عادت ڈالنے کے لیے وضو کرا لینا بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۰۴) منبر کی سیڑھی پر قرآن کریم رکھنا

سوال: منبر پر خطیب خطبہ دیتے ہیں پھر اسی منبر کی سیڑھی پر جہاں خطیب کھڑے ہوتے ہیں، وہاں قرآن کریم رکھا جاتا ہے، تو کیا یہ ادب کے خلاف نہیں ہے؟

جواب: خطبہ کے وقت جہاں خطیب کھڑے ہوتے ہیں، وہاں عام طور پر کپڑا بچھا ہوا ہوتا ہے، اور خطبہ کے بعد وہ کپڑا ہٹا دیا جاتا ہے، اور قرآن کریم رکھتے وقت کپڑا نہیں ہوتا، ایسی حالت میں منبر پر قرآن کریم رکھنے سے بے ادبی نہیں ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۰۵) آیاتِ قرآنیہ کے ساتھ بیت الخلا میں جانا

سوال: کام کی وجہ سے اکثر سفر میں جانا ہوتا ہے، اور راستے میں حاجت وغیرہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اگر جیب میں قرآن کریم کی آیات لکھا ہوا پرچہ ہو تو کیا ایسی حالت میں حاجت کو جا سکتے ہیں؟ یا جیب میں ایسے پرچہ رکھنا منع ہے؟

جواب: قرآن کریم کی آیات لکھے ہوئے پرچے جیب میں لے کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے، مگر دورانِ سفر کسی پاک وصاف میدان میں حاجت کے لیے جانا اس حال میں کہ جیب میں آیات قرآنیہ ہوتو اس کی گنجائش ہے۔

سئل الفقيه أبو جعفر عمن كان في كمه كتاب فجلس للبول أيكره ذلك قال ان ادخله مع نفسه المخرج يكره وإن اختا رلنفسه مبالد طاهرا لايكره، وعلى هذا اذاكان عليه خاتم وعليه شئ من القرآن مكتوب او كتب عليه اسم الله تعالى فدخل المخرج معه يكره وإلا اتخذ لنفسه مبالد طاهرا في مكان طاهر لايكره كذا في المحيط . (الفتاوى الهندية: ۳۸۵/۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۰۶) قرآن کریم کا مسابقہ رکھنا

سوال: محترمی ومکرمی جناب مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد سلام خدمت اقدس میں یہ عرض کہ...... مسلمان جیسے جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے دور ہوتے جارہے ہیں، ویسے ویسے ان کی دینی اور شرعی کمزوری بھی بڑھتی جارہی ہے، خاص طور پر قرآن کریم کے متعلق کہ جو شریعتِ اسلامیہ کا سرچشمہ اور اصل ہے، اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کی تو کوئی بات ہی نہیں، تلاوت اور قرأت حقوق کے ساتھ کرنے سے محروم ہے۔ خصوصاً رب ذوالجلال کا فرمان: وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً. (سورة المزمل: ۳) پر عمل کرنے سے عوام اور خواص دور ہوتے جارہے ہیں۔

ایسے وقت میں صرف تعلیم قرآن کریم کو عام اور مکمل کرنے کے لیے حامل قرآن کی ایک جماعت مسابقہ قرآن کے عنوان سے مسابقہ کر کے قرآن کریم کو تجوید اور صحت کے ساتھ پڑھنے والے شرکاء اور جو ممتاز انعام کے مستحق ہو ان کو انعام دینے کا ارادہ کیا ہے، اور مجلس میں اکابر علما اور

صلحا شریک ہوتے ہیں، جس میں مساہمِ مسابقہ کی حوصلہ افزائی کے ساتھ مجلس میں حاضر لوگوں کو ترغیب اور قرآن مجید کے حقوق اور ضروری احکام بتلائے جاتے ہیں، تو کیا ارباب افتا کے نزدیک ایسی مجالس منعقد کرنے کی شرعاً اجازت ہے؟

جواب: وباللہ توفیق والصواب: مسابقہ کا ثبوت قرآن کریم اور حدیث نبوی سے ہے، قرآن کریم میں ہے:

قَالُوْا يآ أَبَا نَا اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ . (سورۂ یوسف :۱۷)

اور قاعدہ ہے کہ شرائع ما قبل میں جب کہ اس کے اوپران کا روداد نہ ہو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی عمل کے لائق ہے (نووی) گھوڑ دوڑ میں آپس میں مسابقہ کرنا حدیث سے ثابت ہے چناں چہ مسلم شریف جلد:۲/صفحہ:۱۳۲ پر ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سابق با لخيل التى قد اضمرت من الحفيا ء وكان امدها ثنية الود ع،وسابق بين الخيل الّتى لم تضمر من الثنية إلى مسجد بنى زريق وكان ابن عمر فيمن سابق بها .

(الصحيح لمسلم : ۱۳۲/۲)

ابوداود شریف جلد :۱/ ۳۴۸، میں تو مسابقہ کے متعلق بعض ابواب مختلف عنوان سے قائم کئے ہیں۔ لہٰذا فقہاء کرام اور محدثین عظام فرماتے ہیں، بغیر مال کی شرط کے ہر چیز میں مسابقہ کرنا جائز ہے، علامہ نوویؒ نے لکھا ہے: **واجمع العلماء على جواز المسابقة بغير عوض بين جميع انوا ع .** (نووی مسلم : ۱۳۲/۲)

علامہ حسکفیؒ فرماتے ہیں: کہ تیر اندازی گھوڑ دوڑ، اونٹ دوڑ اور خود دوڑنے میں مسابقہ رکھنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لابأس بالمسابقة في الرمى والفرس والابل وعلى الاقدام ،لانه من اسباب الجهاد فكان مندوبا . (الدرالمختار مع ردالمختار:۳۵۴/۵)

وکـذاالحكم فى المتفقهة (ایضاً) قال العینی قال ابن التینؒ انه صلى الله علـيـه وسـلـم سابق بين الخيل على حلل اتته من اليمن فاعطى لسابق ثلث حلل وأعـطـى الثانية حليتين والثالث حلة ،والرابع دينارًا والخامس درهما والسادس فضة وقال بارک الله فيک وفي كلكم . (انوارالمحمود شرح ابی دائود : ۲/۱۱۶)

البتہ یہ ضروری ہے کہ مسابقہ میں کوئی جوے کی شرط یا رقم نہ ہو، ہاں اگر مسابقہ رکھا جاوے اور کامیاب ہونے والے کو کوئی تیسرا شخص انعام دے تو یہ درست اور جائز ہے۔علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: کـذا مـايـفـعله السلاطين وهو أن يقول لرجلين من سبق منكما فله كذا فهو جائز . (البدائع الصنائع: ۶/۲۰۶)

علامہ عبدالحی لکھنویؒ جائز اور ناجائز کی صورتیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: وکـذا يـجوز ايـضا ما يفعله الآمر وهو ان يقول ايكم سبق فله كذا . یعنی اسی طرح یہ صورت بھی جائز ہے کوئی شخص یوں کہے تم میں جو شخص آگے نکل جائے اس کے لیے اتنا انعام ہے۔

(خلاصۃ الفتاوی:۴/۳۷۸)

فتاوی عالمگیری میں ہے: ومـا يـفـعله الأمراء فهو جائز أيضا بان يقولوا لاثنين ايكما سبق فله كذا . (الفتاوى الهندية: ۵/۳۲۴، باب السادس فی المسابقه)

قرآن کریم کو تجوید اور صحت کے ساتھ پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے بعض مرتبہ تو لحن جلی کی وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت اللہ تعالی کی قربت کا ذریعہ ہے، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ نے فرمایا ہے: ان الإمـام احـمـد بـن حنبلؒ حين رأى رب العزة جل جلاله في منامه فقال يا رب بما يتقرب اليک المتقربون قال بكلامى يا أحمد قال قلت يا رب بفهم أو بغير فهم، فقال يا احمد بفهم او بغير فهم .

(تالیفات مصلح الامت :۳/۳۲۶)

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے خواب میں اللہ تعالی کا دیدار کیا، دریافت کیا کہ

باری تعالیٰ کس چیز سے آپ کی قربت حاصل ہوگی؟ فرمایا کہ اے احمد میرے کلام یعنی قرآن کریم کی تلاوت سے، پوچھا سمجھ کر پڑھنے سے یا بغیر سمجھے؟ فرمایا ائے احمد سمجھ کر بھی اور بلا سمجھے بھی ......لہٰذا قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنا اوراس کی ترغیب دینا بہت ہی ضروری ہے، اس کے ناجائز ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، جب کہ ایسی مجالیس مسابقہ کو منعقد کرنے والے علماء کرام اور مفتیان عظام اور بزرگان دین ہو، اوراس میں نہ تو کوئی خلاف شرع کوئی چیز ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۸/۷/۱۶

(۱۰۷) ٹیوب لائٹ پر قرآن شریف کی آیت چپکانا

سوال: ٹیوب لائٹ پر قرآن شریف کی آیت چپکانا کیسا ہے، کیا وہ آگ میں جلانے کے مانند نہیں ہے؟

جواب: آگ کی خاصیت جلا کر خاکستر کر دینا ہے ٹیوب لائٹ پر قرآنی آیت کو چپکانے سے وہ جلتی نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد اچھی طرح ظاہر کرنا ہے، اور عزت دینا ہے، لہٰذا اس طرح آیات قرآنیہ کو چپکانا درست ہے، مگر گرد و غبار لگنے کی وجہ سے یا پرندوں کے اس پر بیٹھ کر گندگی پھیلانے کی وجہ سے بے ادبی کا خطرہ ہے، لہٰذا نہ چپکانے میں احتیاط ہے۔ جیسا کہ دیواروں پر آیات قرآنیہ لکھنے کو بعض علماء نے جائز فرمایا ہے، اور بعضوں نے بے ادبی کے خیال سے مکروہ لکھا ہے۔

اسی طرح قبروں پر، مساجد کے محرابوں میں اور دراہم پر بے ادبی کے خیال سے اللہ کا نام لکھنا مکروہ ہے۔ (مرقات المفاتیح: ۲/ ۳۷۸، شامی: ۱/ ۸۴۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۰۸) آیات قرآنی رنگ ٹون (Ring Ton) کی جگہ رکھنا/ یا فلمی گانے رکھنا۔

سوال: بعض لوگ موبائل میں آیات قرآنی اور اللہ اکبر کا الارام (Alaram tone save) ٹون سیو کرتے ہیں، موبائل کی رِنگ بجتے ہی قرآن کریم کی آیت یا اللہ اکبر کا آواز نکلتا ہے، تو کیا اس طرح قسم کی رنگ ٹون رکھنا جائز ہے؟ بعض لوگ موبائل میں میوزک یا گانے کی رنگ رکھتے ہیں، تو کیا یہ لگا سکتے ہیں؟

جواب: قرآن کریم اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء معظم اور محترم ہے، اللہ تعالیٰ کا نام عزت اور احترام کے ساتھ لینا چاہیے، جیسے کہ اللہ کی ذات پاک ہے اعلیٰ محترم اور عظمت والی ہے، اسی طرح اللہ کی صفات اور اس کے اسماء معظم ہیں قرآن حکیم میں ہے:

قُلِ ادْعُوْ اللّٰهِ اَوِ ادْعُو الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْ ا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى.

(سورة بنی اسرئیل: ۱۱۰)

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ کہکر پکارو یا رحمٰن کہکر پکارو اللہ کو جس نام سے پکاروگے وہ بہتر ہے اس لیے کہ اس کے تمام نام اچھے ہیں، اللہ کے نام سے انسان کو اور اس کے دل کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: الابذكر الله تطمئن القلوب. (سورۃ الرعد: ۲۸) لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اسماء اور قرآن کریم کی آیات کو دنیوی غرض استعمال کرنا جائز نہیں۔

فقہاء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص اپنے آنے کی اطلاع دوسرے کو پہنچانے کی غرض سے اللہ اکبر کہہ تو یہ مکروہ ہے: كره اذاقال الداخل "يا الله" مثلاليعلم الجلاس بمجيئه.

(شامی: ۶/۴۳۱)

لہٰذا موبائل فون میں ایسی رنگ ٹون لوڈ کرنا درست نہیں ہے، اللہ کے نام کو کال (call) کی اطلاع کے لیے استعمال کرنا اللہ کے نام کی عظمت کے خلاف ہے۔

قرآن کریم میں ہے، بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ سے غفلت میں ڈالنے والی چیزیں خریدتے ہیں: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ . (سورة لقمان : ٦)

لہوالحدیث کا معنی وہ چیزیں جو اللہ کی عبادت سے غفلت میں ڈالنے والی ہوں، جیسے قصے، کہانی اور ہنسی مذاق کی باتیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ان لهو الحديث هو الغنى و اشباهه. یعنی لهو الحديث: سے مراد گانا گانا اور جو بھی میوزک اور گانے کے مشابہ ہو۔

شامی میں لکھا ہے ہر قسم کے لہو ولعب (کھیل کود) کی چیزیں حرام ہیں، سوائے تین چیزوں کے جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔(۱) تیراندازی کی مشق۔(۲) گھوڑ دوڑ کا مسابقہ۔(۳) اپنے اہل کے ساتھ ہنسی مذاق کی باتیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا: فضول باتیں اور گانا گانے کی آواز دل میں نفاق پیدا کرتی ہیں، جیسے پانی درخت کو اگاتا ہے، مذکورہ بالا فرمان الٰہی اور اقوال صحابہ اور فقہاء سے ثابت ہوا کہ میوزک اور گانے کی ہر قسم کی چیزیں حرام ہیں اور اس کا سننا بھی حرام ہیں، لہٰذا موبائل میں ایسی آواز رکھنا جائز نہیں ہے، سادہ رنگ ٹون رکھنا چاہیے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۰۹) اجتماعی طور پر کلمہ کا ورد اور دعا پڑھنا۔

سوال: دیہاتوں میں مدرسہ سے چھٹی کے وقت چھوٹے بچوں کو ایک ساتھ جمع کر کے آیاتِ قرآنی اور دعائیں اور پانچ کلمے پڑھائیں جاتے ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے اس میں اسکول میں ہونے والی افتتاحی تقریب (Prathana) کے مشابہ ہے، تو صحیح کیا ہے؟

جواب: صورت مذکورہ میں اصل مقصد بچوں کی تعلیم اور حفظ یاد کرانا ہوتا ہے، تو اس مقصد کے خاطر ایک بچہ پڑھائے اور تمام بچہ ایک ساتھ پڑھے یہ ناجائز نہیں ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے سیکھنے کی غرض سے تمام لوگ ایک ساتھ بلند آواز سے پڑھیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی وجہ سے تعلیمی سہولت کے خاطر چھوٹے بچوں کو قرآن کریم خلاف ترتیب پڑھانا درست ہے، اور نماز میں عمداً اخلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے۔

وانما يصح للصغار ان يقرئوا من أسفل لضرورة التعليم ولوقرأ فى الصلوة غير مرتب فهو غيرالاولى وقيل يكره . (مرقات المفاتيح: ۱۲۴/۲)

واللہ اعلم بالصواب

مسائل شتّى فى كتاب العلم

(۱۱۰) حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے، کیا وہ حیات ہیں؟

سوال: حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا اللہ کے ولی تھے؟ کیا وہ حیات ہیں یا ان کی وفات ہو چکی ہیں؟

جواب: حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی صراحت نہیں ہے، جس کی وجہ سے علماء کرام میں ہمیشہ ان کے متعلق اختلاف رہا ہے، بعض علماء کا قول ہے کہ حضرت خضر نبی تھے، جیسے بخاری شریف کی شرح عینی میں لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت خضر نبی تھے، ایک جماعت کا یہی فیصلہ ہے، اور لکھا ہے کہ وہ بقید حیات ہیں، اور قیامت تک باقی رہیں گے، مگر عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور کسی کو نظر نہیں آتے۔ (عینی شرح بخاری: ۱/ ۴۴۷، ۴۴۸)

بعض علماء نے ان کے نبی ہونے کے قائل ہیں، تفسیر جامع البیان میں ہے، اکثر علماء کا قول یہ ہے: کہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ خدا کے نیک بندے تھے اور جلالین میں لکھا ہے ایک قول کے مطابق وہ نبی تھے، مگر اکثر علماء کا قول ان کے ولی ہونے کے متعلق ہے۔

نبوة فى قول وولاية آخر وعليه اكثر العلماء . (جلالين: ۲۴۹)

خلاصہ یہ ہے کہ علماء کے اقوال دونوں طرح کے ہیں، البتہ عقائد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہونے کی بنا پر اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۱۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھنا۔

سوال: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے؟ اگر دیکھا ہے تو کس جگہ؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ کو اپنی اصلی شکل وصورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے، ایک مرتبہ دنیا میں مکہ معظّمہ میں غار حراء میں جس کو جبل نور بھی کہا جاتا ہے، سورہ نجم کی آیت ''وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى'' کی تفسیر میں لکھا ہے، کہ جب حضرت جبرئیلؑ پہلی مرتبہ سورہ اِقرأ کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں، اس کے بعد کچھ مدت وحی کا نزول موقوف رہا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف اور غم ہوتا تھا، ایسے وقت میں حضرت جبرئیلؑ پوشیدہ طور پر آواز دیتے تھے، کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، میں جبرئیل ہوں! جس سے آپ کو تسلی ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، تو ایک دن حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے، ان کے چھ سو بازو تھے اس میں ایک بازو کی لمبائی مشرق سے مغرب تک گھیرے ہوئے تھی۔

دوسری مرتبہ معراج میں ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اصلی صورت میں دیکھا۔

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يرجبريل فى صورته إلامرّتين اما واحدة فانه ساله ان يراه فى صورته فسد الافق، واما الثانية فانه كان معه حيث صعد، فذلك قوله وهو بالافق الأعلى .

(تفسیر ابن کثیر: ۲۱۸/۴، روح البیان)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۱۲) کیا ہندوستان میں نبی آئے ہیں؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ہر ہر کونے میں انبیاء علیہ السلام کو اسلام کی تبلیغ کے لیے بھیجا ہے، تو کیا ہندوستان میں بھی کوئی نبی آئے ہیں؟

جواب: قرآن کریم ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں کہ جن میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو، اور فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک ہادی بھیجا گیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ہندوستان میں نبی آئے ہیں، اور وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جنہوں نے ہندوستان سے چالیس حج پیدل کیے ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں سرندپ پہاڑ پر حضرت آدمؑ کا نزول ہوا، اور وہیں فرشتوں نے غسل دے کر اور کفن پہنا کر دفن کیا ہے۔ (اوجز المسالک: ۳/ ۲۹۷، کمالین سورہ اعراف: ۵۳)

والله اعلم بالصواب

(۱۱۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''میرے دل پر کبھی بادل جیسا چھا جاتا ہے'' اور آیت شریفہ ''هَمَّ بِهَا'' کا مطلب۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو معصوم پیدا فرمایا ہے، یعنی یہ کہ ان سے کوئی گناہ کے سرزد ہونے کا امکان نہیں ہے، تمام ہی انبیاء علیہم السلام کے دل پاکیزہ ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، کہ کبھی کبھی میرے دل پر بدلی جیسا چھا جاتا ہے، اور میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں، اسی طرح حضرت یوسفؑ کے متعلق ہے: وَهَمَّ بِهَا. حضرت یوسفؑ کے دل میں بھی کچھ کچھ گناہ کا ارادہ ہوا تھا، مذکورہ دونوں باتوں کے متعلق خلاصہ کریں۔

جواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام ہی انبیاء و رسل معصوم اور گناہ سے پاک ہیں، اور قرآن کریم میں جہاں بھی ان کے متعلق گناہ، بھول یا ظلم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ ان کے بلند مرتبہ کی وجہ سے جو ان کے لیے غیر اولی تھے، (یعنی کہ نبوت کے بلند مرتبہ کی وجہ سے غیر اولیٰ

امور کے لیے بھی یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں) اور وہ : **حسنات الابرار سیئات المقربین.** کا ایک حصہ ہے۔ (معارف القرآن: ۸/۶۶، امداد الفتاوی:)

بعض ایسے امور جو دوسروں کے لیے نیکی تصور کیے جاتے ہیں، وہ انبیا کے لیے غیر اولیٰ کہے گئے ہیں، چناں چہ حدیث شریف ہے: **انہ لیغان علی قلبی وانی استغفر اللہ فی الیوم مأۃ مرۃ . مسلم** (مشکوۃ المصابیح :۲۰۳)

یہ حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے شارح مشکوۃ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب بیان کرنے میں محدثین حیران ہیں، اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ ان کا دل ہر وقت اللہ تعالی کی طرف متوجہ رہے مگر کھانے پینے وغیرہ مباح (جائز) امور میں مشغول ہونے سے جب آپ کا دل متوجہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو پردہ سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے حضور استغفار فرماتے تھے:

کما قال افلا اکون عبدا شکورا .

دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اپنی امت کے گناہوں کے لیے استغفار فرماتے تھے، اس کے علاوہ دیگر مطالب بھی بیان فرماتے ہیں۔ (مرقات المفاتیح، لمعات)

حضرت یوسفؑ کے متعلق: **وَهَمَّ بِهَا** . فرمایا گیا، وہ انسانی فطرت کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر جو میلان ہوا اس کے لیے کہا گیا ہے، اور غیر اختیاری چیزوں میں انسان مکلّف نہیں ہوتا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا** . ترجمہ: اللہ تعالی نے ہر نفس کو اس کی وسعت کے مطابق مکلّف بنایا ہے۔

جیسا کہ جب اللہ تعالی کا حکم: **وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ** . (سورہ بقرہ: ۲۸۴) نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ یہ سمجھ کر کہ ہم سے ہمارے دلی وساوس کے متعلق بھی پوچھ ہوگی؟ جب کہ ہم میں اتنی وسعت نہیں کہ ہم غلط وساوس کو ہمارے دل میں نہ آنے دیں... تو اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے: **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا.** کا حکم نازل فرمایا۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال :لما انزلت علی رسول الله صلی الله عليه وسلم :لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُ وْا مَا فِی اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ...... قال فاشتد ذالک علی اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم قال فأتو رسول الله صلی الله عليه وسلم ..... وقد انزلت عليک هذه الآية ولانطيقها ....فانزل الله لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا .

(الصحيح لمسلم : ۱/۷۷)

مال کل واحد منهما إلی الآخر بمقتضی الطبيعة البشرية والجبلة الخلقية .

(زبدة التفسير : ۵۲۶،معارف القرآن :۵/۳۵)

کارِ پاکاں راقیاس ازخود مگیر　　　گرچہ باشد ہم برابر درنوشتن شیر وشیر

ترجمہ: نیک لوگوں کے کاموں کواپنے کاموں پر قیاس نہ کرو، کہ لکھنے میں شیر (درندہ)اور شیر (دودھ) برابر لکھا جاتا ہے،لیکن اس کے معنیٰ فرق ہے۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد　　　کم کسے زابدال حق آگاہ شد

ترجمہ: بہت سے لوگ اس کی وجہ سے گمراہ ہوگئے ، بہت ہی کم لوگ ہیں جوحقیقی ابدالوں کو پہچان سکے۔

ہمسری باانبیا برداشتند　　　اولیاء راہم چوں خود پنداشتند

ترجمہ: اپنے آپ کوانبیاء علیہم السلام کے مرتبہ کے برابر شمار کرتے ہیں اوراولیاءاللہ کواپنی طرح سمجھتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب　　　۲۰۰۶/۴/۱۵ء

(۱۱۴) کیا غیر مسلم کوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہہ سکتے ہیں؟

سوال: ایک عالم کا کہنا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے انسانوں کے نبی اور

رسول ہیں، اور تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہیں، تو کیا کفار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہیں؟

جواب: مذکورہ عالم کا کہنا درست ہے، کیوں کہ علماء کرام نے امت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں، (۱) امت دعوت (۲) امت اجابت، آپ کو قیامت تک کی تمام ہی قوموں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا، جس سے وہ سب لوگ جن کے لیے آپ کی دعوت یعنی حق کی طرف بلاوا تھا، ان سب کو امت دعوت کہتے ہیں، چاہے وہ یہودی ہوں یا عیسائی ہوں، یا کسی اور فرقے کے لوگ ہوں، اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور ہدایت کو قبول کیا، جیسے کہ مؤمن اور مسلمان، جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور نبوت کا اقرار کیا ان کو امت اجابت کہتے ہیں۔

البتہ عرف میں ہم جو گفتگو کرتے ہیں کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں وہاں مؤمن ہی مراد ہوتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۱۵) دنیا کی کل عمر۔

سوال: حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک دنیا کو کتنا وقت ہوا ہوگا؟ اس کا اندازہ کس طرح متعین کیا جا سکتا ہے۔

جواب: دنیا کی عمر تقریبا سات ہزار چھ سو اٹھارہ (۷۶۱۸) سال ہوتی ہے، اس طرح کہ حضرت آدمؑ سے لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش تک کا فاصلہ چھ ہزار ایک سو پچپن (۶۱۵۵) سال کا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے نبوت تک کا فاصلہ چالیس (۴۰) سال ہے، نبوت سے مکی زندگی تیرہ (۱۳) سال ہے، ہجرت سے آج تک کا وقت چودہ سو دس (۱۴۱۰) سال ہے۔

(دروس التاریخ: ۱/۳۲، سیرت خاتم الانبیاء: ۱۰)

واللہ اعلم بالصواب

رجب المرجب: ۱۴۱۰/ ھ، فروری ۱۹۹۰ء

(۱۱۶) جہاں کی مٹی ہوتی ہے، وہاں انسان دفن ہوتا ہے۔

سوال: لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ جہاں کی مٹی ہو انسان وہاں دفن ہوتا ہے، تو اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: قرآن کریم کی آیت: "مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ" کی تفسیر میں لکھا ہے، کہ جب عورت کو حمل رہتا ہے، تو اس وقت ایک فرشتہ انسان جہاں دفن ہونے والا ہوتا ہے وہاں کی مٹی لا کر اس نطفہ کے ساتھ ملا دیتا ہے، لہٰذا جس جگہ کی مٹی ہوتی ہے انسان وہاں دفن ہوتا ہے، یہ حقیقت صحیح ہے۔

"مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ" عند الموت با لدفن فی الموضع الذی اخذ ترابکم منه .(تفسیر روح البیان: ۵/۳۹۶)

ثم انه یعجن النطفة بتراب قبره کما ورد فی تقسیر قوله تعالی منها خلقنا کم ان الملک یأخذ من تراب مدفنه فیبددها علی النطفة.(مرقات المفاتیح: ۱/۱۲۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۱۷) سورۂ انعام کی فضیلت۔

سوال: سورۂ انعام کی فضیلت کیا ہے، کون سے موقع پر کس وقت پڑھی جاوے؟

جواب: اس سورت کی فضیلت یہ ہے کہ پوری سورت ایک ہی وقت میں اس طور پر نازل ہوئی کہ ستّر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے تسبیح پڑھ رہے تھے، رات کے وقت نازل ہوئی تھی، اور اسی وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت لکھنے کے متعلق فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تسبیح پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ انعام پڑھنے والے کے لیے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے متعین کر دیئے جاتے ہیں جو پڑھنے والے کے لیے ہر آیت کے بدلہ میں رات دن استغفار کرتے رہتے ہیں، اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں،

کہ وہ قیامت تک اس کی عبادت کا برابر ثواب لکھتے رہیں گے، اور آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے، جس کے ہاتھ میں لوہے کا ڈنڈا ہوتا ہے، اگر شیطان پڑھنے والے کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، تو وہ فرشتہ اس کو مارتا ہے، اور پڑھنے والے اور شیطان کے درمیان ستر پردے حائل کر دیئے جاتے ہیں، اور قیامت کے دن پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کہ تو میرے عرش کے سایہ میں آجا اور جنت کا پھل کھا، حوضِ کوثر کا پانی پی، اور نہر سلسبیل سے غسل کر، تو میرا خاص بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں۔ (الصاوی، کمالین)

لہٰذا دن اور تاریخ طے کئے بغیر یہ سورۃ اور خاص کر کے اس سورۃ کی ابتدائی تین آیتوں کی تلاوت کرتے رہنا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۱۸) شبِ قدر کی فضیلت

سوال: شب قدر کون سی رات ہے؟ اس رات میں عبادت کی کیا فضیلت ہے، اس رات کو شب قدر کیوں کہا جاتا ہے، کیا شب قدر پوری فضیلت والی ہے؟ اس کے متعلق کچھ تفصیل درکار ہے۔

جواب: قدر کا مطلب عزت اور مرتبہ ہے، اس رات میں عزت اور مرتبہ ہے، اس لیے اس رات کو شب قدر کہتے ہیں، اسی طرح اس رات میں عبادت کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔

قدر کا مطلب تنگی کا بھی ہے، کیوں کہ اس رات میں فرشتے اتنی کثرت سے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین ان کے لیے تنگ ہو جاتی ہے، اس وجہ سے بھی اس رات کو شب قدر کہا جاتا ہے۔

اس رات کو شب قدر کہنے کی وجہ یہ بھی ہے، کہ اس رات میں ایسے واقعات ہوئے ہیں، جو دوسری راتوں میں نہیں ہوئے، جیسا کہ:

(۱) اس رات کو قرآن کریم کا نزول ہوا۔ (۲) اس رات میں فرشتوں کی پیدائش ہوئی۔

(۳)اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے۔(۴)اس رات کو حضرت آدمؑ کا جمع ہونا شروع ہو۔(۵)اس رات کو بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔(۶)اسی رات کو حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا۔(۷)اس رات میں توبہ قبول ہوتی ہے۔(۸)اس رات کو آسمان کے ستارے شیطان کو نہیں مارے جاتے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ :اس رات میں لوح محفوظ سے روزی ،بارش ،موت وحیات یہاں تک کہ حاجیوں کی تعداد نکال کر کے فرشتوں کو دی جاتی ہے۔(روح المعانی)

اس رات میں ایمان اور ثواب کی نیت سے نماز پڑھنے والے کے اگلے سب گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (الصحیح البخاری)

فضیلت کی وجہ:

شب قدر تمام راتوں میں افضل ہے،اور رمضان تمام مہینوں سے افضل،رمضان المبارک اس لیے افضل ہے کہ اس مہینہ میں قرآن کریم نازل ہوا،اور شب قدر پورے رمضان میں اس لیے افضل ہے کہ خاص اسی رات میں قرآن نازل ہوا۔

شب قدر پوری رات فضیلت والی ہے:

شب قدر کی مذکورہ بالا فضیلت پوری رات کے لیے ہے،قرآن کریم میں ارشاد ہے:هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ. (سورہ قدر:۵)وہ رات طلوع فجر تک رہتی ہے،لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ رات کہ کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور دوسرے حصہ میں نہ ہو،لہٰذا پوری رات عبادت میں گذارنا چاہیے،کوئی بھی لمحہ ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے،تہجد یا آخری رات کے انتظار میں بقیہ رات کو ضائع نہ ہونے دینا چاہیے،بلکہ جتنا بھی موقع اور وقت ملے غنیمت سمجھ کر عبادت میں گذارنا چاہیے۔

شب قدر کونسی رات ہے:

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم تَحَرَّوْا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان رواہ البخاری .
(مشکوۃ المصابیح: ۱۸۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان المبارک کی آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے شب قدر کے متعلق سوال کیا تو اس کے متعلق اس بات پر صحابہ کا اتفاق ہوا کہ وہ رات رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے، سنن ابی داؤد میں ہے کہ شب قدر ہر سال رمضان المبارک میں ہوتی ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أسمع عن ليلة القدر فقال: هي في كل رمضان .

حضرت ابی بن کعبؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کا حکم فرمایا وہ ستائیسویں رات ہے۔

عن معاوية بن أبی سفيان عن النبی صلی الله عليه وسلم فی ليلة القدر قال: ليلة القدر ليلة سبع وعشرين .

وبه جزم أبی بن كعب وحلف عليه . (السنن لأبی داود مع حاشيته: ۱/۱۹۷)

شب قدر کی مسنون دعائیں:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ شب قدر ہے تو یہ دعا مانگو: اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفوَ فَاعْفُ عَنِّی .

ترجمہ: اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہو لہٰذا مجھے معاف فرما دے۔ (مشکوۃ المصابیح:۱۸۲)

عن عائشة رضی الله عنها قالت: قلت يارسول الله صلى الله عليه وسلم

أريت إن علمت أى ليلة ليلة القدر ما أقول فيها قال قولى اللهم انک عفوٌّ تحب العفو فاعف عنى . (مشکوۃ المصابیح: ۱۸۲)

شب قدر میں عشا اور تراویح کے بعد یہ دعا اہتمام سے مانگنی چاہیے اور ہو سکے تو ان راتوں میں اس دعا کی ایک تسبیح (سو مرتبہ) پڑھ لینی چاہیے۔

حضرت مرزا جانِ جاناںؒ فرماتے ہیں اگر مجھے شب قدر مل جائے تو میں اللہ سے یہ دعا مانگو کہ اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کی صحبت عطاء فرما، حقیقت میں نیک لوگوں کی صحبت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

شب قدر کی برکتوں سے محرومی اور اس سے بچنے کا طریقہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے مہینے میں ارشاد فرمایا: یہ مہینہ جو آپ لوگوں کے پاس آیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم رہا، اس حدیث میں شب قدر کی عبادت سے غفلت پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا کم سے کم اس رات میں عشا اور فجر کی نماز با جماعت پڑھنے کا اہتمام کرے، جو شخص عشا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے گا، اس کو شب قدر کا ثواب ملے گا، یعنی وہ بھی عبادت کے لیے بے دار رہنے والوں میں شمار ہو گا۔

مگر جو لوگ اس مبارک رات میں عشا اور فجر کی نماز با جماعت ادا نہیں کرتے وہ حقیقتاً محروم ہے۔

شب قدر کی علامتیں:

(۱) ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں کہ اس رات میں زمین پر فرشتوں کی تعداد ریت اور کنکر سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رات بالکل صاف اور ایسی روشن ہوتی ہے، جیسا کہ اس کو مرصع کیا گیا ہو، یہ رات پرسکون ہوتی ہے، یہ رات معتدل ہوتی ہے، نہ زیادہ سرد اور نہ زیادہ گرم، اس رات کی صبح میں سورج کی شعائیں نہیں نکلتی بلکہ سورج بالکل صاف نکلتا ہے، اور اس کی دھوپ چھپ جاتی ہے۔

(۳) حضرت ابوداوٗد طیالسیؒ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شب قدر پُرسکون ہوتی ہے، نہ زیادہ سرد اور نہ زیادہ گرم، اس کی صبح کو آفتاب سیدھی روشنی والا اور لال رنگ کا نکلتا ہے (یعنی شعائیں نہیں ہوتی)۔

اس رات میں جتنی ہو سکے نفل نماز، تلاوت قرآن، ذکر اور دعا میں مشغول رہنا چاہئے، عبادت کا موقع دوبارہ نہیں ملے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۱۹) شب برأت کی حقیقت حدیث شریف کی روشنی میں

سوال: شب برأت یعنی پندرھویں شعبان کی کیا فضیلت ہے؟ اس کے متعلق تفصیل لکھے، بعض کا کہنا ہے کہ اس رات کی کوئی حقیقت نہیں، اور حدیث سے اس رات کی فضیلت ثابت نہیں ہے، اور اگر ہے بھی تو وہ احادیث ضعیف کے درجہ میں ہے، لہٰذا حوالہ کے ساتھ اس کے متعلق خلاصہ کریں۔

جواب: قرآن کریم میں ہے: اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ . (سورۃ الدخان: ۳)

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا۔

مبارک رات زیادہ قول کے مطابق شبِ قدر ہے، مگر روح المعانی میں بعض روایات پندرہویں شعبان (شب برأت) کے متعلق وارد ہیں۔

برزگانِ دین نے فرمایا ہے کہ سب سے افضل مہینہ رمضان المبارک کا ہے کیوں کہ اس میں

قرآن کریم کا نزول ہوا، اس کے بعد ربیع الاول کا مہینہ ہے، جس میں آپ کی پیدائش ہوئی، اس کے بعد رجب المرجب کا مہینہ ہے، کیوں کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے، اس کے بعد شعبان کا مہینہ افضل ہے، کیوں کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ ہے، اس میں اعمال، موت وحیات تقسیم ہوتے ہیں، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ برکت والی رات سے شعبان کی پندرہویں رات مراد ہے۔

افضل الشهور عندنا شهر رمضان اى لانه انزل فيه القرء آن ثم شهر ربيع الأول اى لانه مولد حبيب الرحمن ثم رجب اى لانه فرد الاشهر الحرم وشهر الله ثم شعبان اى لانه شهر حبيب الرحمن ومقسم الاعمال والآجال .

(تفسير روح البيان : ۸/ ۴۰۱، ۴۰۲)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ لوحِ محفوظ میں ہر چیز کی تفصیل لکھی ہے، تو جن امور پر جو فرشتے متعین ہیں، اس کو ان امور کی تفصیل وہاں سے لکھدی جاتی ہے، تو یہ حکم پندرھویں شعبان سے شروع ہوکر شب قدر پر ختم ہوتا ہے۔ (فوائد عثمانی)

حضرت ابن عباسؓ نے بھی اس طرح فرمایا ہے کہ اللہ تعالی پندرہ شعبان کو تمام چیزوں کا فیصلہ کرتا ہے، اور شب قدر کو فرشتوں کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری: ۸/ ۳۶۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو خیر القرون فرمایا ہے، یعنی صحابہ کرام، تابعین کا زمانہ ان میں اس رات کی فضیلتوں سے فائدہ مند ہونے کا اہتمام تھا، لہٰذا اس کو بے بنیاد اور بے اثر کہنا درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ وہ فضیلت والی رات ہے، اس میں عبادت کرنا ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے، اور اس کی خاص اہمیت ہے۔ (وصیۃ العرفان: ۹۷)

اس مبارک رات کی فضیلت کی روایتیں، ترمذی شریف، ابن ماجہ اور دیگر بہت سی احادیث کی کتابوں میں الگ الگ سندوں سے بیان کی گئی ہیں، احادیث سے اس رات میں عبادت کرنا اور دن میں روزہ رکھنے کا ثبوت ہے۔

(۱) حديث : وعن علي رضى الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله

علیه وسلم: إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها .
ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو عبادت کرو، اور دن کو روزہ رکھو۔(مشکوۃ المصابیح:۱۱۵)

(۲) حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ آج شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو جہنم سے نجات دیتے ہیں سوائے بعض لوگوں کے۔(الترغیب والترہیب)

(۳) حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی اور سجدہ اتنا لمبا کیا کہ مجھے لگا کہ آپ کی وفات ہوگئی، نماز سے فراغت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ جانتی ہو کہ یہ کونسی رات ہے؟ پھر آپ نے ہی فرمایا کہ یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے۔(الترغیب)

(۴) حدیث: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

(۵) حدیث: عن عائشة رضي الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: هل تدرين ما فى هذه الليلة يعنى ليلة النصف من شعبان قالت مافيها يا رسول الله فقال فيها ان يكتب كل مولود بنى آدم فى هذه السنة وفيها .ان يكتب كل هالك من بني آدم فى هذه السنة .

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ پھر آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال میں پیدا ہونے والے اور وفات پانے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔(مشکوۃ المصابیح:۱۱۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شبِ برأت کی فضیلت صاف طور پر ظاہر ہوگئی، اور وصیت العرفان (جنوری ۱۹۹۳) کے شمارے میں لکھا ہے کہ اس سے مندرجہ ذیل عمل ثابت ہوتے ہیں:

(۱) رات کو نماز پڑھنا، ذکر اور تلاوتِ کلام پاک میں مشغول رہنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے مغفرت وعافیت اور دونوں جہاں کی بھلائی اور کامیابی کی دعائیں مانگنا۔

(۳) پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنا۔

(۴) رات کو کبھی کبھی قبرستان جانا اور مرحومین کے لیے دعاء اور استغفار کرنا۔

لہٰذا شب برأت کے متعلق یہ کہنا کہ حدیث سے اس رات کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے، اس کو بے اصل اور اس کو بے بنیاد کہنا بالکل غلط ہے، البتہ اس کے متعلق روایتوں کو ضعیف کہا جاتا ہے، مگر مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ وہ احادیث بہت سی سندیں اور بہت سی روایات سے ثابت ہونے کی وجہ سے ایک طرح کی قوت ان میں آجاتی ہے، اور اسی وجہ سے بہت سے مشائخ نے اس بات کو قبول کیا ہے۔ (معارف القرآن: ۷/۷۵۸)

فضائل اعمال میں ضعیف روایتوں پر عمل کرنے کے متعلق محدثین کا اتفاق ہے، اور عمل کرنے کے لیے حجت بن سکتی ہے۔

اتفق الحفاظ على جواز العمل بالحديث الضعيف .

(مرقات المفاتیح : ۱/۲۵۳)

وعند الكل يعمل به في الفضائل . (مرقات المفاتیح : ۲/۲۰۵)

لما تقرر ان الضعيف حجة الفضائل . (مرقات المفاتیح : ۲/۲۴۰)

مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام سے اس کی فضیلت میں روایات موجود ہیں، لہٰذا جس رات کی فضیلت میں دس صحابہ کرام سے روایات مروی ہوں، اس کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا غلط ہے، اور تحریر فرماتے ہیں کہ محدثین اور

فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ایک روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہو، لیکن اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہو جائے تو اس کی کمزوری دور ہو جاتی ہے، امتِ مسلمہ کے جو خیر القرون ہیں یعنی صحابہ کرام کا دور، تابعین کا دور، تبع تابعین کا دور، اس میں بھی اس رات کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے، اور لوگ اس رات کی عبادت میں خصوصی اہتمام کرتے تھے، صحیح یہ ہے کہ وہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے۔ اس کے متعلق ہمارے والد صاحب حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑی کام کی بات بیان فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجے میں ثابت ہو اسی درجے میں اسے رکھنا چاہیے اس سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، لہٰذا ساری حیات طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جنت البقیع جانا مروی ہے، اس لیے تم بھی اگر ایک مرتبہ چلے جاؤ تو ٹھیک ہے لیکن ہر شبِ برأت میں جانے کا اہتمام کرنا اور اس کو شب برأت کے ارکان میں داخل کرنا یہ اس کو اس کے درجے سے آگے بڑھانے والی بات ہے، لہٰذا اگر کبھی کوئی شخص اس نقطۂ نظر سے قبرستان چلا گیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جا رہا ہوں، تو انشاء اللہ اجر و ثواب ملے گا۔ (اصلاحی خطبات:۴)

دار العلوم دیوبند کے مفتی نظام الدین صاحب کا فتویٰ

سوال: شبِ برأت تہوار ہے کہ عبادت کی رات ہے یا پھر بے فائدہ اور بیکار ہے، ایک شخص نے اس کے متعلق یہ کہا کہ یہ کوئی چیز نہیں، مطلب یہ ہے یہ حدیث ضعیف ہے جس میں اس کے متعلق ذکر ہے، تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: پندرہویں شعبان کی رات کا صحیح نام لیلۃ البرأت ہے، اور وہ پوری رات عبادت کی رات ہے، اس رات کو بیکار سمجھنا اور اس کا انکار کرنا بالکل غلط ہے، اور قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اور پندرہویں شعبان کی بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں، ان میں کوئی بھی موضوع نہیں، بہت

بہت تو مرسل اور ضعیف کہہ سکتے ہیں، مگر جمہور علمائے کرام اور محققین کے نزدیک مرسل حجت اور دلیل بن سکتی ہے، اسی طرح جب کوئی ضعیف روایت مختلف اسناد سے ترمذی شریف، ابن ماجہ اور دیگر بہت سی احادیث کی کتابوں میں وارد ہوئی ہیں۔ (فتاویٰ نظامیہ: ۱/ ۴۷،۴۸)

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ شعبان کی رات کو دو تہائی ۳/۲ امت کو معاف کر دیا، اور پندرہویں رات کو پوری امت کو معاف کر دیا گیا۔ (تفسیر روح المعانی: ۸/ ۳۹)

اسی طرح اس کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ شب برأت کی فضیلت کے متعلق احادیث کثرت سے بیان کی گئی ہیں جو ترمذی شریف، ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان، ابن ابی شیبہ وغیرہ میں موجود ہے۔ (روح المعانی: ۸/ ۳۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۲۰) شبِ برات ایک فضیلت کی رات ہے

سوال: ہمارے یہاں پندرہ شعبان کو بعد صلوۃ عشا ایک عالم صاحب کا بیان ہوا، جس میں انہوں نے کہا کہ فضیلت شب برأت پر قرآن وحدیث میں کوئی ذکر نہیں جن احادیث میں ذکر ہے وہ سب ضعیف ہیں، تو اکثر لوگ گھر چلے گئے، اور نفل، تلاوت اور ذکر سے محروم رہے، تو کیا شبِ برأت میں عبادت کرنا، قبرستان جانا مسنون ہے، اس کے متعلق تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: قرآن کریم میں ہے: اِنَّـا اَنۡزَلۡنَاهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبَارَكَةٍ . (سورہ دخان: ۳)

قال بعض المفسرين المراد من الليلة المباركة ليلة النصف من شعبان .

(روح البیان: ۸/۴۰۲)

بے شک ہم نے یہ قرآن کریم ایک برکت والی رات میں اتارا، اس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے لیلۃ مبارکۃ سے شبِ برأت یعنی پندرہ شعبان کی رات مراد لی ہے۔

اس رات کی فضیلت میں جو احادیث منقول ہیں وہ ضعیف ہیں، لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث محدثین کے نزدیک قبول ہے۔ (مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح)

پھر بھی رات میں تنہا نماز ادا کرے تو درست ہے، شامی میں ہے:

وما روي من الصلوت فی هذه الاوقات يصلی فرادی غير التراويح .
(شامی: ۱/ ۶۴۲)

ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے جس پر محدثین کا اتفاق ہے : **اتفق الحفاظ علی جواز العمل بالحديث الضعيف .** (مرقات المفاتيح : ۱/ ۲۵۳)

وعند الكل يعمل به فی الفضائل. (مرقات المفاتيح : ۲/ ۲۰۵)

لما تقرران الضعيف حجة فی الفضائل . (مرقات المفاتيح : ۲/ ۲۴۰)

ويعمل بالحديث الضعيف فی فضائل الاعمال . (مرقات المفاتيح : ۱/ ۲۸۲)

مجالس الابرار میں لکھا ہے: حق یہ ہے کہ اگر مؤمن خود اس رات میں اقسام عبادت نماز، تلاوت، ذکر اور دعا میں مشغول رہے تو جائز ہے مکروہ نہیں ہے۔ (مجالس الابرار: ۱۷۵)

واللہ اعلم بالصواب

۲۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ

(۱۲۱) شبِ برأت کے مسنون اعمال

سوال: شب برأت کی فضیلت کیا ہے، اور اس رات میں کون کون سی عبادات مسنون ہیں، اس کے متعلق وضاحت کریں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب شعبان کی پندرہویں رات آئے، تو رات کو عبادت کرو، روزہ رکھو، کیوں کہ اس رات میں غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ

میں اس کی مغفرت کردوں۔ ہے کوئی روزی کا طلب گار کہ میں اس کو روزی عطا کروں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت دور کروں۔ پوری رات اللہ تعالی کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ (ابن ماجہ:۹۹)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: کہ اس رات میں نفل نماز کے سجدے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء مانگتے تھے: **اللهم إني اعوذبعفوك من عقابك واعوذ برضاك من سخطك واعوذبك منك جل وجهك ،لااحصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك .** (بیھقی)

ترجمہ: اے اللہ میں تیری معافی کے طفیل تیرے عذاب سے اور تیری رحمت کے صدقہ تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں، میں تیری تعریف نہیں کرسکتا، تیری ذات تو ایسی ہے جیسا کہ آپ نے خود اپنی تعریف فرمائی۔

ایک اور حدیث میں یہ دعاء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے: **اللهم ارزقني قلبا نقيا من الشرك بريا لا كافرا ولاشقيا .**

ترجمہ: اے اللہ مجھے صاف دل عطا فرما جس میں شرک نہ ہو، کافر اور بدبخت نہ ہو۔

لہٰذا شبِ برأت میں مندرجۂ ذیل اعمال مسنون ہیں:

(۱) رات میں نوافل، تلاوت، اور ذکر میں مشغول رہنا، ہو سکے تو صلوۃ التسبیح پڑھنا۔

(۲) اللہ تعالی سے اپنی مغفرت، عافیت، روزی میں برکت، بھلائی حاصل ہونا، اور برائی سے دور ہونا، اپنا نام نیک لوگوں کی فہرست میں شامل کرنا، اور فلاح دارین کی دعا کرنا۔

(۳) اس رات میں کبھی کبھی قبرستان جا کر مرحومین کے لیے دعا کرنا۔

(۴) اس کی صبح میں روزہ رکھنا۔

مدخل میں لکھا ہے کہ متقدمین بزرگان دین اس رات کی عزت کرتے اور اس کے لیے پہلے سے تیاری کرتے تھے، حضرت حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

تیس (۳۰) صحابہ کرامؓ نے میرے سامنے بیان کیا کہ جو شخص اس رات میں نماز ادا کرے گا اللہ تعالیٰ ستر (۷۰) مرتبہ رحمت کی نظر سے اس کی طرف دیکھے گا، اور ہر نظر میں ستر (۷۰) ضرورتیں پوری فرمائے گا، جس میں سے ادنیٰ ضرورت مغفرت ہے۔ (تفسیر روح البیان: ۴۰۳/۸)

روي عن الحسن البصری ؒ أنه قال حدثني ثلاثون من أصحاب النبی علیه السلام ان من صلی هذه الصلاة فی هذه اللیلة نظر الله الیه سبعین نظرة وقضی الله له بكل نظرة سبعین حاجة أدناها المغفرة .

باش بیدار درد ل شبہا در لحد چشم خواب اگر داری

ترجمہ: اگر قبر میں آرام کی نیند چاہتے ہو تو رات کو اٹھ کر اللہ پاک کی یاد کرتے رہو۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۲۲) دینی علم کی تشہیر کرنے والے اخبار کی امداد کرنا کارِ خیر ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین مسلم اخبار کے متعلق جیسے ہفت روزہ، یا ماہانہ وغیرہ جس میں ایک اخبار ''امید'' بھی ہے، اس اخبار کا مقصد صحیح عقائد کو پھیلانا ہے، گمراہ کرنے والی غلط جماعت کا رد، ضروری مسائل اور فتاویٰ سے قوم کی رہنمائی کرنا، عبرت آموز واقعات کو پہونچانا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط باتیں پھیلانے والوں کا جواب اور مسلمانوں پر جھوٹے اور بناوٹی الزاموں کا رد ہے، مذکور رسالہ کو پریس، مکان اور دوسری چیزوں کی ضرورت ہے، اور مذکورہ ضرورت قوم کے دیندار صاحبِ مال حضرات سے مالی امداد کے ذریعہ پوری ہوسکتی ہے، تو مذکورہ اخبار کے لیے امداد کرنا اور ممبر بن کر اور بنا کر اور پریس فنڈ کے لیے مالی چندہ کے لیے وقت نکالنا اور اس کی مدد کرنا ثواب کا کام ہے کہ نہیں؟ اس بنا پر کہ قوم کے بہت سے لوگ جن کے پاس دین کا صحیح علم نہیں ہے، اس کو ثواب کا کام نہیں سمجھتے، تو اس بارے میں صحیح رہنمائی فرمائیں؟

جواب: تعلیم انسان کو تمام مخلوقات میں ممتاز اور افضل بنانے والی ہے تعلیم کے لیے دو ذرائع

ہیں: زبان اور قلم، زبان سے بیان کر کے اور قلم سے لکھ کر دوسروں تک بات پہونچائی جاسکتی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نعمت اور احسان بتلایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”خَلَقَ الْإِنْسَانَ“ اور ”وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ“. (سورة الرحمن: ۳/۴)

و أيضاً: ”اَلَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ“. (سورة العلق: ۴)

اس سے صاف معلوم ہوا زبان کی طرح قلم کے ذریعہ سے لکھ کر جہالت کی اندھیری سے علم کی روشنی حاصل ہوتی ہے، علم کی باتیں دوسرے تک پہونچانے کی قرآن پاک اور حدیثِ رسول میں بہت تاکید آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ. (سورة العصر: ۳)

وہ لوگ نقصان میں نہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے دین کی کوشش کرنے کی تاکید اس طرح فرمائی ہے: وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ. (سورة الحج: ۷۸)

ترجمہ: اللہ کے کام میں خوب محنت کرو، جیسا محنت کرنے کا حق ہے۔

لہٰذا اپنی ذات، زبان، قلم، اور مال کے ذریعہ دینی کاموں میں پوری کوشش کرنا مذکورہ آیت میں داخل ہے، لہٰذا جو اخبار صریح عقائد، فتاوی، اور مسائل کے ذریعہ شریعت کی حد میں رہ کر قوم کی رہنمائی کرتا ہو، ایسے اخبار کے لیے کسی بھی قسم کی محنت کرنا اپنی ذات یا مال سے مدد کرنا دین کی خدمت اور قوم کی خدمت شمار ہوگی، لوگوں کی بگڑتی ہوئی دینی حالت دیکھ کر بڑی عمر کے لوگوں کے لیے اصلاح کا ایک طریقہ دینی اخبار بھی ہے، جس کو پڑھ کر اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے: دین کے کاموں میں صحیح عقائد نماز، نکاح،

طلاق، معاملات، بیع وشراء، میراث، معاشی زندگی، کھانے پینے، سلام وکلام، وغیرہ میں لوگوں میں بہت تغیر ہوگیا ہے، جس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ شرعی احکام کی ایک کتاب لے کر لوگوں کی حالت اس کے ساتھ تطابق کر کے دیکھو تو معلوم ہوگا دینی احکام کا ذرہ بھی شوق نہیں ہے، اس کی اصلاح کا طریقہ یہ بتلایا ہے، اولاد کو دین کی تعلیم دو اور مردوں کو علما کے تعلق میں رہنا چاہیے، یا کوئی دینی اخبار متعین کر کے اس کو پڑھتے رہنا چاہئے۔ (اصلاح انقلاب امت:۱/۲۰)

اخبار کا ایڈیٹر ایسا شخص ہونا چاہیے جو دینی علم رکھتا ہو، یا کم ازکم علما حق سے مربوط رہتا ہو، ورنہ اخبار سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوگا۔ (بوادر النوادر) فقط

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

کتاب الطھارۃ

مسائل وضو

(۱۲۳) طہارت ایمان کا جز ہے

سوال: شریعت میں پاکی کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: **عن ابی مالک الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطھور شطر الایمان .**

ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طہارت ایمان کا ایک جزء ہے ۔ (الصحیح لمسلم :۱/۱۱۸)

اسلام میں صفائی اور پاکی کی جو اہمیت ہے اس کے متعلق اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہے، اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ جب اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کی تو سب سے پہلے طہارت کا حکم دیا قرآن کریم میں ہے: یٰـاَیُّھَـا الْمُدَّثِّرُ ...... وَثِیـَابَکَ فَـطَھِّـرْ . ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے، اٹھو پھر ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو صاف رکھئے ۔ (سورۂ مدثر :۱/۴)

اسی طرح نماز پڑھنے سے پہلے اعضا کو پاک صاف کر لینا ضروری قرار دیا ہے قرآن کریم میں فرمایا: **یآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْ ھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ط وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّھَّرُوْا ط**

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤں اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤں ۔ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو ۔ (سورۃ المائدۃ :۶)

نماز شروع کرنے سے پہلے پاکی کی ضرورت اس لیے کہ ہے کہ نماز میں بندہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ اللہ سے باتیں کرتا ہے، لہٰذا احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری کے وقت دل کی صفائی کے ساتھ بدن کی بھی صفائی ضروری ہے اور یہی وجہ ہے کہ نماز میں وضو سے پہلے مسواک کو سنت قرار دیا گیا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک سے منہ کی صفائی کا حکم دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم السواک مطهرة للفم ومرضاة للرب رواه النسائی. (مشکوۃ المصابیح: ۴۴)

مٹی سے پیدا ہونے والا انسان جب خدا کے دربار میں حاضری دیتا ہے تو جتنی محنت سے اپنے منہ کو صاف کرے وہ کم ہے۔

کسی بزرگ نے کہا ہے کہ:

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

مسواک صرف نماز کے وقت نہیں بلکہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد، باہر سے گھر میں آنے کے بعد، قرآن کریم کی تلاوت کے وقت، بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد، مسواک کی تاکید آئی ہے۔ مسواک میں ایسے قدرتی اور مضبوط ریشے ہیں جو دانتوں سے دبانے کے باوجود ٹوٹتے نہیں جو دانتوں میں داخل ہو کر دانتوں کے کچرے اور گندگی کو صاف کرتا ہے کہ مسوڑوں کو تکلیف نہیں ہوتی، اور مزید مسواک کے ریشوں کے ذریعہ سے دانتوں کے جراثیم دور ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے جو صفائی کی جو تاکید کی ہے اس کا اندازہ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه

وسلم : .... اذا استقیظ احدکم من نومه فلیغسل یده قبل ان یدخلها فی وضوئه فان احدکم لایدری این باتت یده .

جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھولو، اس لیے کہ معلوم نہیں کہ نیند کی حالت میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں پہنچا ہے۔

(الجامع البخاری ۱/ ۲۸)

سونے کے وقت انسان بے خبر ہو جاتا ہے اور اس کا ہاتھ بدن کے کسی بھی عضو پر پڑتا ہے اور اس میں ناپاکی لگ جانے کا خطرہ ہے۔ اس وجہ سے سو کر اٹھنے کے بعد سب سے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح اسلام میں انسان کی جسمانی صحت کا خیال کیا ہے کہ کھانے پینے کے برتنوں کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے جس سے کھانے پینے کی چیزیں بھی پاک صاف رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: اذاشرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسله سبعاً .

اگر تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال کر پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔

(الجامع البخاری ۱/ ۲۹)

برتن کی صفائی و پاکیزگی میں غفلت برتنے پر انسان کا مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ کتے کے لعاب میں جراثیم ہوتے ہیں جو برتن سے چپک جاتے ہیں اور وہ صرف پانی سے صاف نہیں ہوتے۔ البتہ مٹی سے صاف کرنے سے وہ جراثیم دور ہوتے ہیں، اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی سے صاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

ایک انگریز ڈاکٹر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بنا پر اسلام قبول کیا ہے کہ جو چیز ہم دوربین کے ذریعہ نہیں جان سکے۔ چودہ سو سال (۱۴۰۰) پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سمجھا دیا۔

جنابت کی حالت میں اگر کھانے کی حاجت ہوتو بہتر یہ ہے کہ پہلے غسل کرلے یا تو کم سے کم وضو کرکے کھانا تناول فرمائے۔اس لیے کہ میاں بیوی کے اجتماع سے بدن کی گرمی بڑھ جاتی ہے اور موجودہ سائنس نے اس کو قبول کیا ہے۔وضو کرنے سے بدن کی گرمی معمول کے مطابق ہوجاتی ہے، لہٰذا جب تک بدن کی گرمی معمول کے مطابق نہ ہواس سے پہلے کھانا کھایا جاوے تو معدہ کی سختی اور قلب کے بیماریوں کا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسان خود بھی پاک صاف رہے اور اپنی گندگی سے دوسروں کے لیے تکلیف کا سبب نہ بنے اسی بنا پر جمعہ وعیدین میں غسل کرنے پاک صاف کپڑے اور خوشبو استعمال کرنے کو سنت قرار دیا گیا ہے۔تاکہ دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنے۔

واللہ اعلم بالصواب

فرائضِ وضو

(۱۲۴) وضواور غسل میں بال برابر بھی جگہ خشک نہ رہنی چاہیے۔

سوال: ایک شخص نے وضو کیا یا فرض غسل کیا، بدن کا بعض حصہ خشک رہ گیا، تو وضواور غسل دوبارہ کرنا ضروری ہے؟ یا صرف خشک حصہ دھولے۔

جواب: وضو میں جن اعضا تک پانی پہنچانا ضروری ہے، اور غسل میں پورے بدن پر پانی پہنچانا ضروری ہے، وہاں پہنچا نہیں اور بعض حصہ خشک رہ گیا تو وضو یا غسل دوبارہ کرنا ضروری نہیں ہے، صرف خشک جگہ پر پانی پہنچا دینا کافی ہے ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کرکے آیا۔ناخن کے برابر اس کے پیر میں جگہ خشک رہ گئی تھی (وہان پانی نہیں پہنچا تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرلو۔

اس کی شرح میں لکھا ہے کہ صرف اسی وضو کو دھولینا کافی ہے، دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں۔

قال حدثنا انس ؓ ان رجلا جاء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد توضأ وترک على قدمه مثل موضع الظفر فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ارجع فأحسن وضوء ک . (السنن لابی داود :۲۳)

وقال فی شرحه :يحصل لمجرد اصباغ غسل ذالک العضو .

(بذل المجهود: ١، كبيرى :۴۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۲۵) ہاتھ اور پاؤں میں رنگ کے دھبہ ہونے کی حالت میں وضو کا حکم

سوال: ایک شخص رنگ ریز (Painter) ہے، اس کے ہاتھ اور پیر میں رنگ کے دھبہ ہوتے ہیں، ایسی حالت میں وہ وضو کرے گا تو اس کا وضو صحیح ہوگا؟ اور رنگ کے علاوہ تیل کی چکناہٹ ہاتھ پر لگی ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب: ہاتھ اور پیر پر رنگ لگا ہوا ہو اور اس کی وجہ سے اس کے نیچے کے بدن کے حصہ پر پانی نہ پہنچے تو وضو اور غسل درست نہ ہوگا، ہاں اگر رنگ کو اچھی طرح دھو دیا جائے، اور رنگ کی ذات دور ہو جانے کے بعد صرف رنگ کی علامت باقی رہے تو وضو ہو جائے گا، جیسا کہ عورتوں کے ہاتھوں میں مہندی لگانے کے بعد اس کو صاف کر دیا جاتا ہے، اور ہاتھ پر صرف مہندی کا رنگ باقی رہتا ہے، تو ایسی حالت میں وضو غسل ہو جاتا ہے، کیوں کہ رنگ کا باقی رہنا بدن تک پانی پہنچنے سے مانع نہیں بنتا، اسی طرح یہاں رنگ کی ذات دور کر دی جائے تو وضو صحیح ہو جائے گا۔

ہاتھ پر تیل وغیرہ کی چکناہٹ لگنے کی حالت میں وضو کرنے سے چکناہٹ ہاتھ پر پانی پہنچنے سے مانع نہیں بنتی، اور ہاتھ پر چکناہٹ ہونے کی حالت میں وضو کرے گا تو وضو معتبر سمجھا جائے گا۔

لوبقى العجين فى الظفر فاغتسل لانجزى وفى الدر ن يجزى ....
وكذا الصبغ بالحناء . (شرح الوقايه: ١/ ۷۳)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۲۶) ناخن پالش لگی ہو تو وضو، غسل نہیں ہوگا

سوال: موجودہ دور میں عورتیں فیشن کے طور پر ناخن پالش لگاتی ہیں، تو کیا یہ جائز ہے؟ اور ایسی حالت میں وضو اور غسل اور نماز ادا ہوگی؟

جواب: وضو میں جن اعضاء کا دھونا ضروری ہے یعنی منہ، دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت، اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت، وضو صحیح ہونے کے لیے یہ تینوں اعضاء کے پورے حصے پر پانی پہنچانا ضروری ہے، اگر تھوڑا بھی خشک رہ گیا اور وہاں پانی نہ پہنچا ہوگا تو وضو صحیح نہیں ہوگا، اور یہی حکم غسل میں بھی ہے۔

ناخن پر پالش ہونے کی حالت میں پانی ناخن تک نہیں پہنچتا ہے، بلکہ اس کے اوپر سے بہہ جاتا ہے، بدن تک پانی نہیں پہنچتا، ایسی چیز بدن پر لگانا جس سے نماز بھی ادا نہ ہوتی ہو، کیا عقل سلیم شخص اس کو پسند کر سکتا ہے؟ اسی طرح ہونٹوں پر لیپ سٹک (Lip stick) لگانے سے وضو و غسل نہیں ہوگا، ان کو جو فیشن کے طور پر لگایا جاتا ہے، عورت کی خوبصورتی بڑھانے کے بجائے عقلمند انسان اس کو فطرت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالی نے عورت کو زینت کرنے کا حکم دیا ہے مگر اجنبی کے سامنے نہیں، اور وہ بھی ایسی چیز سے ہونا چاہیے جو عقل کے مطابق ہو، اور غیر قوم کے مشابہ نہ ہو، ورنہ حرام ہوگا۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ عورت نے اگر انگلی میں انگوٹھی پہنی ہو اور وہ اتنی تنگ ہو، اور بغیر ہلائے پانی نہ پہنچ سکتا ہو تو اس کو ہلا کر یا انگلی میں سے نکال کر پانی پہنچانا ضروری ہے، اسی طرح ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا ہو جس کی بنا پر ناخن میں پانی نہ پہنچے تو وضو اور غسل نہ ہوگا، آٹا نکال کر پانی پہنچانا ضروری ہے، یہی حکم ناخن پالش کا بھی ہے۔

امرأة اغتسلت وقد كان بقى فى اظفارها عجن قد جف لم يجز غسلها وكذالوضوء . (کبیری: ۴۶)

والله اعلم بالصواب

(۱۲۷) ناخن پالش ہوتے ہوئے وضونہیں ہوگا

سوال: عورتیں ناخن پالش لگاتی ہے، اور یہ رنگ طویل مدت رہنے سے وضواور غسل معتبر ہوگا کہ نہیں؟

جواب: عورتیں اپنے ناخنوں پر جو پالش لگاتی ہیں اس کی تہہ جم جاتی ہے، ایسی صورت میں ناخن تک پانی نہیں پہنچتا، اس لیے وضو اور غسل معتبر نہیں ہوگا، اور نماز بھی صحیح نہیں ہوگی، لہٰذا عورتوں کو وضواور غسل میں ناخنوں سے رنگ نکال دینا ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے (ناپاکی) لہٰذا بالوں کو صاف کرواور بدن کو بھی برابر صاف کرو: **الجوهرة النيرة** میں ہے کہ اگر خشک مٹی، آٹا وغیرہ کی وجہ سے بدن تک پانی نہیں پہنچا تو وضونہیں ہوگا۔

لہٰذا اگر بدن پر ایسی کوئی چیز لگی ہو جو بدن تک پانی پہنچانے میں مانع ہو تو ایسی حالت میں وضو وغسل صحیح نہیں ہوگا۔ (الجوہرۃ النیرۃ:۱۰، مرقات المفاتیح:۱/۳۲۶)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۲۸) ڈاڑھی کے لمبے لٹکتے ہوئے بالوں کا دھونا ضروری ہے

سوال: اگر سر اور ڈاڑھی میں کالا خضاب لگایا جاوے، تو وضواور غسل کرتے وقت اگر پانی بالوں پر سے گذر جائے تو وضواور غسل صحیح ہوگا یا نہیں؟ کالا خضاب لگانا کیسا ہے؟ غسل میں ڈاڑھی کے لمبے لٹکتے بالوں پر پانی پہنچانا ضروری ہے؟

جواب: اصل قاعدہ یہ ہے کہ ایسی چیز بدن پر لگی ہو کہ جس کی تہ جمتی ہو جیسا کہ ناخن پالش، اور ایسی مہندی جس کی تہ جمتی ہو اور اس کے نیچے پانی نہ جاتا ہو، تو وضواور غسل نہیں ہوگا، اگر صرف رنگ ہو جیسا کہ مہندی کا رنگ جو عورتیں ہاتھوں پر لگاتی ہے، اسی طرح خضاب کا رنگ ہو تو ایسی

حالت میں وضواور غسل صحیح ہوگا، البتہ کالا خضاب مکروہ تحریمی ہے، اس کا گناہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کالا خضاب لگانے والا جنت کی خوشبوں سے محروم رہے گا۔

(سنن ابی داؤد: ۵۷۸، احسن الفتاوی: ۲۰۸)

البتہ سر یا ڈاڑھی پر لگے ہوا خضاب ایسا ہو کہ جس کی وجہ سے پانی بالوں تک نہ پہنچتا ہو جہاں تک وضواور غسل میں پانی پہنچانا ضروری ہے، تو وضواور غسل صحیح نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔

غسل میں سر اور ڈاڑھی کے لمبے لٹکے ہوئے بالوں پر پانی پہنچانا ضروری ہے، البتہ وضو میں ضروری نہیں ہے۔ (عمدۃ الرعایۃ: ۷۵)

(والأحوط ان يجب) دلت على افتراض سائر اجزاء البدن الظاهرة والشعر المسترسل داخل فيها كيف لا قد امر الله فلما الغسل بما يقيد المبالغةومن ثم افترض الاستنشاق والمضمض ولو لا حديث ام سلمةؓ وغيره من الاحاديث الدولة على سقوط المسترسل ووجوب نقض الذوائب من النساء لكان ذلك فرضا عليهن ايضا . (عمدة الرعاية فی حل شرح وقاية: ۱/۷۵)

وأما الخضاب با لسواد الخالص فغير جائز لما اخرجه ابوداودو النسائی وابن حبان والحاكم وقال صحيح الاسناد عن ابن عباس مرفوعا يكون قوم يخضبون فی آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة ... واما فی سنن ابن ماجة مرفوعا ان احسن ما اختضبتم به هذا السواد ارغب لنسائكم واهيب لكم فی صدور احدائكم فی سنده ضعفاؤ فلا يعارض الروايات الصحيحة واخذ منه بعض الفقهاء جوازفی الجهاد .

(التعليق الممجد على مؤطا إمام محمد لمولانا محمد عبد الحي نور الله مرقده : ۲/۳۹۲ باب الخضاب)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۲۹) خضاب میں وضوو غسل کا حکم

سوال: بعض لوگ ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں کالا خضاب لگاتے ہیں جس کی وجہ سے سفید بال کالے نظر آتے ہیں، ایسا رنگ وخضاب لگانے سے فرض غسل اور وضو کی ادائیگی ہوگی یا نہیں؟

جواب: ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں کالا رنگ (خضاب) لگانا جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے حدیث شریف میں کالا خضاب لگانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ۴/ ۲۰۷)

پھر بھی اگر کسی نے کالا خضاب کیا اور خضاب کا صرف رنگ باقی ہے، تو رنگ کے اوپر سے وضو یا غسل میں پانی بہہ گیا تو وضو اور غسل ہو جائے گا، لیکن اگر سر اور ڈاڑھی میں خضاب جم گیا ہو، وضو اور غسل میں جس جگہ پانی پہنچانا ضروری ہے، اگر پانی نہیں پہنچا تو وضو اور غسل نہیں ہوگا اور نماز صحیح نہ ہوگی۔

ولو بقی العجین فی الظفر فاغتسل لایکفی وفی الدرن والطین یکفی لان الماء ینفذ وکذا الصبغ والحناء . (مجمع الانہر : ۱/ ۲۱)

والخضاب اذا تجمد ویبس یمنع تمام الوضوء والغسل .

(الفتاویٰ الھندیۃ: ۱/ ۴)

واللہ اعلم بالصواب

سنن ومستحبات وآداب وضو

(۱۳۰) مسواک کی فضیلت اوراس کے فائدے

سوال: مسواک کی فضیلت اور فائدے اورکون کون سے موقع پر مسواک کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ مسواک وضوکی سنت ہے یا نمازکی،مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ بیان کیجئے؟

جواب: مسواک بہت ضروری چیز ہے،اسلام میں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں ایک مسواک بھی ہے۔

مسواک کے فوائداوراس کی فضیلت کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنتیں ہیں:(۱) ختنہ کرنا (۲) خوشبولگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا۔ (الجامع الترمذی:۱۲۸)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دس (۱۰) امور فطرت میں سے ہیں،یعنی دین کے کاموں میں سے ہیں،اورانبیاء کی سنت ہے:(۱) مونچھوں کو تراشنا (۲) ڈاڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) (وضومیں) ناک میں پانی ڈالنا (۵) ناخن کاٹنا (۶) بدن کے اعضاء کے جوڑوں کو دھونا (۷) بغل کے بالوں کاٹنا (۸) ختنہ کرنا (۹) پانی سے استنجاء کرنا (۱۰) ناف کے نیچے کے حصے کے بالوں کوصاف کرنا۔ (سنن ابی داوٗد:۶)

عن عائشۃرضی اللہ عنھا قالت قال رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : عشرٌ من الفطرۃ قص الشارب، واعفاء اللحیۃ، والسواک، واستنشاق الماء، وقص الاظفار، وغسل البراجم،ونتف الإبط، وحلق العانۃ ،وانتقاص الماء .

(الصحیح لمسلم: ۱/۱۲۹)

شریعت میں فطرت ان امورکوکہا جاتا ہے،جوتمام انبیاء کی متفقہ سنت ہوں،اوراس پرعمل بھی کیا گیاہو،اورہمیں بھی اس پرعمل کرنے کا حکم دیا گیاہو۔

حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مسواک کرنے سے جہاں دیگر فوائد ہیں اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مسواک انبیا علیہم السلام کی سنت ہے،اور جولوگ مسواک کرتے ہیں وہ خوش نصیب ہیں کہ دیگر فوائد کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت کا بھی ثواب حاصل کرتے ہیں،اور جولوگ اپنی کاہلی کی وجہ سے مسواک نہیں کرتے وہ بہت سے فوائد سے محروم رہتے ہیں،اور انبیاء علیہم السلام کی سنت کے ثواب سے بھی محروم رہتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک منہ کی صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ اور پروردگار کی رضاوخوشنودی کا وسیلہ ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: السواک مطھرۃ للفم ،ومرضاۃ للرب . (مشکوۃ المصابیح :۴۴، الصحیح البخاری : ۱/ ۲۵۹)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے اوپر مسواک لازم کرلو،اس میں منہ کی صفائی اور اللہ کی خوشنودی ہے۔(نسائی شریف)

مذکورہ احادیث میں مسواک کے دو فوائد بیان فرمائے ہیں ،ایک دنیاوی فائدہ یہ کہ مسواک کرنے سے منہ کی صفائی ہوتی ہے۔منہ کی بدبوں زائل ہوتی ہے،اور دوسرا فائدہ آخرت کا ہے وہ یہ کہ اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے، جو اصل مقصد ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے’’**ورضوان من اللہ اکبر**‘‘اللہ تعالی کی خوشنودی سب سے بڑی چیز ہے۔

مسواک کی تاکید:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :قال لو لا ان اشق علی امتی او لولا ان اشق علی الناس لأمرتھم بالسواک مع کل صلوۃ .

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے لوگوں کی تکلیف کا ڈر نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔(الصحیح البخاری:۱/۱۲۲)

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قال ماجاء نی جبرئیل علیہ السلام قط الا امرنی بالسواک لقد خشیت ان احفی مقدم فی رواہ احمد . (مشکوۃ المصابیح :۴۵)

عن ابی امامۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :قال تستاکوا فان السواک مطھرۃ للفم مرضاۃ للرب ماجاء نی جبرئیل الا اوصانی بالسواک عند کل صلوۃ . (سنن ابن ماجہ :۲۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسواک کرتے رہو، حضرت جبرئیلؑ ہمیشہ مجھے مسواک کے متعلق کہتے رہے یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میری امت پر مسواک فرض کردی جائیگی ، میں اتنی کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ مجھے منہ کے آگے کے حصے کے چھیل جانے کا ڈر محسوس ہونے لگا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنھاقالت :کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستن وعندہ رجلان أحدھما أکبر من الاخر فاوحی الیہ فی فضل السواک ان کبراعط السواک اکبرھما .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کررہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے تو مسواک کی فضیلت کے اظہار کے لیے کہا گیا کہ بڑے کو (عمر میں یا فضیلت میں) مسواک دو۔ (سنن ابی داود:۷)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک شخص کی استعمال شدہ مسواک دوسرے شخص کے استعمال میں لینا جائز ہے، البتہ اجازت ضروری ہے اور بہتر یہ ہے کہ دوسرا شخص دھوکر اس کو استعمال کرے۔ (بذل المجہود:۱/۳۲،الورود المسعود:۱۲۴)

ثم ان السواک مستحب فی جمیع الاوقات ولا فی خمسۃ أوقات أشد

استحباباً احدها عند الصلوة سواء كان متطهرا بماء او بتراب او غير متطهرٍ كمن لم يجد الماء ولا تراباً . الثانی عند الوضوء الثالث عند قراء ة القرآن الرابع عند الاستيقاظ من النوم الخامس عند تغير الفم وتغيره يكون باشياء منها ترک الاكل و الشرب ومنها أكل ماله رائحة كريهة ومنها طول السكوت .

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ: ہر وقت مسواک کرنا مستحب ہے البتہ پانچ موقعوں پر اس کی تاکید بڑھ جاتی ہے: (۱) نماز کے وقت۔ (۲) وضو کرتے وقت۔ (۳) قرآن کریم کی تلاوت کے وقت۔ (۴) سو کر اٹھنے کے وقت۔ (۵) منہ کا مزہ بگڑ گیا ہو اور بدبو آتی ہو تب۔ بدبودار چیز کھانے اور پینے کی وجہ سے منہ کا مزہ بگڑ گیا ہو۔ یا خاموش رہنے کی وجہ سے منہ میں بدبو پیدا ہوگئی ہو۔

(نووی شرح مسلم: ۱۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو یا دن کو سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرتے تھے، اسی طرح جب گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے۔ (سنن ابی داؤد: ۸)

(۱) مسواک کرنے سے منہ صاف ہوتا ہے (۲) دانت مضبوط ہوتے ہیں (۳) اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے (۴) فرشتے خوش ہوتے ہیں (۵) بلغم دور ہوتا ہے (۶) آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے (۷) منہ کی گندگی دور ہوتی ہے (۸) دانتوں کی جڑوں کے خراب ہونے سے حفاظت ہوتی ہے (۹) کھانا ہضم ہوتا ہے (۱۰) دانت چمکدار ہوتے ہیں (۱۱) معدہ اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں (۱۲) نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے (۱۳) پت دور ہوتا ہے (۱۴) پائیریا کی بیماری سے نجات دیتا ہے (۱۵) سر کا درد دور ہوتا ہے (۱۶) دماغی رگوں کو راحت ملتی ہے (۱۷) جس نماز کے لیے مسواک کی گئی ہو وہ نماز اس نماز پر ستر (۷۰) درجہ فضیلت زیادہ رکھتی ہے جس کے لیے مسواک نہ کی گئی ہو (۱۸) موت کے وقت روح آسانی سے نکلتی ہے (۱۹) شیطان کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے (۲۰) موت کے وقت کلمہ طیبہ نصیب ہوتا ہے (۲۱) مسواک موت کے علاوہ سب بیماریوں کے لیے شفاء ہے (۲۲) پل صراط پر چلنا آسان ہوتا ہے (۲۳) مالداری اور

روزی میں اضافہ ہوتاہے (۲۴) ڈاڑھ کا درد دور ہوتاہے (۲۵) فرشتے مصافحہ کرتے ہیں (۲۶) بدن صحت مندر ہتاہے (۲۷) قبر کشادہ ہوتی ہے (۲۸) مُردوں پر ہمدرد بن جاتی ہے (۲۹) جنت کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں (۳۰) مسواک کرنے والا دنیا سے پاک صاف ہوکر جاتا ہے اوراس وقت تک نہیں جاتا کہ جب تک کہ حوضِ کوثر کا پانی نہ پی لیں۔

(شامی:۱/۱۰۷، عینی شرح بخاری:۶/۱۸۲، طحطاوی علی مراقی الفلاح:۳۸)

(ومن منافعه الخ:) إن منها انه يبطى بالشيب،ويحد البصر ، وأحسنها أنه شفاء لما دون الموت، وأنه يسرع في المشى على الصراط، ومنها مافى شرح المنية ويره أنه مطهرة للفم، ومرضاة للرب ، ومفرحة للملائكة، ومجلاة للبصر، ويذهب البخر والحفر، ويبيض الأنسان، ويشد اللثة، ويهضم الطعام، ويقطع البلغم، ويضاعف الصلوة، ويطهر طريق القرآن، ويزيدفى الفصاحة، ويقوى المعدة، ويسخط الشيطان، ويزيد فى الحسنات، ويقطع المرة، ويسكن عروق الرأس ووجع الأنسان، ويطيب النكهة، ويسهل خروج الروح، قال فى النهر: ومنافعه وصلت إلى نيف وثلاثين منفعة، ادناها إماطة الاذى، وأعلاها تذكير الشهادة عند الموت . (الشامی: ۱/۱۱۵)

صحابہ کرامؓ مسواک ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے، حضرت زید بن خالدؓ کا معمول تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے کان پر رکھتے تھے، نماز کا وقت ہوتا تو مسواک کرتے اور پھر اسی جگہ پر رکھ لیتے تھے۔

زيد بن خالديشهد فى الصلوات فى المسجد وسواكه على اذنه موضع القلم من اذن الكاتب لا يقوم الا الصلوة الا استن ثم رده على موضعه رواه الترمذى . (الجامع الترمذی:۵،مشكوة المصابيح:۴۵)

احناف کے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے، لہٰذا وضو کے وقت شروع میں یا کلی کرتے وقت مسواک کیا جائے۔

عبد اللہ ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ مسواک اس طریقہ سے پکڑی جائے کہ ہاتھ کے آخری چھنگلی مسواک کے نیچے اور انگوٹھا مسواک کے آگے کے حصے کی طرف رہے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپری حصہ پر رہے مٹھی میں دبا کر مسواک نہ کی جاوے۔ اس سے بواسیر کی بیماری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔(شامی)

مسواک داہنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے، اور بائیں ہاتھ سے مسواک کرنا شیطان کا کام ہے۔ مسواک اگر سوکھ گیا ہو تو اس کو گیلا کر لینا مستحب ہے۔ (طحاوی: ۳۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۱) مسواک کیسی ہونی چاہئے:

سوال: مسواک کتنی ہونی چاہیے اور کون سے درخت کی ہونی چاہیے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک کیسی تھی؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ جب نئی مسواک سے ابتدا کرے تو وہ ایک بالشت لامبی ہونی چاہیے (استعمال کرتے کرتے اگر کم ہو جائے تو استحباب کے خلاف نہیں) اور موٹائی میں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر ہونا چاہیے، اور پیلو کے درخت کی مسواک افضل ہے۔ اس کے بعد زیتون کے درخت کی نہیں تو کسی بھی نرم درخت کی ہونی چاہیے۔ کڑوے درخت کے مسواک کے بھی فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ کیوں کہ وہ بلغم کو دور کرتی ہے اور سینہ کو صاف کرتی ہے اور کھانے کو مزہ دار بناتی ہے۔

(شامی: ۱/۱۰۶، طحطاوی علی مراقی الفلاح/ ۳۹)

پیلو کی مسواک افضل ہے، پھر زیتون کی کہ وہ مبارک درخت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: یہ میری اور مجھ سے پہلے انبیا کی مسواک ہے، وضو میں اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت صاف کر لینا کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: مسواک کی بدل انگلی کافی ہے۔

(عینی: ۶/۱۸۱)

مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مسواک کے ستر (۷۰) فوائد ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ طیبہ نصیب ہوتا ہے اور افیون کے ستر (۷۰) نقصانات ہیں: جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

وندب إمساكه بيمناه وكونه ليناً مستويا بلا عقدفي غلظ الخنصر وطول شبر،الظاهر انه في ابتداء استعماله فلا يضر نقصه بعد ذلک، وافضله الأراک (پیلو) ثم الزيتون، روى الطبراني نعم السواک الزيتون من شجرة مباركة وهو سواكي وسواک الانبياء من قبلي . (شامی: ۱/۱۱۴ مکتبۂ سعید پاکستان)

وأن يكون من شجر مر ليكون اقطع للبلغم وانقى للصدر واهنأ للطعام. وافضله الأراک ثم الزيتون ويصح بكل عود الا الرمان والقصب بمضرتهما .

(طحطاوی: ۳۸)

قالت المشائخ: فيه سبعون فوائد منها تذكر الشهادة عند الموت وفى الافيون سبعون مضرات منها نسيان الشهادتين عند الموت . (اوجز: ۱/۱٦٨)

السواک يعالج بالاصبع من حديث انس ؓ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال يجزأ من السواک الاصابع . (عینی: ۱/۱۸۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۲) مسواک کا حکم

سوال: وضو کرتے وقت کیا حکم ہے؟ مسواک کی فضیلت اور فوائد کیا کیا ہیں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر مجھے لوگوں کی تکلیف کا خوف نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لولا أن أشق على امتى لامرتهم بتاخير العشاء وبالسواک عند كل صلوٰة متفق عليه . (مشکوٰۃ المصابیح: ۴۴)

مسواک کرنا سنت ہے، مسواک کے بہت سے فوائد بیان کئے گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ جس نماز کے لیے مسواک کی گئی ہو وہ نماز اس نماز پر ستر درجہ فضیلت زیادہ رکھتی ہے، جس کے لیے مسواک نہ کی گئی ہو۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تفضل الصلوٰة التی یستاک لها علیه الصلوٰة التی لایستاک لها سبعین ضعفا رواه بیهقی فی شعب الایمان . (مشکوٰة المصابیح: ۴۵)

مظاہر حق میں ہے کہ مسواک کے ستّر فوائد ہیں، کم سے کم فائدہ یہ ہے کہ مسواک کرنے کی برکت سے موت کے وقت کلمہ طیبہ نصیب ہوتا ہے، شامی میں لکھا ہے کہ مسواک موت کے علاوہ ہر بیماری کے لیے شفاء ہے، مسواک کی برکت سے قیامت کے دن پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا، مسواک کرنے سے اللہ تعالیٰ اور فرشتے خوش ہوتے ہیں، منہ صاف رہتا ہے، آنکھوں کی روشنی بڑھتی ہے، کھانا ہضم ہوتا ہے، معدہ اور مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں، بلغم دور ہوتا ہے۔ (شامی: ۱/۱۰۷)

طبی اعتبار سے بھی مسواک کے بہت فائدے ہیں: مسواک نہ کرنے سے پایوریا (Payoria) جیسی مہلک بیماریاں ہوتی ہیں، اور مسواک کرنے سے بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۳) مسواک کی مقدار:

سوال: مسواک کی موٹائی اور لمبائی کتنی ہونی چاہیے اور کس درخت کی ہونی چاہیے؟ اگر مسواک نہ ہو تو انگلی پھرانے سے سنت ادا ہوگی؟

جواب: مسواک موٹائی میں خنصر کے برابر اور لمبائی میں ایک بالشت کے برابر ہونی چاہیے، استعمال سے کم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، ایک بالشت سے زیادہ ہوگی تو شیطان اس پر سواری کرتا ہے، دھو کر استعمال کریں اور استعمال کے بعد دھو کر رکھے، ورنہ شیطان استعمال کرتا ہے مسواک کھڑا رکھنا چاہیے، زمین پر رکھنے سے جنون کا خطرہ ہے۔

حضرت سعید بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص زمین پر مسواک رکھتا رہا اور وہ مجنون ہو گیا، تو اپنے آپ پر لعنت کرے، اس لیے خود اس کی غلطی سے بیماری پیدا ہوئی۔

مسواک نہ ہو یا دانت نہ ہو تو مسواک کی نیت سے موٹا کپڑا یا انگلی دانتوں پر پھیر دینے سے سنت کا ثواب مل جائے گا۔

وعند فقده أو فقد اسنانه تقوم الخرقة الاخشنة أو الأصبغ مقامه .

(در مختار مع الشامی : ۱/۱۱۵ ،مکتب سعید)

علامہ بدرالدین عینیؒ نے لکھا ہے کہ جس کے پاس مسواک نہ ہو، وہ انگلی سے اپنے دانتوں کوصاف کرے۔

مسواک پیلو کی افضل و مستحب ہے، ابو خیرہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیلو کی مسواک تیار کی اور فرمایا کہ پیلو کا مسواک کرتے رہو، اس کے بعد زیتون کا مسواک افضل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیتون کی مسواک بابرکت درخت کی مسواک ہے، کیوں کہ وہ میری اور مجھ سے پہلے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مسواک ہے۔

ذلک وافضله الاراک (پیلو) ثم الزیتون، روی الطبرانی نعم السواک الزیتون من شجرة مباركة وهو سواكي وسواک الانبياء من قبلی .

(شامی: ۱/۱۱۴ امکتبۂ سعید پاکستان)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۴) مسواک کرتے وقت کی دعاء

سوال: مسواک کرتے وقت کونسی دعاء پڑھنی چاہیئے؟

جواب: اللهم طهر فمي، ونور قلبي، وطهر بدني، وحرم جسدي على النار .

ترجمہ: اے اللہ میرے منہ کوصاف کردے، میرے دل کو روشن بنادے، میرے بدن کو پاک کردے، اور میرے جسم کو دوزخ پر حرام کردے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۵) مسواک کے متعلق

سوال: مسواک کی مقدار کتنی ہونی چاہیئے؟ مسواک کونسے درخت کی ہونی چاہیئے، مسواک کے فائدے کیا کیا ہیں؟ اور مسواک کب کرنی چاہیئے؟

جواب: جب نئی مسواک شروع کرے تو بہتر یہ ہے کہ ایک بالشت لمبی اور ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر موٹی ہو، یہ مستحب ہے، استعمال سے کم ہو جائے، تو یہ مستحب کے خلاف نہیں ہے۔

پیلو کی مسواک افضل ہے، اس کے بعد زیتون کی مسواک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بہتر مسواک زیتون کی ہے، جو میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مسواک رہی ہے، یہ نہ ہو تو بانس یا انگور کی لکڑی کے علاوہ کسی بھی درخت کی لے، اس لئے یہ نقصان دہ ہے۔

دینی و دنیوی اعتبار سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس نماز کا ثواب بغیر مسواک کی نماز سے ستر گنا زیادہ ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ۴۵)

مظاہر حق میں لکھا ہے: مسواک کے ستر فائدے ہیں، کم سے کم فائدہ موت کے وقت کلمہ یاد آتا ہے، مسواک میں موت کے علاوہ تمام بیماریوں کی شفاء ہے، پلصراط پر چلنا آسان ہوگا، اللہ اور فرشتے خوش ہوتے ہیں، منہ صاف رہتا ہے، آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے، دانت سفید رہتے ہیں، کھانا ہضم رہتا ہے، بلغم دور ہوتا ہے۔ (شامی ۱/ ۱۰۷)

پانچ وقتوں میں مسواک کرنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے: (۱) نماز کے وقت، (۲) قرآن کی تلاوت کے وقت، (۳) وضوء کے وقت، (۴) سو کر اٹھنے کے بعد، (۵) منھ کا مزہ بدل جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر تکلیف کا خطرہ نہ ہوتا تو ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا، لہذا وضو کرتے وقت مسواک کرنا سنت ہے۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لولا أن أشق علی امتی لامرتهم بتاخير العشاء وبالسواک عند کل صلوٰة متفق عليه . (مشکوٰۃ المصابیح: ۴۴)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۶) مسواک کے بدلے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا:

سوال: ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا جائز ہے۔اگر جائز ہے تو ٹوتھ برش سے مسواک کی سنت ادا ہوگی؟

جواب: برش کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ وہ حرام بالوں کا بنا ہوا نہ ہو، اگر کسی وقت مسواک نہ ہو، تو اس کے بدلے ٹوتھ برش استعمال کرنا درست ہے، البتہ ہمیشہ اس کی عادت بنا لینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی، لہٰذا ٹوتھ برش کے ساتھ مسواک سے بھی پابندی کے ساتھ دانت صاف کئے جائے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں، ایک مسواک کرنا سنت ہے، اور دوسری چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح مسواک کرنا ثابت ہے اس کے مطابق مسواک کرنا۔

اگر مسواک لکڑی کا نہ ہو تو ہدایہ میں ہے کہ دانتوں پر انگلی ملنے سے مسواک کی سنت ادا ہو جائیگی مگر پیلو کی مسواک کی جو فضیلت اور ثواب ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۳۷) وضو کے بعد کی دعا اور آسمان کی طرف انگلی اٹھانا۔

سوال: وضو کے ختم پر کونسی دعا پڑھنی چاہیئے؟ اور اس کے فوائد کیا ہے، بعض لوگ آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر پڑھتے ہیں تو کیا یہ شریعت سے ثابت ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اچھی طرح وضو کرے (وضو کے واجبات سنن ومستحبات کا خیال رکھتے ہوئے) اس کے بعد یہ کلمہ پڑھے: ’’ **أشهد أن لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله** ‘‘ تو قیامت کے دن اس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ چاہے جس دروازے سے جنت میں داخل ہو۔

عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما منكم من أحد يتوضأ فيبلغ أو فيسبغ الوضوء ثم يقول: أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله، وفي رواية: أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله إلا فُتِحَتْ له أبواب الجنة الثمانية يدخل من أيها شاء .... وزاد الترمذي: اَللّٰهُمَّ اجعلنى من التوابين واجعلني من المتطهرين .(مشکوٰۃ المصابیح: ۳۹)

لہٰذا وضوء کے بعد فوراً کلمۂ شہادت پڑھنا مستحب ہے، اس کے ساتھ یہ دعاء بھی پڑھے:

اللهم اجعلني من التوابين وجعلنى من المتطهرين، سبحانك اللهم وبحمدك ، أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك .

علما نے لکھا ہے کہ غسل کرنے والے کو بھی یہ دعائیں پڑھنا مستحب ہے، یہ دعاء پڑھنے کا اس لیے حکم ہے کہ دعاء پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہے کہ ظاہری اعضاء کا پاک کرنا میرے اختیار میں تھا وہ میں نے کرلیا، اے اللہ تو میرے باطنی اعضاء یعنی (دل) کو شرک وریا سے پاک وصاف کردے، وضوء کرنے والا جب اخلاص سے یہ دعاء پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور اس کی مغفرت کردیتے ہیں، اور قیامت کے دن اس کے لیے سارے دروازے کھول دیئے جائیں گے، جس دروازے سے وہ چاہے داخل ہوجائے۔

قال الطيبي: قول الشهادتين عقيب الوضوء إشارة إلى اخلاص العمل لله وطهارة القلب إلى الشرك والرياء بعد طهارة الأعضاء من الحدث والخبث، قال الإمام النووى: يستحب أن يقال عقيب الوضوء كلمتا الشهادة وهذا متفق عليه وينبغي أن يضم اليهما ما جاء في رواية الترمذى اللهم اجعلنى من التوابين واجعلنى من المتطهرين ويضم إليه ما رواه النسائي في كتاب عمل

الیوم واللیلة مرفوعاً سبحانک اللهم وبحمدک أشهد أن لا إله إلا الله إلا أنت أستغفرک وأتوب إلیک قال أصحابنا: وتستحب هذه الأذکار للمغتسل أیضاً .

(مرقاة المفاتیح: ۱/۲۶۷، کتاب الطهارة، الفصل الأول)

کلمۂ شہادت پڑھتے وقت آسمان کی طرف دیکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

وأن یقول بعد فراغه سبحانک اللهم وبحمدک أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرک وأتوب إلیک وأشهد أن محمداً عبدک ورسولک، ناظراً إلی السماء . (شامی: ۱/۱۲۸، کتاب الطهارة، مطلب فی إرتقاء الحدیث الضعیف إلی مرتبة الحسن، احسن الفتاوی: ۲/۱۶)

نماز کے قعدہ میں التحیات پڑھتے وقت" أشهد أن لا" کے لفظ پر انگلی اٹھائی جاتی ہے اور" إلا الله" پر رکھدی جاتی ہے، اسی طرح یہاں بھی انگلی اٹھانا بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم

(۱۳۸) کیا وضو کے بعد دعاء پڑھتے وقت انگلی اٹھانا ثابت ہے؟

سوال: وضو سے فراغت کے بعد دوسرا کلمہ اور دعاء پڑھی جاتی ہے اور شہادت کی انگلی اٹھا کر آسمان کی طرف نظر کی جاتی ہے، ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ انگلی کا اٹھانا حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا آپ حضرت سے گزارش ہے کہ کونسا طریقہ شریعت کے مطابق ہے۔

جواب: وضوء سے فراغت پر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے، کلمۂ شہادت پڑھنا اور انگلی اٹھانا وضو کے آداب میں سے ہیں، ضروری نہیں۔

دراصل"أشهد أن لا" میں"لا"نفی کا ہے، تو جب زبان سے تمام معبودوں کا انکار کیا جاتا ہے تو انگلی اٹھا کر اللہ کے ایک ہونے کا اقرار کیا جاتا ہے، جس طرح قعدہ میں انگلی کے ذریعہ اشارہ کیا جاتا ہے۔

ذکر الغزنوي أنه يشير بالسبابة حين ينظر إلى السماء .

(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۴۳)

وأن يقول بعد فراغه سبحانک اللهم وبحمدک أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرک وأتوب إليک وأشهد أن محمداً عبدک ورسولک، ناظراً إلى السماء . (شامی: ۱۲۸/۱، کتاب الطهارة، مطلب في إرتقاء الحديث الضعيف إلى مرتبة الحسن، مكتبة سعيدی پاکستان، احسن الفتاوی: ۱۶/۲)

ادب کا حکم یہ ہے کہ اس کے کرنے پر ثواب، اور نہ کرنے پر کوئی ملامت نہیں۔

أدب : قيل الخصلة الحميدة، وفی شرح الهداية: هو ما فعله النبی صلی الله عليه وسلم مرة أو مرتين ولم يواظب عليه وحكمه الثواب بفعله وعدم اللوم على تركه . (مراقی الفلاح علی الطحطاوی: ۴۱)

واللہ أعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

نواقض وضو

(۱۳۹) بواسیر کی رطوبت سے وضوٹوٹ جائے گا:

سوال: مجھے بواسیر کی بیماری ہے بواسیر میں سے چکنا موادنکلتا ہے ن، نماز صحیح ہوگی کہ نہیں؟

جواب: بواسیر سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ ناپاک ہے، اس کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ وضو نہیں رہے گا تو نماز بھی صحیح نہ ہوگی۔ اگر کپڑے کو وہ رطوبت لگی ہو تو کپڑے کو بھی دھونا پڑے گا۔

الدم والقيح والصديد وماء الجرح والنفطة وماء البثرة والثدى والعين والاذن لعلة سواء على الأصح . (شامی : ۱۴۸/۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۰) ستر پر نظر پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا:

سوال: کیا غسل یا وضو کے بعد ستر پر نظر پڑ جائے تو اس سے وضو یا غسل میں نقص آئے گا؟

جواب: وضو یا غسل کے بعد ستر پر نظر پڑنے سے وضو و غسل میں کوئی حرج نہیں آتا، وضو و غسل بدستور باقی رہے گا کیوں کہ ستر دیکھنے سے وضو باقی رہتا ہے۔

لو كان محلول الجيب فنظر إلي عورته لايعيد صلوته كذافي التبيين .

(مرقات المفاتيح وحاشۂ مشكوة : ۴۳)

والله اعلم بالصواب

(۱۴۱) درمیانِ وضو، وضو کا ٹوٹ جانا:

سوال: ایک شخص وضو کر رہا تھا گٹوں تک ہاتھ دھوئے کلی کی ناک میں پانی ڈالا منہ دھویا ایک ہاتھ کہنیوں سمیت دھو رہا تھا کہ ریح خارج ہوگئی تو کیا اب یہ شخص وضو کا اعادہ کرے یا باقی اعضاء دھولے؟

جواب: مذکورہ صورت میں وضو کرتے وقت بعض اعضاء دھونے کے بعد ریح کا خروج ہوا تو دھوئے اعضاء کا اعتبار نہیں ہوگا ان اعضاء کا دوبارہ دھونا ضروری ہے یعنی نئے سرے سے وضو کرے۔

والله اعلم بالصواب

(۱۴۲) خروج دم سے وضو کیوں ٹوٹ جاتا ہے

سوال: پیشاب کرنے سے یا خروج ریح اور خروج دم سے وضو کیوں ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: حدیث شریف میں حدث اور خروج دم سے وضو ٹوٹنا کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ہوا اور پیشاب اور پاخانہ کی بدبوں سے نفس کی اندرونی حالت میں ایک قسم کی ناپاکی لگ جاتی

ہے فرشتوں سے بعد ہوجاتا ہے اور شیطان قریب ہوجاتا ہے اس بنا پر وضو کا حکم دیا گیا اور دم مسفوح جسم کو غلیظ کرنے والا ہے، اس لیے خروج دم سے وضو کا حکم دیا گیا۔

(المصالیح العقلیہ: ۳۸/۳۵)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۴/۱۲/۹

مکروہاتِ وضو

(۱۴۳) وضو کرتے وقت دنیوی باتیں کرنا:

سوال: وضو کرتے وقت حوض پر بیٹھ کر دنیاوی باتیں کرنا، اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو کرتے وقت بلاضرورت دنیوی باتیں کرنا مکروہ ہے، وضو کے وقت دنیوی باتیں کرنے سے وضو کے اعضاء دھوتے وقت جو دعائیں اور ذکر کرنا مسنون ہے، اس سے وہ محروم رہتا ہے، اور اس لیے بھی مکروہ ہے کہ وضو نماز کی کنجی ہے، لہٰذا نماز کی طرح وضو بھی عبادت ہے، لہٰذا عبادت میں دنیوی ملاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔

بعض بزرگوں کا قول ہے کہ اگر دل لگا کر وضو کیا جاوے تو نماز میں بھی دل لگے گا، اور وضو میں دھیان اور دل نہیں لگا تو نماز میں بھی دھیان نہیں رہے گا۔

یکره التکلم بکلام الناس مالم یکن لحاجة تفتح بترکه لانه یشغله عن الأدائیة ولا جل تخلیص الوضوء من شوائب الدنیا لأنه مقدمة العبادة .

(طحطاوی: ۴۵، عمدة الفقة: ۱/۱۲۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۴) وضو کرنے والے کو سلام کرنا اور اس کا جواب دینا:

سوال: مسجد میں وضو کرنے والے کو سلام کرنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے سلام کیا تو وضو کرنے والے کو اس کا جواب دینا چاہیے یا نہیں؟

جواب: وضو کرنے والا مسنون دعائیں یا ذکر میں مشغول رہتا ہے، لہٰذا وضو کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے، اور وضو کرنے والے کو چاہیے کہ وضو کے بعد جواب دے۔

اسی طرح تلاوتِ قرآن کے وقت یا کتابی تعلیم کے وقت یا اذان کے وقت یا تکبیر کے وقت سلام نہ کرے، اور صحیح قول کے مطابق اس وقت سلام کا جواب نہ دیا جائے، بلکہ فارغ ہونے کے بعد جواب دیا جائے۔

یکره السلام علی مشتغلین بذکر الله تعالیٰ بأي وجه کان .

(شامی: ۱/۲۵۶)

یکره السلام عند قرأة القرآن جهرا، وکذا عند مذاکرة العلم، وعند الاذان، والاقامة، والصحیح أنه لایرد فی هذه المواضع .

(فتاویٰ هندیة: ۵/۳۲۵، الباب السابع فی السلام)

وان سلم فهو آثم تاتر خانیة وفیها والصحیح انه لا یرد فی هذه المواضع .... وعند أبی یوسف یرد بعد الفراغ . (الشامی: ۶/۴۱۵، مکتب سعید)

واللہ اعلم بالصواب

۲۲؍شعبان؍۱۴۰۳

غسل کا بیان

(۱۴۵) جنابت کے غسل کی نیت اور غسل کرنے کا طریقہ:

سوال: میں جنابت کے غسل کے وقت اردو میں نیت کرتا ہوں، اگر عربی میں نیت کرنا ہو، تو کس طرح کی جاوے، اور غسل کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: جنابت کے غسل سے پہلے دل میں یہ نیت کرے کہ میں پاکی حاصل کرنے کی نیت کرتا ہوں، زبان سے نیت کرنا بہتر ہے، عربی میں نیت اس طرح کرے:

"نويت الغسل لرفع الجنابة" .

غسل کا طریقہ یہ ہے، پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوے، اس کے بعد استنجا کرے، اس کے بعد بدن کے حصہ پر ناپاکی لگی ہو اس حصہ کو دھولے، پھر وضو کرے اس کے بعد پہلے سر پر پانی ڈالے، پھر داہنے کندے پر پھر بائے کندے پر تین تین مرتبہ پانی ڈالے، اس کے بعد پورے بدن پر پانی بہائے اور خوب ملے، اس طرح کہ ایک بال کے برابر بھی جگہ خشک نہ رہ جائے، یہ ترکیب صاحب ہدایۃ، صاحب قدوری کی ہے، اور صاحب فتح القدیر اور صاحب بحر الرائق نے بھی اسی کو پسند کیا ہے۔ اور حدیث شریف میں بھی اسی طرح کے غسل کا اشارہ ملتا ہے۔

(عمدۃ الرعایہ ۱/۴۷، الصحیح البخاری: ۱/۳۹)

اور یہی سنت طریقہ ہے۔ اور اگر غسل کرتے وقت پہلے داہنے شانے پر پھر بائیں شانے پر پھر سر پر تین تین بار پانی ڈالے اور پورے جسم پر پانی ڈالے، تب بھی درست ہے جیسا کہ عالمگیری کی عبارت سے پتہ چلتا ہے۔

(وسننه البـداء ة بغسل يديه وفرجه) وإن لم يكن به خبث ..... (وخبث بـدنـه ان كـا ن) عـلـيـه خبـث... (ثـم يتوضأ ثم يفيض الماء) على كل بدنه ثلا ثا (بادئا بمنكبه الأيمن ثم الأيسر ثم برأسه ثم) على (بقية بدنه مع دلكه) .

(در مختار مع الشامی : ۱/۵۷، ۵۸، ۵۹)

وکیفیت الافاضۃ ان یفیض الماء علی منکبہ الایمن ثلثا ثم الایسر ثم علی رأسہ وسائر جسدہ ثلثا وھو الأصح ویسن ان یبدأ بالنیۃ بقلبہ ویقول بلسانہ "نویت الغسل لرفع الجنابۃ". (الفتاوی الھندیۃ فی سنن الغسل : ۱/۱۴)

وفی الجوھرۃ النیرۃ: السنۃ ان یبدأ بالنیۃ بقلبہ ویقول بلسانہ نویت الغسل لرفع الجنابۃ. (سعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ : ۱/۲۸۸)

واللہ اعلم بالصواب!

(۱۴۶) کیا غسل میں نیت ضروری ہے؟

سوال: غسل کے وقت غسل کی نیت کرنا ضروری ہے یا غسل کے جو تین فرض ہے ان کو ادا کرنے سے غسل ادا ہو جائے گا؟

جواب: غسل کے جو تین فرض ہے یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، اور پورے جسم پر پانی اس طرح بہانا کے پورے بدن پر پانی پہونچ جائے۔ اس طرح کرنے سے غسل صحیح ہو جائے گا۔ غسل صحیح ہونے کے لیے نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ اس طرح کہنا کہ میں جنابت دور کرنے کے لیے غسل کرتا ہوں یہ سنت ہے۔

یسن این یبدأ بالنیۃ بقلبہ ویقول بلسانہ نویت الغسل لرفع الجنابۃ.

(السعایۃ: ۲۸۸، الفتاوی الھندیۃ)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۷) برہنہ غسل کرنے کے متعلق

سوال: غسل خانے میں کپڑا پہنے بغیر۔ (ننگے بدن) کوئی واجب غسل کرے گا تو کیا اس کا غسل صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور ساتھ میں وضو بھی رہے گا کہ نہیں؟ اس کا جواب تحریر فرمائیں۔ اور کھلے غسل خانوں میں جن میں کچھ بھی پردہ نہیں ہوتا تو ایسے غسل خانوں میں جانگیاں پہن کر غسل کرے گا تو غسل صحیح ہوگا؟

جواب: غسل میں تین فرض ہے: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، اور پورے بدن پر پانی بہانا۔ اور کوئی نہ دیکھے ایسی جگہ پر غسل کرنا مستحب ہے اور آدابِ غسل میں سے ہیں۔

وهى ثلا ثة المضمضة والاستنشاق وغسل جميع البدن ... وأن يغتسل في موضع لايراه احدٍ . (الفتاوى الهندية: ۱/۱۳/۱۴)

اور ایک شخص کھلے میں غسل کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرم کرنے والا ہے اور شرم کرنے والے کو پسند فرماتا ہے، لہٰذا غسل کرتے وقت پردہ کرلو۔

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم راى رجلا يغتسل بالبراز.....ثم قال ان الله حي ستير يحب الحياء والتستر . (مشكوة المصابيح: ۴۹)

کوئی دیکھنے والا نہ ہو تب بھی انسان کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں، لہٰذا پردے کے بغیر غسل نہ کیا جاوے پھر بھی اگر کوئی کھلے میں غسل کرے گا تو ہوجائے گا کیوں کہ غسل کے جو تین فرض ہیں وہ ادا ہوجاتے ہیں، نیکر یا جانگیاں پہن کر غسل کرنا بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۴۸) میاں بیوی کا ایک دوسرے کے سامنے برہنہ غسل کرنا:

سوال: میاں بیوی کا ایک دوسرے کے سامنے برہنہ حالت میں غسل کرنا کیسا ہے؟

جواب: مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے سامنے برہنہ حالت میں غسل کرنا مکروہ ہے کسی خاص ضرورت کے بغیر ایک دوسرے کے ستر کی جگہ کو نہ دیکھے۔ غسل کرتے وقت کسی کپڑے وغیرہ سے ستر کو چھپانا چاہیے اور یہی افضل ہے۔ کیوں کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتے ہیں، لہٰذا ستر کو چھپا کر غسل کرنا چاہیے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے برہنہ ہونے کی حالت میں غسل کرنے کے متعلق باب باندھا ہے۔

والتستر افضل . (الصحیح البخاری: ۱/۴۲)

اصحها انه مكروه فكل واحد منهما النظر إلى فرج صاحبه من غير حاجة .

(نووی شرح مسلم: ۱/۱۵۴)

ان الاولى ان لاينظر كل واحد منهما إلى عورة صاحبه .

(الفتاوى الهندية: ۵/۳۲۷، الباب الثانی فيما يحل للرجل النظر اليه ومالايحل)

صحیح بات یہی ہے کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہونے کی حالت میں غسل کرنا مکروہ ہے۔ کیوں کہ بلاضرورت دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا مکروہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

غسل کو واجب کرنے والی چیزوں کا بیان

(۱۴۹) کپڑے پر دھبہ معلوم ہو یا صرف خواب معلوم ہو دھبہ نہ ہو تو شریعت کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص سو کر اٹھتا ہے تو اپنے کپڑوں پر منی کو دیکھتا ہے مگر اس کو یاد نہیں کہ اس کو احتلام ہوا تو کیا اس کو غسل کرنا ضروری ہے؟ اسی طرح کسی شخص کو خواب تو یاد ہے لیکن کپڑے پر اس کا اثر یاد نہیں تو اس کا کیا حکم ہے۔

جواب: نیند کی حالت میں اگر احتلام ہو تو غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے چاہے اس کو خواب یاد ہو یا نہ ہو۔ اگر خواب یاد ہو لیکن کپڑوں پر اس کا اثر ظاہر نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر احتلام ہونے کا تو یاد ہو اور کپڑوں پر بھی اس کا اثر ظاہر ہو مگر اس کے منی ہونے کا یقین پورہ نہ ہو اور مذی ہونے کی بھی شک ہو تب بھی غسل کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس کو پورا یقین ہو کہ یہ منی نہیں ہے بلکہ مذی ہے تو غسل کرنا واجب تو نہیں مگر کر لینے میں احتیاط ہے۔

مـجیب الغسل .... فی ما اذاتيقن انه منی تذكر احتلاماً اولا يجب

الغسل عندهما لا عند ابی یوسف رحمه الله فیما اذا شک انه منی اومذی .

(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۵۴)

اذا شک انه منی او مذی یجب فیه الغسل. (شامی: ۱/۱۶۳، ۱۶۴، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۵۰) بیماری کی وجہ سے صرف خیال کرنے سے اگر چکناہٹ نکلے تو اس سے غسل واجب نہیں ہوگا اور اس کو دھونے کا طریقہ

سوال: ایک شخص کو کمزوری کی وجہ سے نماز میں یا تراویح میں یا تلاوت قرآن کے وقت خیالات کی وجہ سے بعض مرتبہ چکناہٹ عضو مخصوص سے نکلتی ہے تو کیا اس کو نماز دہرانا پڑے گا؟

جواب: بیماری اور کمزوری کی وجہ سے صرف تصور اور خیال کرنے کی وجہ سے بغیر شہوت اور بغیر جوش کے عضو مخصوص سے چکناہٹ نکلے تو اس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

لو أنزل بلا شهوة لا يجب الغسل. (شرح وقاية: ۷۵)

البتہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور درمیان نماز میں ہے تو اس سے نماز کا اعادہ کرنا پڑیگا۔ اور اگر وہ چکناہٹ (ناپاکی) ایک روپے کے برابر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہوجائے گا اور اس کو بدلنا ضروری ہے۔ بغیر کپڑے دھوئے نماز پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔

اور اگر ایک روپے سے کم ناپاکی کپڑے پر لگی ہو تو عمداً بغیر دھوئے اس ناپاکی کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (امداد الاحکام: ۲۶۴)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۵۱) پیشاب کی جگہ میں دوا رکھنا

سوال: کیا پیشاب کی جگہ میں دوا رکھنے سے غسل واجب ہوگا؟

جواب: پیشاب کی جگہ میں دوا رکھنے سے غسل واجب نہ ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

مسائل جنابت

(۱۵۲) جماع کے بعد حیض آ گیا تو غسلِ جنابت واجب ہے:

سوال: جماع کے بعد غسل سے پہلے حیض آ گیا تو غسل جنابت واجب ہے؟

جواب: عورت کو اختیار ہے کہ جماع کے بعد حیض کی حالت میں غسل کر لے یا حیض ختم ہونے کے بعد دونوں کا ایک ہی غسل کر لے۔ کیوں کہ نماز کا وقت ہونے تک جنابت کے غسل میں تاخیر کرنا درست ہے۔ اور حائضہ پر فی الحال جب نماز فرض نہیں تو غسل بھی ضروری نہیں۔

فان اجتنبت المرأة ثم أدركها الحيض ان شاء اغتسلت وان شاء اخر، حتى تطهر . (خلاصة الفتوى: ۱/۱۴، كتاب المبسوط: ۱/۴۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۵۳) جنابت کی حالت میں دعائیں ووظائف پڑھنا:

سوال: بغیر غسل کیے دعائیں پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: جنبی، حائضہ وغیرہ بغیر غسل کیے دعائیں اور وظائف پڑھ سکتے ہیں۔

ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الاذان ونحو ذلك كذا فى السراجية . (الفتاوى الهندية: ۱/۳۸)

(۱۵۴) حالت جنابت میں کھانے پینے کا حکم:

سوال: حالت جنابت میں کھانے پینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: حالت جنابت میں وضو کر کے بغیر کراہت کھانا پینا جائز ہے۔ اور اگر بلا وضو کھانا کھایا تب بھی کوئی حرج نہیں البتہ مکروہ تنزیہی ہے۔

المنقول في فتاوی قاضي خان الجنب اذا اراد ان یاکل او یشرب فالمستحب له ان یغسل یدیه وفاه وان ترک لا بأس . (البحرالرائق: ۱/۱۷۶، ۱۷۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۵۵) جنابت کے غسل سے پہلے حیض آجائے تو جنابت کا غسل ضروری ہے؟

سوال: جنابت کا غسل کرنے سے پہلے حیض آگیا تو کیا جنابت کا غسل کرنا ضروری ہے؟

جواب: جنابت کا غسل کرنے سے پہلے اگر عورت کو حیض آجائے تو اس کو جنابت کا غسل کرنا ضروری نہیں پاک ہونے کے بعد بھی غسل کرے گی تب بھی کوئی حرج نہیں۔

قلت ارأیت المرأة تصیبها ثم تحیض قبل أن تغتسل هل علیها غسل الجنابة قال ان شائت لم تغتسل حتی طهرت.

(کتاب المبسوط: ۱/۴۹، دارالعلوم: ۱/۳۹)

وفیه دلیل الجمهور أن مقتضی الطهرین واحد فکفی لهما غسل واحد کما فی الحیض والجنابة، باب الغسل: فصل اول تحت قول عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قالت میمونة وضعت للنبی صلی الله علیه وسلم غسلا فسترته . (مرقاة شرح مشکوة: ۳۲۴، مشکوة المصابیح: ۴۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۵۶) جماع سے پہلے کون سی دعا پڑھنی چاہیے:

سوال: جماع سے پہلے کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

جواب: حضرت ابن عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی عورت کے ساتھ صحبت کرنا چاہے تو یہ دعا پڑھے۔

’’ بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا ‘‘ .

اے اللہ! تو شیطان کو ہم سے دور رکھ اور ہمیں جو اولا دعطا فرمائے ان سے بھی شیطان کو دور رکھ۔

اگر یہ دعا پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں اولاد لکھی ہے تو اس اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔(بخاری شریف:۲۶)

عن ابن عباس يبلغ به النبي صلى الله عليه وسلم قال لو أن احدكم إذا اتى أهله قال بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَافقضى بينهما ولد لم يضره . (الصحيح البخاری: ۱/۲۶)

نقصان کا مطلب یہ ہے کہ وہ اولاد کفر اور شرک میں مبتلا نہیں ہوگا۔

علما کرام نے لکھا ہے کہ اللہ کے نام کی برکت سے اس کی عقل اور بدن کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔(عینی شرح بخاری)

لہٰذا کپڑے پہنے ہوئے ہونے کی حالت میں مذکورہ دعا پڑھنی چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب

پاک اور ناپاک پانی کا بیان

(۱۵۷) کیا برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے وہ پانی مستعمل ہوگا؟

سوال: وضو کرتے وقت کسی برتن میں سے پانی ہاتھ ڈال کر یا کلی کرتے وقت یا ناک میں پانی ڈالتے وقت یا چہرہ دھوتے وقت ہاتھ ڈال کر پانی لینا درست ہے یا نہیں؟ بار بار ہاتھ ڈالنے سے پانی پاک رہے گا یا ناپاک ہوگا؟

جواب: اس وقت ہوگا کہ بے وضو شخص وضو کے لیے یا باوضو شخص دوبارہ وضو کی نیت سے پانی لے اور پانی سے جو اعضا جو دھوئے جائیں ان اعضاء سے جدا ہونے کے بعد مستعمل شمار ہوگا۔ اگر

پانی میں اس لیے ہاتھ ڈالا جائے کہ برتن میں سے پانی لے کر برتن سے الگ عضو دھوئیں جاوے تو برتن میں پانی لینے کے لیے ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔ البتہ عضو کو لگ کر جو پانی عضو سے گرے گا وہ مستعمل ہوگا۔ (امدادالاحکام:۲۹۳)

لہٰذا برتن میں سے پانی لینے کی بنا پر برتن کا پانی ناپاک نہ ہوگا۔

وهو ما استعمل في الجسد لرفع حدث او لقربة فلو غسلها لوسخ وهو متوضأ ولم يقصد القربة لا يصير مستعملاً لعدم اسقاط فرض او اقامة قرب وكذا لو توضا بنية تعليم لان التعليم ان كان قربة الا انه لم يتعين بالفعل بل يصح بالقول . (مراقی وطحطاوی:۱۴)

حتى لو لم يكن جنباً وقصد بغسل الفم والانف ونحوهما مجرد التنظيف لا إقامة القربة لا يصير مستعملاً . (شامی: ۱/۱۸۳، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

کنویں کے مسائل

(۱۵۸) دہ دردہ کنواں:

سوال: کنواں دہ دردہ کب شمار ہوگا؟

جواب: کنوئیں کی گولائی چھتیس (۳۶) گز ہو تو کنواں دہ دردہ کہا جائے گا۔

افتى به المتأخرون الاعلام اى في المربع باربعين وفى المدور بستة وثلاثين.... بذراع الكرباس . (ردالمحتار مع الشامی: ۱/۱۹۲، ۱۹۳، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۵۹) کھیت میں کھلے کنوئیں کا حکم:

سوال: کھیتوں میں چھوٹے چھوٹے کنوئیں کھلے ہوتے ہیں تو کیا وہ پاک ہیں؟

جواب: کنوئیں کا پانی پاک ہے جب تک ناپاکی گرنے کا یقین نہ ہو وہاں تک صرف کھلے رہنے سے ناپاک نہ ہوں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۶۰) پانی کے کنوئیں اور نجاست کے کنوئیں (Sefety Tank) کے درمیان کتنا فاصلہ رکھنا چاہیے؟

سوال: ہمارے صحن میں گھر کے استعمال کے لیے ایک کنواں ہے، جس کے تقریباً چوبیس فٹ کے فاصلے پر بیت الخلاء کے لیے کنواں کھودا گیا ہے جو پانی نکلنے تک کھودا گیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اتنے قریب بیت الخلاء کے کنوئیں کی بنا پر پینے کے پانی کی طہارت میں کوئی کراہت آئے گی؟

جواب: اصل اعتبار اس پر ہے کہ ناپاکی کا اثر یعنی رنگ، بو، مزہ پانی میں معلوم نہ ہو اتنا فاصلہ رکھنا چاہیے۔ گھر کے استعمال کے کنوئیں سے چوبیس فٹ فاصلے پر بیت الخلا کا کنواں کھودا گیا ہے، تو پانی میں رنگ، بو اور مزہ معلوم نہ ہو تو کنواں پاک ہے، پانی کی طہارت میں کوئی کراہت نہ آئے گی۔

بئر الماء اذا كانت بقرب البئر النجسة فهي طاهرة مالم يتغير طعمه او لونه او ريحه كذافى الظهيريه ولا يقدر هذا بالذرعان حتى اذا كان بينهما عشرة أذرع وكان يوجد فى البئر اثر البالوعة فماء البئر نجس وان كان بينهما ذراع واحد لا يوجد اثر البالوعة فماء البئر طاهر كذافى المحيط وهو الصحيح هكذافى المحيط السرخسى . (الفتاوى الهندية: ۱/۲۰)

قال الحلوانى المعتبر الطعم أو اللون أو الريح فان لم يتغير جاز وإلا لا،

ولو كان عشرة اذرع والحامل انه يختلف بحسب رخاوة الارض وصلابتها .

(شامی: ۱/ ۲۲۱، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۶۱) کنوئیں اور بیت الخلاء کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

سوال: ہمارے گھر کے صحن میں ایک بیت الخلا ہے جو فی الحال استعمال میں ہے، اب ہمارا ارادہ ایک کنواں کھودنے کا ہے، تو بیت الخلا سے کتنے دور کھودنا چاہیے؟

جواب: صحیح قول کے بموجب گھر کے استعمال کا کنواں اور بیت الخلا کے کنویں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھنا چاہیے کہ کنویں میں ناپاکی کا اثر یعنی رنگ، بو، مزا پانی میں معلوم نہ ہو، زمین کی نرمی اور سختی کے مختلف ہونے کے اعتبار سے فاصلہ کے لیے الگ الگ حکم ہوتا ہے۔ تقریباً پندرہ فٹ کا فاصلہ رکھنا چاہیے تو انشاءاللہ کنویں میں ناپاکی کا اثر نہیں آئے گا۔

بئر الماء إذا كانت بقرب البئر النجسة فهي طاهرة مالم يتغير طعمه اولونه اوريحه كذافي الظهيريه ولايقدرهذابالذرعان حتى اذاكان بينهماعشرةاذرع وكان يوجدفي البئراثرالبالوعة فماء البئرنجس وان كان بينهما ذراع واحدلايوجداثرالبالوعة فماء البئر طاهر كذافي المحيط وهوالصحيح هكذافي المحيط السرخسي . (الفتاوى الهنديه : ۲۰۱)

قال الحلواني المعتبرالطعم أواللونا أوالريح فان لم يتغيرجازوالالا ولو كان عشرة اذرع والحامل انه يختلف بحسب رخاوة الارض وصلابتها .

(شامی: ۱/ ۲۲۱، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۱/۶/۲ء

(۱۶۲) کنوئیں کے ارد گرد کُتّوں کا پیشاب کرنا:

سوال: ہماری مسجد کے قریب ایک کنواں ہے جہاں سے پینے کا پانی استعمال ہوتا ہے جس کا پانی کپڑے وغیرہ دھونے میں استعمال ہوتا ہے، کنویں کے اطراف میں کتے پیشاب بھی کرتے ہیں تو اس کنویں کا پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

جواب: جب تک کنویں میں ناپاکی گرنے کا یقین نہ ہو تو صرف ناپاکی کے شک کا فقہاء نے اعتبار نہیں کیا ہے۔

وقد مر انهم لم يعتبروا احتمال النجاسة . (شامی: ۱/۲۱۴، مکتبہ سعید)

سوال میں تحریر کے مطابق کنویں میں ناپاکی نہیں گری، کنویں کے اطراف میں کتے پیشاب کرتے ہیں اور عورتیں وہاں کپڑے دھوتی ہیں۔ کنویں میں سے جس برتن سے پانی لیتی ہے اگر کتے کے پیشاب کرنے کی جگہ پر برتن رکھا گیا ہو، تو کنواں ناپاک ہوگا۔ صرف اگر برتن کے ناپاک ہونے کا شک ہو تو **الیقین لا یزول بالشک** کے قاعدے کے مطابق کنویں کا پانی ناپاک نہ ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۶۳) کنوئیں میں غسل کرنے سے کنوئیں کا حکم:

سوال: تالاب میں کنویں ہیں جس میں مسلمان اور غیر مسلمان غسل کرتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس پانی سے کپڑے بھی دھوتے ہیں تو کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو لوگ کنویں میں غسل کرتے ہیں اگر ان کے کپڑے یا بدن ناپاک ہو اور کنواں دہ در دہ نہ ہو، تو ایسی صورت میں کنواں ناپاک ہوگا اور اس پانی سے دھلے ہوئے کپڑے ہے تو پاک نہ ہوگے۔

تنزح البئر لوقوع نجس كقطرة الدم مالم تكن عشراً في عشر لو كانت عشراًفی عشر لا يتنجس بشئ مالم يتغير أو طعمه اوريحه . (مجمع الانهر: ١/٣٣)

اذا وقعت نجاسة ولو مخففة او قطرة أو دم فی بئر دون القد ر الكثير.... ينزح كل مائها الخ. (درمختارمع شامی: ١/٢١١، ٢١٢،فصل فی البئر مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(١٦٤) کیا کنوئیں کو پاک کرنے کے لیے کیچڑ کونکالنا ضروری ہے؟

سوال: اگر کنوے میں انسان گر کر مر گیا۔اور کنوے کا سارا پانی نکال دیا گیا تو کیا کیچڑ نکالنا ضروری ہے؟

جواب: کنوئیں میں انسان گرکرمر گیااور کنوے کا سارا پانی نکال لیا گیا تو کنواں پاک ہوگیا اب کیچڑ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ولا يجب نزح الطين لمكان الحرج. (فتاوی خانیہ: ١/١١)

واللہ اعلم بالصواب

(١٦٥) کنویں میں غیر مسلم کا گر جانا

سوال: کنویں میں ایک مسلمان عورت خودکشی کے ارادے سے گر گئی تو اس کو نکالنے کے لیے ایک غیر مسلم شخص کنویں میں گرا اور عورت کو زندہ نکال لایا، غیر مسلم کی طہارت کا کوئی اعتبار نہیں تو کنواں پاک ہوگا یا ناپاک؟

جواب: مسلم عورت کو کنویں میں سے نکال نے کے لیے غیر مسلم کنویں میں گرا تو اس کے بدن یا کپڑے پر ناپاکی نہ ہوتو کنواں پاک ہوگا، اگر بدن یا کپڑے پر ناپاکی ہوتو کنواں ناپاک ہوگا۔سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔اور غیر مسلم کا پاک یا ناپاک ہونے میں شک ہوتو بھی کنواں پاک ہوگا،مگر

ایسی صورت میں تسلی کے لیے بیس ڈول سے تیس ڈول پانی نکالیا جائے تو بہتر ہے۔

ولا ينجس الماء بوقوع آدمي ولو جنباً او كافرا اذا خرج حياً ولم يكن على بدنه نجاسة متيقنة . (طحطاوی علی مراقی الفلاح:۲۳)

أما الآدمي الطاهر اذاانغمس في البئر لطب الدلو أو للتبر دو ليس على اعضائه نجاسة وخرج حياًفانه لا يفسده و الماء طاهر وطهور الخ .

(الفتاوى الخانية: ۱/۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۶۶) کنوئیں میں چپل یا جوتا گر گیا تو کنوئیں کا حکم:

سوال: کنوئیں میں چپل یا جوتا گر گیا اور اس کو نکال نہ سکے تو کنوئیں کے پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کنویں کے پانی میں جوتا گرا اس وقت یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس پر نجاست تھی ،تو کنواں ناپاک ہوگا اور کنویں کا پورا پانی نکالنا ضروری ہوگا۔اور اگر جوتا گرا اس وقت اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو تو اگر جوتا دباغت دئے ہوئے کھال سے بنایا گیا ہو اور دباغت دینے کے بعد کھال پاک ہوتی ہے لہٰذا مدبوغ کھال سے جوتا بنانے کی بنا پر وہ ناپاک ہوگا اور اس پر ناپاکی ہونے کا یقین بھی نہیں ہے۔اور فقہاء کا عام قاعدہ ہے: اليقين لا يزول بالشك لہٰذا کنوئیں کا پانی پاک ہوگا۔(تتمۂ الاولی،امدادالفتاوی)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۶۷) کنوئیں میں کوّے کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں؟

سوال: ہمارے یہاں ایک کنوے میں کوّے کی بیٹ گری تو کنواں ناپاک نہ ہوگا اگر کنواں ناپاک نہ ہوا تو کتنی ڈول پانی نکالنا پڑے گا؟

جواب: کنوئیں میں حرام پرندے کی بیٹ گرنے سے علماء نے لکھا ہے کہ کنواں ناپاک ہوگا، اس لیے کہ اڑنے والے پرندوں کی بٹ سے حفاظت مشکل ہے۔لہٰذا کنوئیں میں کوے کی بٹ گرنے سے کنواں ناپاک ہوگا۔

ولا نزع الطين بخرء حمام و عصفور وكذا السباع الطير فى الاصح لتعذر صولها عنه .فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۶۸) کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو کتنا پانی نکالا جائے؟

سوال: کنوئیں میں چوہا مر جائے تو کتنا پانی نکالنا پڑے گا؟

جواب: کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو تیس ڈول پانی نکالا جاوے۔اور اگر مر کر پھول، پھٹ گیا تو پورے کنوئیں کا پانی نکالا جائے گا۔(ہدایہ:۱/ ۲۶،خلاصۃ الفتاوی:۱/ ۱۰)

وان ماتت فيها فأرة ..... نزح منها عشرون دلواً إلى ثلثين ..... أى بعد اخرا جالفأرة .

واللہ اعلم بصواب

(۱۶۹) کنوئیں میں مرغی گر جائے تو اس کا حکم؟

سوال: ہمارے گاؤں کے کنوے میں مرغی گر گئی جس کے متعلق امام صاحب کو پوچھا تو جواب دیا کہ ساٹھ ڈول پانی نکال دو۔بعض لوگوں نے کہا مرغی نے کنویں میں بٹ کی ہوگی تو پانی پاک نہ ہوگا،تو پھر امام صاحب کو پوچھا تو جواب دیا تین سو ڈول پانی نکالو۔تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: کنوے میں سے مرغی زندہ نکالی گئی تو کنواں پاک ہوگا کچھ بھی پانی نکالنے کی ضرورت نہیں۔دل کی تسلی کے لیے چالیس ڈول پانی نکال لیا جاوے تو مستحب ہے۔آپ لوگوں نے تین سو

ساٹھ ڈول پانی نکالیا تو اب کنوے کے پاک ہونے میں کوئی شک نہیں۔مرغی نے کنوے میں بٹ کیا ہوگا یہ صرف شک ہے کوئی یقین نہیں تو شک کی بنا پر پانی ناپاک ہوگا۔

لو خرج حياً وليس لنجس العين ولا به حدث وخبث م ينزح شئ إلى قوله .... نعم يندب عشرة فى المشكوك لاجل الطهورية كذا فى الخانية وزاد فى التاتارخانية وعشرين فى الفأرة واربعين فى سنور ودجاجة مخلاة ..... وقد مر أنهم لا يعتبروا احتمال النجاسة فى الشاة ونحوها .

(درمختار مع الشامی: ۱/۲۱۳، ۲۱۴، مکتبه سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۷۰) کنوے میں کتا گر جائے تو سارا پانی نکالنا ہوگا

سوال: ہمارے گاؤں میں پینے کے پانی کے کنوے میں کتا گر گیا اور اس کو زندہ نکالا گیا تو کتنا پانی نکالنا پڑے گا؟ اگر مشین سے پانی نکالا جائے تو درست ہے؟

جواب: کنوے میں کتا گر جانے سے کنواں ناپاک ہو گیا، لہٰذا کنوے کا سارا پانی نکالا جائے گا، چاہئے وہ مرجائے یا زندہ نکالا جائے دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔اگر ڈول سے پورا پانی نہ نکل سکتا ہو اور مشین سے کنواں خالی ہو سکتا ہو تو مشین سے سارا پانی نکالا جائے۔اگر مشین سے بھی سارا پانی نکالنا مشکل ہو تو تین سو ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

وكذا ينزح جميع الماء ان استخرج الكلب والخنزير حياً وان لم اى ولو لم يصب فمه الماء .(کبیری: ۱۵۹)

قال قاضى خان فى فتاواه فى الكلب يقع فى البئر تنزح كلها وان لم يصب فمه الماء . (فتح القدير: ۱/۹۲)

لو خرج حياً وليس بنجس العين بخلاف الخنزيز وكذا الكلب على

قول الآخرفانه ينجس البئر مطلقاً.(شامي: ۱/۱۹٦)

وإن تعذر اي تعسر نز كلها لكونها معيناً يفتى بمأتين إلى ثلث مأة وهذا ايسر و ذلک احوط.(درمختار مع الشامي: ۱/۱۹٦)

تكلموا فى نزح كل الماء عن ابى حنيفة مأتان وعن محمد مأتان اوثلث مأة والفتوى على ثلث مأة تنزح وجوباً مأتا دلو وسط اهو المستعمل كثيراً فى تلک البئر.(خلاصة الفتاوى: ۱/۱۰)

ويستحب زيادة مأة عليه الفتوى وهو المختار ورجحه فى النهر وتبعه الحموى.(طحطاوى: ۲۱)

واللہ اعلم بالصواب

حوض کے مسائل

(۱۷۱) شرعی حوض کی مقدار:

سوال: ہمارے یہاں مسجد کا تعمیری کام ہو رہا ہے، مسجد کے لیے حوض بنانے کا ارادہ ہے تو حوض کا طول وعرض کتنا ہو چاہیے؟

جواب: تاخرین علماء کے فتوی کے مطابق شرعی حوض کا طول وعرض چاروں طرف سے دس × دس (دہ دردہ) ہونا ضروری ہے۔اور شرعی گز کی راجح اور صحیح مقدار چوبیس انگلی یا چھ مٹھی ہے، جس کو ہمارے اصطلاح میں ایک ہاتھ کہا جاتا ہے، ہاتھ کہنی سے لے کر انگلی تک کا معتبر ہے۔لہٰذا شرعی گز تقریباً ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے، اس اعتبار سے حوض کا طول پندرہ فٹ اور عرض پندرہ فٹ ہونا ضروری ہے، اور اگر اس سے کچھ زیادہ رکھا جائے تو بہتر ہے۔اور صحیح قول کے مطابق گہرائی کی کوئی حد مقرر نہیں۔حوض کی گہرائی اتنی ہونی چاہیے کہ چلو سے پانی لیا جائے تو حوض کی زمین نہ کھلے، ایسا حوض ماء جاری کے حکم میں ہے کہ اس میں کوئی ناپاکی گر جائے جب تک کہ رنگ، بو، مزہ تینوں میں سے کوئی ایک بھی ظاہر نہ ہو تو وہاں تک پانی پاک ہوگا اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔

وأنت خبير بان اعتبار العشر اضبط والاسيما فى حق من لا رأى له من العوام فلذا فتى به المختأخرون الاعلام . (درمختار: ۱/۱۸۲)

والمعتبر في العمق ان يكون بحال لا ينحصر بالاغتراف هو الصحيح .

(هداية: ۱/۲۰)

تنبيه: لم يذكر مقدار العمق اشارة إلى انه لاتقدير فيه فى ظاهر الرواية وهو الصحيح . (بدائع)

وصحح في الهداية ان يكون بحال لا ينحصر بالاغتراف اى لاينكشف وعليه الفتوى . (شامي: ۱/۱۷۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۷۲) حوض طول وعرض میں کتنا ہونا چاہیے؟

سوال: مساجد میں جو حوض بنائے جاتے ہیں تو کیا وہ ماء جاری کے حکم میں ہیں؟ اگر ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے اور وہ حوض شرعاً کتنے فٹ ہونا چاہئے، اور گز کی مقدار کیا ہے؟

جواب: جو حوض دہ دردہ (دس × دس) یعنی دس گز عرض میں اور دس گز طول میں ہو تو وہ حوض ماء جاری کے حکم میں ہیں۔

متأخرین علما کے فتاوی کے مطابق شرعی گز کی صحیح مقدار چوبیس انگلیوں کے بقدر ہے جس کو ہمارے عرف میں ایک ہاتھ کہا جاتا ہے، جو انگریزی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔

اس طرح اگر آپ حوض بنانا چاہتے ہو تو چاروں اطراف پندرہ فٹ (۱۵ × ۱۵) ہونا چاہیئے تا کہ ساٹھ (۶۰) فٹ ہو جائے اور گہرائی اتنی ہونی چاہیئے کہ ہاتھ سے پانی لیتے وقت حوض کی زمین ظاہر ہو جائے۔

وہ دہ دردہ جاری پانی کے حکم میں ہیں جس کو صاحب شرح وقایہ اور صدر الشریعہ نے حدیث: من حفر بیرا فله أربعون ذراعا. سے ثابت کیا ہے جس کی پوری تفسیر شرح وقایہ میں ہے۔

إذا كان عشرة اذرع في عشرة اذرع ولا ينحسر ارضه بالغرف فحكمه حكم الماء الجارى .... وانما قدر به بناء على قوله السلام من حفر بيرا فله حولها اربعون ذراعا فيكون لها حريمها من كل جانب عشرة. (شرح وقایہ: ۸۰،۸۱)

فلذالک قدر الفقهاء الحوض بالعشر في العشر. (سعایہ: ۳۹۰، مقادیر شرعیة)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۷۳) حوض کتنا بڑا ہونا چاہیے

سوال: شرعی حوض کا طول وعرض تحریر کریں؟

جواب: مفتی بہ قول کے مطابق ۱۵×۱۵ فٹ (۲۲۵اسکویرفٹ) حوض کا طول وعرض ہونا چاہیےاس سے زیادہ بہتر ہےاورحوض کی گہرائی جس قدر رکھ سکو اختیار ہے۔

قدروابالمساحة عشرافی عشربذراع الکرباس توسعة للأمر علی الناس وعلیه الفتوی.(هدایه : ۱/۲۰،مقادیرشرعیة) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۹/۱۱/۱۹۷۹

(۱۷۴) جوحوض ۲۴×۹ کا ہوتو کیا وہ شرعی حوض ہے

سوال: ایک مسجد میں حوض بنایا گیا جو (۲۴×۹) فٹ کی ہے اور یہ مسجد شافعی مسلک کی ہے مگر مصلیوں کی اکثریت حنفیوں کی ہے۔سوال یہ ہے کہ مذکورہ حوض حنفی مذہب کے مطابق دہ دردہ ہے اوراس حوض سے حنفی مسلک کا شخص وضو کرے گا تو صحیح ہوگا؟

جواب: جوحوض دہ دردہ ہو یعنی (۱۵×۱۵) فٹ ہوجس کے ۲۲۵/اسکویرفٹ ہوتے ہیں،اتنی مقدار جس شکل میں بھی ہووہ شرعی حوض کہلائے گا۔صورتِ مسئولہ میں حوض کی لمبائی نوفٹ اور چوڑائی چوبیس فٹ ہے جس کے ۲۱۶/اسکویرفٹ ہوتے ہیں لہٰذا دہ دردہ کے حکم میں نہ ہوگی احناف کے نزدیک شرعی حوض نہ کہلائے گا۔(کفایۃ المفتی:۲/۲۴۸)

ایسے حوض کا ماء مستعمل کم ہواور غیر مستعمل زیادہ ہوتو وضوکرنا صحیح ہے۔

کمستعمل فباالجزاء فان المطلق اکثرمن النصف جازت التطهر بالکل وإلالا . (درمختار مع الشامی : ۱/۱۸۲،مکتبه سعید)

ولوله طول لاعرض لکنه یبلغ عشرفی عشرجاز تیسیرا.

(درمختارمع الشامی : ۱/۱۹۳،مکتبه سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۷۵) حوض کا پانی چھت سے الگ رہنا چاہیے

سوال: ہماری مسجد میں جو حوض ہے اس پر چھت لگانے کا ارادہ ہے، اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں؟

جواب: حوض کے اوپر چھت لگانے کے بعد وہ حوض پانی کے چھت کے ساتھ نہ مل جاوے، بلکہ الگ رہے اگر حوض کا پانی چھت کے ساتھ لگ جائے، اور وضو کے لیے رکھی ہوئی قابل غور کھلی جگہ دہ دردہ نہ رہے تو یہ صحیح نہیں۔

ولو جمد ماؤہ فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانه کالمسقف وان کان متصلا لالانه کالقصعة حتی لو وقع فیه الکلب تنجس .

(در مختار مع الشامی: ۱/۱۹۴، مکتبہ سعید)

والله اعلم بالصواب

(۱۷۶) حوض کی مقدار اور حوض کا پانی چھت کے ساتھ مل جائے تو اس کا حکم

سوال: ہماری بستی کا حوض کا کل رقبہ ساڑے ستائیس × سوا چودہ (۱ ۱۴×۱۱ ۲۷) یعنی تین سو اکانوے (۳۹۱) اسکویر فٹ ہے، اس حوض کا بعض حصہ چھت کے نیچے اور بعد حصہ کھولا ہے، چھت کے نیچے ہے وہ حصہ چھت کے ساتھ لگ جاتا ہے، اس طرح کے پانی اور چھت کے بیچ میں فاصلہ نہیں رہتا ہوا بھی نہیں جا سکتی، وضو کے لیے پانی کا استعمال کھلے حصہ میں سے ہوتا ہے، جس کا رقبہ (۸×۱۹) یعنی (۱۴۰) اسکویر فٹ ہے، تو یہ حوض دہ دردہ شمار ہوگا یا نہیں؟

جواب: جو حوض دہ دردہ یعنی ہر طرف سے (۱۵×۱۵) فٹ یعنی (۲۲۵) اسکویر فٹ ہوتے ہیں، اتنا رقبہ جس طرف ہو جائے شرعی ہو جائے گا۔ (شامی: ۱/۱۹۳، کفایت المفتی)

حوض پر چھت ڈالنے کے بعد حوض کا پانی چھت سے الگ رہنا چاہیے اگر حوض کا پانی چھت

کے ساتھ لگا رہے (کہ وضو کرتے وقت سامنے کے جانب وضو کی حرکت نہ پہنچ سکے) اور وضو کے لیے رکھی ہوئی کھلی جگہ دہ دردہ نہ رہے، اس طرح کرنا جائز نہیں، جو حوض (۱۰×۱۰) گز یعنی چاروں طرف سے (۱۵×۱۵) فٹ ہو جس کے (۲۲۵) اسکویر فٹ ہوتے ہیں، اتنا رقبہ جس حالت میں بھی ہو جائے، وہ شرعی حوض کہلائے گی، سوال میں لکھے ہوئے کے مطابق حوض کا کھلا حصہ یعنی جو چھت سے الگ رہتا ہے وہ حصہ صرف (۱۴۰) اسکویر فٹ ہوتا ہے، لہٰذا وہ شرعی حوض شمار نہ ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۷۷) حوض میں کم سے کم کتنے لیٹر پانی ہونا چاہیے، جس کی بنا پر بدبو پیدا نہ ہو

سوال: ہمارے یہاں مسجد کے حوض کی لمبائی ۳۵ر فٹ اور چوڑائی ۷ر فٹ اور گہرائی ۸ر فٹ ہے، (۸×۷×۳۵) حوض کا پانی بار بار متأثر ہو کر بدبودار ہو جاتا ہے، تو گہرائی کم کرنے کا ارادہ ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے، گہرائی کم کرنے سے پانی جلدی متأثر (بدبودار) ہو جائے گا، لہٰذا شریعت کے حکم کے مطابق حوض کی کتنی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی ہونی چاہیے، حوض میں کم سے کم کتنی مقدار پانی ہونا چاہیے، کہ پانی بدبودار نہ ہو؟

جواب: جو حوض دہ دردہ ہو وہ شرعی حوض کہلائے گی، یعنی (۲۲۵) اسکویر فٹ ہو، اتنی مقدار جس طرح بھی ہو جائے وہ شرعی حوض کہلائے گی۔

وان کان مدورا او مثلثا او نحو ذالک یعتبر فیہ ان یکون بحیث لو ربع صار عشرا فی عشرٍ. (شرح الوقایۃ حاشیۃ عمدۃ الرعایۃ: ۱/۸۰)

ایسے حوض کا حکم یہ ہے کہ ناپاکی گرنے سے رنگ، بو اور مزہ بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر کوئی وصف نہ بدلے تو پانی ناپاک نہ ہوگا، اگر پانی میں بدبو ناپاکی گرنے سے نہیں بلکہ استعمال کی بنا پر ہو تو پانی ناپاک شمار نہ ہوگا ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔

ویجوز التوضؤ فی الحوض الکبیر المنتق اذا لم تعلم نجاسۃ، کذا فی فتاویٰ قاضی خان. (الفتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۱)

حوض کی گہرائی اتنی ہونے چاہیکہ دونوں ہاتھوں سے پانی لینے سے حوض کی زمین کا حصہ نہ کھل جائے، شرعی حوض ہونے کے لیے شریعت میں طول وعرض کا اعتبار ہے، کہ چاروں طرف ملکر (۱۵×۱۵) فٹ یعنی (۲۲۵) اسکویرفٹ ہونا چاہیے، گہرائی کی شریعت میں کوئی شرط متعین نہیں، حنفی مذہب میں کتنے لیٹر پانی ہونا چاہیا س کی مقدار متعین نہیں، حوض دہ دردہ ہونا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب

۲۶؍صفر المظفر ؍۱۴۲۲ھ

(۱۷۸) چھوٹے حوض میں ناپاکی گر جائے تو پورا پانی ناپاک ہوگا

سوال: ایک مسجد کا جماعت خانہ ہے جس کے نیچے کے حصہ میں دو سال سے مدرسہ چلتا ہے، اس کے قریب جانوروں کو پانی پینے کے لیے چھوٹا سا حوض ہے، جس کی لمبائی ۵؍فٹ اور چوڑائی ۳.۶ (ساڑھے تین) فٹ وہاں طلبہ کپڑے دھوتے ہیں اور غسل بھی کرتے ہیں، ناپاک پانی کے چھینٹیں حوض میں گرتے ہیں، حوض کے اردگرد ناپاک پانی جمع ہوتا ہے، وہاں برتن رکھ کر ان برتنوں سے حوض میں سے پانی لیتے ہیں، تو اس حوض کے پانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو حوض دہ دردہ ہو اور اتنا گہرا ہو دونوں ہاتھوں سے پانی لینے سے حوض کی زمین نہ کھلے، اور جو حوض دہ دردہ نہ ہو تو وہ ماء قلیل کے حکم میں ہے، تھوڑی سی ناپاکی گرے تو پانی ناپاک ہوجائے گا، ناپاک کپڑا ڈالا جائے تو پانی ناپاک ہوجائے گا، لہٰذا آپ نے جس حوض کا طول پانچ فٹ اور عرض ساڑھے تین فٹ لکھا ہے، تو یہ حوض ماء قلیل کے حکم میں ہے، اس میں ناپاکی گرنے سے پانی ناپاک ہوجائے گا، اس میں وضو، غسل اور کپڑے دھونا جائز نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۷۹) حوض میں سے کتے نے پانی پیا تو اس حوض کا حکم

سوال: مسجد کے حوض میں سے کتے نے پانی پیا تو کیا پانی ناپاک ہوجائے گا، اگر ناپاک ہوگیا تو کتنا پانی نکالا جائے گا؟

جواب: اگر حوض شرعی مقدار کے مطابق ہو ،یعنی دہ در دہ ہو ،کہ چاروں جانب مل کر (۲۲۵)اسکوایرفٹ ہو،ایسے حوض میں کتے نے پانی پی لیا،تو حوض کے پانی کا رنگ ،بو،مزہ میں سے کوئی بھی وصف نہ بدلا،تو حوض پاک ہوگی ،اوروضودرست ہوگا۔

حوض فيه عصير فوقع البول فيه ان كان عشرا فى عشر لا يفسده وان كان اقل افسده ، كمافى الماء . (الفتاویٰ الهندية: ۱/۲۵)

والفتاوى في الماء الجارى انه لا يتنجس مالم يتغير طعمه او لونه او ريحه من النجاسة ...واذا سد كلب عرض النهر ويجرى الماء فوقه ......عند ابى يوسفؒ لا بأس بالوضوء اذا لم يتغير احد اوصافه كذافى شرح الو قاية وفى النصاب وعليه الفتاوىٰ . (فتاوىٰ هندية: ۱/۱۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۸۰)وضو کے پانی کی ٹنکی میں پرندہ مرگیا، پھول گیااور پھٹ گیاتو اس کاحکم،اس پانی سے وضوکر کے پڑھی ہوئی کتنے دن کی نمازوں کااعادہ کرناپڑے گا

سوال: ہماری بستی میں وضو کے لیے ایک ٹنکی بنای گئی ہے،جوطول میں پانچ فٹ اورعرض میں چارفٹ ہے،اور چھ فٹ گہری ہے،اس میں ایک پرندہ گرکرمرگیااور پھول کر پھٹ گیا ہے،تو ایسے پانی سے وضوکر کے پڑھی ہوئی نمازوں کا کیاحکم ہے؟

جواب: آپ کی بستی کی مسجد میں جوٹنکی ہےاس میں پرندہ گرکرمرگیااور وہ پھول کر پھٹ گیا ،تب جاکرمعلوم ہواتو ظاہری بات ہے کہ ٹنکی کا ساراپانی ناپاک ہوگیا،البتہ بھول سےاس پانی سے وضوکر کے نمازیں پڑھی ہے،تو بہتر یہ ہے کہ معلوم ہونے کے بعد گذشتہ تین دنوں کی نمازوں کا اعادہ کیاجائے ،امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے،پھربھی فتویٰ صاحبین کےقول پرہے،کہ کوئی بھی نماز نہ پڑھی جائے۔

ویـحـكـم بـنـجاستها من وقت الوقوع إن علم و إلافمذ يوم وليلة ان لم يتـنـفـخ ولـم يتـفسـخ وهـذا فى حق الوضوء والغسل ومذ ثلا ثة ايام بليا ليها ان انتـفخ اوتفسخ استحساناوقالامن وقت العلم فلا يلزمهم شئ قبله قيل وبه يفتى (لايـلـزمهـم شيـئ) اى أصـحـاب البـئـر مـن اعـادـة الـصـولاة اوغسل مااصابـه ماؤهاكماصرح به الزيلعى وصاحب البحر والفيض وشارح المنيه .

(ردالمحتار مع الشامی: ۱/۲۱۸، ۲۱۹، مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

تیمم کا بیان

(۱۸۱) پانی ٹھنڈا ہونے کی بنا پر غسل نہ کر سکے تو تیمّم کر سکتا ہے؟

سوال: سفر کی حالت میں غسل کی ضرورت ہو اور سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے بیمار ہونے کا خطرہ ہو یا بیمار ہے ٹھنڈے پانی سے غسل نہیں کر سکتا تو غسل کی جگہ پر تیمّم کر لینا جائز ہے؟ اگر وضو کے لیے پانی ہو تو کیا کرے؟

جواب: سفر کی حالت میں غسل کے لیے گرم پانی کا انتظام نہ ہو سکتا ہو اور پیسے بھی دستیاب نہ ہوں اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کی بنا پر ہلاک ہونے یا بیمار ہونے کا خطرہ ہو، یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو غسل کے بدلے تیمّم کر لینا جائز ہے۔ لیکن ہلاک ہونے، یا بیمار ہو جانے یا بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا خود کا تجربہ ہو، یا مسلمان ہوشیار پابند شرع حکیم یا ڈاکٹر نے کہا ہو تو غسل کی جگہ پر تیمّم کر لینا جائز ہے۔ صرف وہم اور خیال تیمّم کے لیے کافی نہیں۔ ٹھنڈے پانی سے غسل کی طاقت نہ ہو مگر وضو کرنے کی طاقت ہو تو غسل کے بدلے تیمّم اور وضو کے بدلے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا ضروری ہے۔

وفي المنية وشرحها الغنية المريض اذا خاف زيادة المرض بسبب الوضوء او بالتحرك او بالاستعمال للماء أو خاف بطأ البرأ من المرض بسبب ذلك جازله التيمم ويعرف ذلك اما بغلبة الظن عن امارة او تجربة وبقول طبيب حاذق مسم غير ظاهر الفسق وقيل عدالته شرط . (السعاية:۴۹۵)

ولذا اشترط في إباحة التيمم بخوف البرد عدم القدرة على تسخين الماء ولا على اجرة الحمام فى المصر وان لايجد ثوباً يتدفى به ولا مكانا ياويه كما ذكره صاحب البدائع وقاضيخان فى شرح الجامع الصغير وبالجملة متى قدر على استعمال الماء بوجه متيسر لايباح له التيمم . (السعاية:۴۹۶)

اختار اباحة التيمم الشرنبلالي حيث قال في مراقي الفلاح ومن الاعذار برد يخاف منه بغلبة الظن التلف لبعض الاعضاء أو المرض اذا كان خارج المصر يعني العمران . (ایضاً)

واللہ اعلم بصواب

۴ ربیع الثانی ۱۴۰۶ء

(۱۸۲) غسل کرنے سے بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے تو کیا تیمّم کرسکتا ہے؟ اور تیمّم کا طریقہ

سوال: ایک عورت سے اس کے شوہر نے جماع کیا، اور جنابت کے غسل سے پہلے عورت بیماری ہوگئی، اس طرح کے غسل کرنے سے بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے، تو عورت تیمّم کرسکتی ہے؟ تیمّم کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی بیماری پانی سے غسل یا وضو کرے تو پانی کے استعمال کرنے سے بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہے، اور اگر جنبی غسل کرے تو ٹھنڈی سے مرجانے کا خطرہ ہے یا بیمار ہوجائے گا، اور گرم پانی نہ ہو تم تیمّم کرلینا درست ہے۔

ولو كان يجد الماء الا انه مريض فخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه يتيمم .... ولو خاف الجنب ان اغتسل إن يقتله البرد أو يمرضه يتيمم بالصعيد.
(هدايه: ۱/ ۳۲)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے بعض صحابہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کے لیے بھیجا، ان کو غسل کی حاجت ہوئی رات کو ٹھنڈی بہت تھی تو غسل کی جگہ پر تیمّم کرلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو آیت کریمہ پیش کی (وَلاَ تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً) . (سورة النساء : ۲۹) اپنی ذات کو نہ مارو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر بہت مہربان

ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جواب سن کر ہنسنے لگے اوران کی گرفت نہیں کی۔

ویذکر ان عمرو بن العاص اجنب فی لیلة باردة فتیمم وتلا(ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً)فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف . (الصحیح للبخاری: ۱/ ۴۹)

عن عمرو ابن العاص قال احتلمت في لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسل فاهلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک لرسول صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابک وانت جنبٌ فأخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت إنی سمعت اللہ یقول (ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً) فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئاً . (السنن لابی داود:۴۸)

وضو اور تیمّم کے غسل کا طریقہ ایک ہی ہے۔فقط نیت میں فرق ہے۔وضو کے لیے تیمّم کرنے میں حدث (وضو نہ ہونا) دور کرنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔اور جنابت میں جنابت دور کرنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔تیمّم مٹی پر یا پتھر پر چاہے اس پر مٹی نہ ہو اور ایسی چیز پر تیمّم کرنا درست جو آگ میں جل نہ سکتی ہو۔اور جو چیز آگ میں جل جاتی ہو جیسے لکڑی یا کپڑا یا پگھل جاتی ہو جیسے سونا چاندی اس پر تیمّم درست نہیں۔

ویجوزالتیمم بکل ما کان من جنس الارض کالتراب والرمل والجص والنورة و الکحل والزرنیج وقال تحته فی الحاشیة: بکل ما کان من جنس الارض (مراده) لا یحترق ولایصیر رماداً ولا یلین ولا یتطبع . (هداية: ۱/ ۳۴)

تیمّم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت کرے،دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارو،اور دونوں ہاتھ چہرے پر اس طرح پھیرو کہ چہرہ کا کوئی بھی حصہ ہاتھ پہونچے بغیر خالی نہ رہے،اس کے بعد

دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر کہنی سمیت اس طرح پھیرے جائے کہ کوئی حصہ ایسا نہ رہے کہ جہاں ہاتھ نہ پہونچا ہو بس تیمّم ہو گیا۔ اگر تیمّم کرتے وقت یہ خطرہ ہو کہ انگلیوں کے بیچ میں ہاتھ نہ پہونچا ہو گا، تو بہتر ہے کہ تیسری مرتبہ ہاتھ زمین پر مار کر انگلیوں کے بیچ میں پھیر لے۔

والتيمم ضربتان يمسح باحداهما وجهه وبالاخرى يديه إلى المرفقين لقوله عليه السلام التيمم ضربتان ،ضربة للوجه وضربة لليدين...... ولا بد من الاستعاب ..... والحدث والجنابة فيه سواء وكذا الحيض والنفاس . (هدايه: ۱/۳۴)

الشريعة ثم اذا لم يدخل الغبار بين أصابعه فعليه ان يخلل اصابعه فيحتاج إلى ضربة ثالثة بتخليلها . (مجمع الانهر: ۱/۲۰)

واللہ اعلم بالصواب

نجاست اور اس سے پاکی حاصل کرنے کا بیان

(۱۸۳) تیل میں چوہا گر کے مرجائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: اگر آٹھ کلو تیل میں چوہا گر کر مرجائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: آٹھ کلو تیل میں چوہا گر کر مر گیا تو یہ تیل ناپاک ہوگیا، اگر اس کو استعمال کے لائق بنانا ہو تو اس کو پاک کرنا ضروری ہے، جس کا طریقہ فقہائے کرام نے جو بتایا ہے وہ یہ ہے کہ آٹھ کلو تیل میں اتنا ہی (آٹھ کلو) پانی ڈال کر آگ پر پکایا جائے یہاں تک کہ پورا پانی جل جائے اور تیل باقی رہے۔ اس طرح تین مرتبہ کیا جائے تو تیل پاک ہوجائے گا۔ (شامی) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۸۴) دودھ یا گھی میں ناپاکی گر جائے تو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: دودھ یا گھی ناپاک ہوجائے تو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: بہتی ہوئی چیز (سیال) مثلاً دودھ، گھی، شہد، شربت، دھی وغیرہ میں ناپاکی گر جائے، تو اگر ناپاکی خشک ہو اور ناپاکی کا اثر (رنگ، بو، مزا) معلوم نہ پڑے تو ناپاکی نکالی جاوے تو وہ چیز پاک ہوگی استعمال میں لینا درست ہے۔ اگر ناپاکی کا اثر اس میں آگیا تو بہتر یہ ہے کہ اس کو اپنے استعمال میں نہ لیا جائے، پھر بھی اگر استعمال میں ہی لینا ہو پاک کر کے استعمال میں لی جاسکتی ہے۔ پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنا گھی، دودھ ہو اس کے برابر پانی ڈال کر اتنا گرم کیا جاوے کہ پانی ختم ہو کر گھی جتنا تھا اتنا باقی رہے، اس طرح تین مرتبہ کیا جائے تو پاک ہوجائے گا۔

یطھر لبن وعسل ودبس ودھن یغلی ثلاثا. (درمختار مع الشامی: ۱/۳۳۴، مکتبہ سعید) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۸۵) پیشاب کرنے کے بعد قطرے کپڑے پر گرے تو اس کا حکم اور اس سے بچنے کا طریقہ

سوال: ایک شخص کو پیشاب کے بعد پندرہ منٹ کے بعد اور کبھی تیس منٹ کے بعد پیشاب کے دو تین قطرے نکل جاتے ہیں، تو کپڑے کا وہ حصہ دھونا ضروری ہے؟ اور ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ اس کا حل نکالیے۔

جواب: پیشاب کر لینے کے بعد پیشاب کے دو تین قطرے گر جاوے اور پیشاب کے قطرے کپڑے پر لگ جاوے جو ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر والے حصہ کے برابر یعنی ایک روپیہ کے سکہ کے برابر کپڑے پر پھیل جائے تو اس کو تین مرتبہ دھو لیا جاوے، بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

(ہدایہ: ۱/ ۵۸، مراقی الفلاح)

کپڑے پاک نہ ہو اور وضو نہ ٹوٹے اس کا حل یہ ہے کہ ذکر کے سوراخ میں روئی ڈال دیا جائے، ایسی صورت میں پیشاب کے قطرے آنے کی بنا پر روئی کے اندر کے حصہ میں رہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ اگر پیشاب کا اثر روئی کے باہری حصہ پر آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(شامی: ۱/ ۱۳۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۸۶) پیشاب کے قطرے کپڑے پر گر جائے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: اگر پیشاب کرنے کے بعد قطرے گرے تو کپڑے پر تین مرتبہ پانی ڈالنے سے کپڑا پاک ہوگا یا ناپاک رہے گا؟

جواب: اگر پیشاب کرنے کے بعد قطرے گرنے کا یقین ہو اور ایک روپے کے برابر پھیل جائے یعنی ہتھیلی کے بیچ والے حصہ کے برابر ہو جائے تو اس کا دھونا ضروری ہے۔ بغیر دھوئے

نماز ادا نہ ہوگی۔اور اگر ایک روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو بغیر دھوئے نماز مکروہ ہوگی۔اس کو اتنی مرتبہ دھونا چاہیے کہ کپڑے کے پاک ہونے کا یقین ہو جائے آسانی کے خاطر فقہاء نے تین مرتبہ کہا ہے۔

وقدر الدرهم وما دونه من النجس المغلظ كالدم والبول جازت الصلوة معه وان زاد لم يجز ثم يروى اعتبار الدرهم من حيث المساحة وهو قدر العرض الكف في الصحيح . (هدايه:۵۸)

ومالیس بمرئی فطهارته أن يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل انه قد طهر وانما قدروا بالثلث لأن غالب الظن يحصل عنده فاقيم السبب الظاهر مقامه تيسيراً . (هدايه:۶۲)

وعفى قدر الدرهم وزنافي المتجسدة ومساحة في المعائعة وهوقدر معقر الكف داخل مفاصل الاصابع . (مراقی الفلاح)

والله اعلم بالصواب

۱۹۸۲/۱۲/۶ء

(۱۸۷) پیشاب کے بعد قطرے ٹپکنے کا شک ہو تو اس کا حکم

سوال: ایک شخص کو پیشاب کرنے کے بعد جب وہ پاکی حاصل کر کے کھڑا ہو کر چلنے لگتا ہے تو پیشاب کے قطرے ٹپکنے کا شک رہتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پیشاب سے پاکی حاصل کرنے کے بعد قطرے ٹپکنے کا شک رہتا ہے یقین نہیں ہے تو فقط شک کی بنا پر ناپاکی کا حکم نہیں لگایا جائے گا، پھر بھی کپڑے کو دھو لینا بہتر ہے۔

ولوشک في الأصل الطهارة . (درمختارمع الشامی: ۱/ ۱۷ ،فتاوی دارالعلوم: ۱/ ۳۸۳)

والله اعلم بالصواب

(۱۸۸) پیشاب کرنے کے بعد قطرے ٹپکے، تو اس کو دھونا ضروری ہے

سوال: اگر پیشاب کرنے کے بعد قطرے ٹپکے، تو کپڑے پر تین مرتبہ پانی ڈالنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا یا ناپاک رہے گا؟

جواب: اگر پیشاب کرنے کے بعد قطرے گرنے کا یقین ہو اور وہ چوڑائی میں ایک روپے سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر چوڑائی میں ایک روپیہ کے برابر ہو یا اس سے کم ہو تو بغیر دھوئے نماز مکروہ ہوگی۔ تین مرتبہ دھو لینا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۱۸۹) دودھ میں چوہا گرا اور فوراً نکل گیا، تو دودھ پاک ہوگا

سوال: ایک برتن دودھ سے بھرا ہوا تھا اس میں اندر چوہا گرا اور فوراً نکل کر بھاگ گیا، تو دودھ پاک ہوگا یا ناپاک؟

جواب: چوہا دودھ میں گر گیا اور فوراً نکل کر چلا گیا، دودھ میں گر کر مرا نہیں اور اس کا بدن ناپاک نہ ہو یعنی ناپاک نالی سے نا آیا ہو تو دودھ ناپاک نہ ہوگا۔ لیکن بعض علماء کا کہنا ہے کہ خوف کی بنا پر پیشاب کر دیا ہو۔ لہٰذا احتیاط یہ ہے کہ دوسرا دودھ استعمال کرے۔

فأرة اذااستخرج حياً لا يوجب التجنس . (حاشيه هدايه: ۱/۲۶)

في النوادر هرة أخذت فأرة فوقعت في بئر .... ان خرجتاحيين لاينزح شئ الا على القول بانها تبول عن الخوف . (عينى: ۱/۲۴۹)

مالايؤكل لحمه من سباع الوحش والطير لايتنجس الماء اذاخرج حياً ولم يدخل فاء في الصحيح . (فتاوى هنديه: ۱/۱۰۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۱۹۰) ناپاک جگہ سوکھ جانے سے پاک ہوجاتی ہے

سوال: زمین پر پتھر یا ٹائلس لگی ہو اور ناپاک ہوجائے تو اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بہت سی مرتبہ چھوٹے بچے پیشاب کر دیتے ہیں؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ تین مرتبہ پانی ڈال کر دھو دیا جائے، اگر پانی سے دھو دیا نہ جاوے اور آفتاب کی گرمی سے یا ہوا سے اس طرح سوکھ جائے کہ ناپاکی کا اثر یعنی رنگ، بو، مزا باقی نہ رہے تو پاک شمار ہوگی۔ نماز درست ہے لیکن اس پر تیمّم درست نہیں۔

(درمختار مع الشامی: ۱/ ۲۸۶، ۲۸۷، شرح وقایہ: ۱/ ۱۳۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۹۱) ناپاک مٹی سے بنے ہوئے برتنوں کا استعمال

سوال: مٹی کے برتن مٹکہ، کوزے، کٹورے وغیرہ غیر مسلم کمہار بناتے ہیں، مٹی میں گوبر ملاتے ہیں، اور مٹی کے کچھے برتن جس بھٹی میں پکاتے ہیں، اس میں بھی گوبر سلگاتے ہیں، ایسے برتن استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناپاک مٹی سے مٹکے کوزے، کٹورے وغیرہ برتن بنائے ہوں جب تک کچے ہوں، آگ میں پکائے نہ گئے ہوں وہاں تک ناپاک ہوں گے، لیکن آگ (بھٹی) میں پکالیا جاوے اس کے بعد برتن پاک سمجھے جائیں گے، اس کا استعمال درست ہے۔

الطين النجس إذا جعل منه الكوز أو القدر فاتبخ يكون طاهرًا .

(الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۴۴) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۹۲) استنجاء کے بعد استعمال شدہ ڈھیلا سکھانے سے پاک ہوگا

سوال: مسجد میں استعمال شدہ ڈھیلا بغیر دھوئے سوکھانے سے پاک ہوجائے گا یا اس کا دھونا ضروری ہے؟ مع حوالہ جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: استنجے کے لیے استعمال شدہ ڈھیلا بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا، دھونا ضروری ہے سوکھنے سے پاک نہ ہوگا۔

الآجرة ان كانت موضوعة تنقل وتحول لابد من الغسل وكذا الحجر واللبنة . (فتاویٰ ھندیۃ: ۱/۴۴)

واما اللبن والآجر فان كانا وموضوعين ينقلان ويحولان فانهما لا يطهران بالجفاف لانهما ليسا بارضٍ. (بحر الرائق: ۲/۳۸۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۹۳) کپڑے پر مکھی بیٹھنے سے کیا کپڑا ناپاک ہوجائے گا؟

سوال: کسی انسان کے بدن پر مکھی بیٹھے تو بدن اور کپڑا پاک ہوگا اس کو پہن کر نماز ادا ہوگی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **وإذا وقع الذباب في شراب احد كم فليغمسه ثم لينزعه فان في احدى جناحيه داء وفي الاخرىٰ شفاء .**

(الصحيح للبخاری: ۱/۴۶۷)

جب کسی کے برتن (پانی، چائے، دودھ) میں مکھی گر جائے، تو اس کو تین مرتبہ ڈبوں دو اور نکال کر پھینک دو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مکھی پاک ہے، لہٰذا بدن یا کپڑے پر بیٹھنے ناپاک نہ ہوگے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکھی پھینک کر اس چیز کو استعمال کرنے کی اجازت نہ دیتے، اس میں خون بھی نہیں ہوتا، کہ خون ہونے سے ناپاک ہونے کا شک ہو۔

مکھی کو پانی وغیرہ میں ڈبونے کا حکم اس لیے ہے کہ اس کے ایک پر میں شفاء ہے اور دوسرے میں زہر ہے، اور مکھی پہلے پانی وغیرہ میں زہر والا پر ڈالتی ہے اور شفاء والا پر اوپر رکھتی ہے، تو دونوں میں برابر ہو جائے اور نقصان نہ کرے اس لیے دوسرہ پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈبونے کا حکم دیا، اگر مکھی پانی میں مرجانے سے پانی ناپاک ہوجاتا تو ڈبونے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فرماتے:

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا وقع الذباب فی اناء احدكم فاملقوه فان في احد جناحيه داء وفي الآخر شفاء وانه يتقى بجناحه الذى فيه الداء فاليغمسه كله . (السنن لأبی داود: ۲/۵۳۷)

وما ليس له دم سائل كالبق والذباب ،لان النجس هو الدم المسفوح ،فلو كان يفسده موته لما امر بغمسه . (شرح الوقاية وعمدة الرعاية: ۱/۸۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۹۴) غیر مسلم کا پسینہ اور اس کے جھوٹے کا حکم

سوال: غیر مسلم کا پسینہ اور اس کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک ہے؟

جواب: غیر مسلم کے کفر اور شرک کی بنا پر دل کی اندرونی ناپاکی ہے، ظاہری اعضاء پر ناپاکی نہ لگی ہو، تو اس کا پسینہ پاک ہے، اور اس نے شراب نہ پی ہو تو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ. (سورۃ التوبہ:۲۸)

سے مفسیرین دلی کفر کا عقیدہ اور عقیدہ کی ناپاکی مراد لیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور آج تک کے مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ باہم سلوک اور تعلق رکھا ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے، ان کے جسم پر ناپاکی نہ لگی ہو، تو اس کا جسم کا پسینہ مسلمانوں کی طرح پاک ہوگا۔

سؤر الآدمی طاهر ویدخل فی هذا الجنب والحائض والنفساء والکافر .

(بحر: ۱/۱۲۶، فتاویٰ هندیة: ۱/۲۳)

ترجمہ: انسان کا جھوٹا پاک ہے جنبی، حائضہ، نفاس والی عورت اور غیر مسلمان تمام کا حکم یہی ہے۔ لأن الخبث في اعتقاده. (هداية: ۴/۴۵۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۹۵) غیر مسلم دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں کا حکم

سوال: غیر مسلم دھوبی کے یہاں دھوئے ہوئے کپڑے پاک ہوں گے؟

جواب: اگر پاک کپڑے دھونے کے لیے دیئے ہو تو دھونے کے بعد بھی پاک ہوں گے شریعت کا اصول ہے۔ الیقین لا یزول بالشک.

کپڑا یقینی طور پر پاک تھا تو صرف غیر مسلم دھوبی ہونے کی بنا پر ناپاک ہونے کے شک کی بنا پر ناپاک شمار نہ ہوگا، اگر ناپاک کپڑا دھونے کے لیے دیا ہو، تو پاک پانی سے دھونے کی تاکید کی جائے، اور جب دھوبی پاک پانی سے دھونے کا اقرار کرے تو کپڑا پاک ہوگا اس میں نماز درست ہے۔ اس لیے کہ دنیاوی معاملات میں کافر کی بات قبول کی جاتی ہے۔

خبر الکافر یقبل في المعاملات . (کنز) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۱۹۶) بچہ دودھ پی کر قے کر دے تو وہ دودھ ناپاک ہے

سوال: دودھ پیتا بچہ دودھ منہ سے نکالے تو دودھ پینے کے بعد یہ نکالا ہوا دودھ اس کا کیا حکم ہے؟ کپڑے پر لگنے سے کپڑا دھونا ضروری ہے؟

جواب: چھوٹا بچہ اپنی والدہ کا دودھ پی کر قے کر دے تو اگر یہ دودھ بچہ کے منہ بھر کر ہو، تو صحیح

قول کے بہ موجب یہ دودھ نجاست غلیظہ کے حکم میں ہوگا۔جس طرح بڑی عمر کا شخص قے کو روکنا چاہے تو روک نہ سکے یہ منہ بھر کر ہی جاتی ہے، بچہ کی قے کا بھی یہی حکم ہے یہ دودھ کپڑے پر لگنے سے کپڑا ناپاک ہوگا، کھلی ہتھیلی کے بیچ میں جو حصہ ہے اس کے برابر لگ جائے تو نماز ادا نہ ہوگی، کپڑا یا جسم دھونا ضروری ہے بغیر دھوئے نماز ادا نہ ہوگی۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۷/۳۰)

صبي ارتضع ثم قاء فأصاب ثياب الام ......فاذا زاد على الدرهم منع .

(شامي : ۱/ ۳۰۹،مكتبه سعيد) فقط

والله اعلم بالصواب

۴/ جمادی الاولی ۱۴۲۰

۱۹۹۹/۸/۱۷

(۱۹۷)اسپرائٹ (Spirit) کپڑے یابدن پر لگ جائے تو اس کے ساتھ نماز ہوسکتی ہے

سوال: ڈاکٹر انجیکشن (Injection) دیتا ہے اس وقت کپڑے یا بدن پر اسپرٹ لگ جاتی ہے،تو اس کو دھوئے بغیر نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب: اسپرٹ میں اگر شراب کا حصہ ہو تو ناپاک ہوگی کپڑے یا بدن کے جس حصہ پر لگے تین مرتبہ دھونا ہوگا۔

ان ما يستقطر من دردی الخمر وهو المسمىٰ بالعرقی في ولاية الروم نجس حرام كسائر اصناف الخمر. (الشامی: ۱/ ۳۲۵)

باب الأنجاس مطلب العرقی يستقطر(النجاسة والطهارة).

(امداد الفتاویٰ:۴/ ۹۰) فقط

والله اعلم بالصواب

(۱۹۸) اہل کتاب کی ذبح کی ہوئی مرغی جس پانی میں ڈالی وہ پانی ناپاک شمار ہوگا؟ مسلمان اس میں مرغی ڈال سکتا ہے؟

سوال: انگریز لوگ پانی گرم کرنے کے بویلر (Boiler) میں اپنی ذبح کی ہوئی مرغی کو اس کے پر جلد نکل جائے، اس لیے دو تین مرتبہ اس میں غوطہ دیتا ہے۔ تو کیا ہم بھی اسی بویلر میں اپنی ذبح کی ہوئی مرغی کو غوطہ لگائے تو کیا یہ مرغی کھا سکتے ہیں؟ مرغی انتڑیوں کے ساتھ پانی میں ڈالی جاتی ہے مگر گوشت میں کوئی فرق نہیں آتا؟

جواب: گرم پانی میں انتڑیوں کے ساتھ مرغی کو جوش دینے سے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ایسی مرغی ناپاک ہوجاتی ہے۔

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ مرغی کو ذبح کرنے کے بعد اندر کی انتڑیاں صاف کی جائے اور ذبح کی جگہ پر جو خون جم گیا ہے اس کو بھی دھولیا جائے اس کے بعد گرم پانی میں ڈالا جائے۔

انگریز (گورے) لوگ بھی مرغی ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے اور انتڑیاں صاف کرکے پر نکالنے کے لیے بویلر میں ڈالتے ہو تو ایسے بویلر کے پانی میں مسلمان کی ذبح کی ہوئی صاف مرغی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔

لو ألقيت دجاجة حالة الغليان فى الماء قبل ان يشق بطنها لتنتف قبل الغسل لا يطهر ابدا . (فتح القدير: ۱/۱۸۶)

كذا دجاجة ملقاة حاله على الماء للنتف قبل شقها.

(شامی : ۱/۳۳۴، بحر الرائق: ۱/۲۳۹)

فالأولٰى قبل وضعها فى الماء المسخن ان يخرج ما فى جوفها ويغسل محل الذبح مما عليه من دم مسفوح تجمد . (طحطاوی: ۱۶۴)

وشرط كون الذابح مسلما او كتابيا ذميا او حربيا الا اذا سمع منه عند الذبح ذكر المسيح و كذا عربيا اوتغلبيا لان الشرط قيام الملة. (در مختار: ۵/۲۵۸)

واللہ اعلم بالصواب

حیض، نفاس اور معذور کے احکام

(۱۹۹) معتادہ (یعنی جس کے عادت کے دن متعین ہیں) کو کچھ دن خون آیا اور کچھ دن نہیں آیا

سوال: ایک عورت کو حیض کے سات دن کی عادت ہے، چار دن خون آیا، اس کے بعد ایک دو دن بند ہو گیا، تو نماز کب پڑھے؟

جواب: حیض کی مدت میں مسلسل خون آنا ضروری نہیں، لہٰذا ہر مہینہ عورت کو خون آنے کی عادت ہو تو عادت کے دن ختم ہونے کے بعد پاک شمار ہوگی، اس سے پہلے نہیں، اس کے بعد نماز پڑھے، اور جماع بھی جائز ہے۔

أن استيعاب الدم مدة الحيض ليس بشرط بالإجماع . (هدايه: ۵۰)

ولو كان انقطع الدم دون عادتها فوق الثلث لم يقربها حتى تمضىٰ عادتها وإن اغتسلت لأن العود فى العادة غالب فكان الاحتياط فى الاجتناب .

(هدايه: ۴۸) فقط

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

۱۹۸۱/۱۲/۶ء

(۲۰۰) پچاسی سال کی بوڑھی عورت کو کچھ رنگ دیکھنا

سوال: میری دادی اماں کی عمر پچاسی سال کی ہے، بہت سال سے حیض بھی بند ہو گیا ہے، فی الحال ہفتہ میں صرف دو تین ہلکا لال رنگ کا کچھ خون دکھائی دیتا ہے، دوا کھانے سے دس پندرہ دن تک بند ہو جاتا ہے، اور دوا بند کرتے ہیں تو پھر ہفتہ میں ایک دو دن آ جاتا ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: دریافت طلب صورت میں تمہاری دادی اماں کو اپنی جوانی کے زمانے میں جس رنگ کا

خون آتا تھا، فی الحال اسی رنگ کا خون ہو اور دوا بند کرنے کے بعد کم سے کم پندرہ دن کے بعد خون آئے تو اس صورت میں وہ خونِ حیض ہوگا، اور اگر جوانی میں جس رنگ کا خون آتا تھا فی الحال اس رنگ کا نہ ہو، اور دوا بند کرنے کے بعد پندرہ دن کے اندر آتا ہو تو خونِ حیض نہ ہوگا، ایسی صورت میں اگر کپڑے پر دھبہ پڑ جائے اس کو دھو کر نماز پڑھی جائے، قرآن وغیرہ کو ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔

ومنهم من لم يتصرف فيه فقال إذا رأته على العادة الجارية وهو يفيد أنها إذا كانت عادتها قبل الأياس اصفر فرأته كذلک أو علقاً فرأته كذلک كان حيضاً . (فتح القدير)

وتقدم عن الفتح أنه لو لم يكن خالصاً و كانت عادتها كذلک قبل الاياس يكون حيضاً . (شامی: ۱/۳۰۴، مطلب فی أحكام الآئسة، مكتبه سعيد)

إذا حكم به ثم رأت الدم انتقض ذلک . (فتح القدير: ۱/۱۴۲، باب الحيض) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۰۱) ساٹھ (۶۰) سال کی عورت کو خون آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک عورت کی عمر ساٹھ سال کی ہے، حیض بند ہونے کے بعد کچھ خون کا دھبہ معلوم ہوا، تو یہ حیض ہوگا؟

جواب: عورت کی عمر پچاس سال کی ہو جائے اور حیض نہ آئے تو آسانی کے لیے فتویٰ یہ ہے کہ سنِ ایاس کا حکم لگایا جائے گا، خون بند ہونے کے بعد پھر خون آئے تو اس کے متعلق شریعت کا حکم یہ ہے کہ جوانی میں جس رنگ کا خون آتا تھا اسی رنگ کا بہتا ہوا خون آئے، تو حیض شمار ہوگا، اور اگر کم مقدار میں آئے تو حیض شمار نہ ہوگا، تو مذکورہ صورت میں خون کا دھبہ دیکھنے سے وہ حیض شمار نہ ہوگا۔

(شامی: ۱/۲۸۰، ہدایہ) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۰۲) حمل کی حالت میں خون آئے، تو اس کو کیا شمار کیا جائے گا، حمل کی حالت میں جماع کا حکمِ شرعی کیا ہے؟

سوال: کیا حمل کی حالت میں حیض آسکتا ہے، حمل کی حالت میں خون آئے تو حیض کہا جائے گا، کس طرح معلوم ہو کہ عورت کو حمل ہے، حمل کی حالت میں خون آتا ہو تو جماع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور نماز وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: عام طور پر عادت یہی ہے کہ حمل کی حالت میں رحم کا منہ بند ہو جانے کی بنا پر عورت کو حیض نہیں آتا، اطباء کا کہنا ہے کہ رحم کا منہ اس طرح بند ہو جاتا ہے کہ سوئی بھی نہیں جا سکتی، لہٰذا حمل کی حالت میں جو خون آئے گا وہ استحاضہ کا کہلائے گا، عورت کے پیٹ میں حمل ہے اس کی صحیح خبر خدا کے سواء کسی اور کو نہیں ہو سکتی، قرآن حکیم میں ہے: رحم میں جو کچھ ہے خدا کے سوا کسی کو خبر نہیں، حمل کی حالت میں جو خون آیا وہ استحاضہ کہا جائے گا، لہٰذا جماع کرنا درست ہے، اس حالت میں عورت کے اوپر نماز، روزہ، ادا کرنا ضروری ہے۔

أن بالحمل ينسد فم الرحم كذا العادة . (هدايه: ۵۲)

خروج الدم من الحامل نادر فقد لايراه الإنسان فى عمره فيجب أن يحكم في كل حامل بانسداد رحمها اعتباراً للمعهود . (فتح القدير: ۱۳۰)

لايعلم ما فى الأرحام: سورة لقمان، ودم الاستحاضة كا لرعاف لايمنع الصلوٰة والصوم ولا الوطى . (۵۰)

فيدل على جواز وطء المستحاضة وإن تلطخ دماً .

(شامی: ۱/۲۹۴، مکتب سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۰۳) آپریشن کے ذریعہ سے بچہ کی پیدائش ہو، تو اس کے بعد خون کس قسم کا شمار ہوگا؟ اسقاط حمل کے بعد کا خون کون سا شمار ہوگا؟

سوال: جس عورت کو آپریشن سے بچہ کی پیدائش ہوئی اس کے بعد کا خون خونِ نفاس شمار ہوگا؟ اگر اسقاط حمل ہو جائے، یا اسقاط حمل کیا گیا، بچہ کے کچھ عضو بن چکے تھے لیکن جان نہیں تھی، اس کے بعد کا خون خونِ نفاس شمار ہوگا؟

جواب: اصل تو نفاس کے خون کی تعریف جان لینا ضروری ہے، صاحب ہدایہ نے کہا: **النفاس هو الدم الخارج عقيب الولادة او من خروج النفس بمعنٰى الولد.** (هداية: ۵۲)

ترجمہ: بچہ کی پیدائش یا بچہ کے باہر آنے کے بعد جو خون نکلے وہ نفاس ہے، لہٰذا بچہ قدرتی طریقہ سے پیدا ہوا یا آپریشن سے نکالا گیا دونوں پر نفاس کا تاریخ صادق آتی ہے، لہٰذا بچہ کے نکلنے کے بعد دونوں صورتوں میں آنے والا خون نفاس شمار ہوگا، اسی طرح ناقص بچہ اسقاط ہوا، یا اسقاط کیا گیا، اگر بچہ کے کچھ اعضا بن چکے ہو، مثلاً ہاتھ، پاؤں، ناخن وغیرہ اگر چہ پوری خلقت نہ ہوی ہو کہ اسقاط ہو گیا، یا دوائی کے ذریعہ سے اسقاط کیا گیا، تو شریعت نے بابِ نفاس میں ایسے ناقص خلقت والے بچہ کو بھی پوری خلقت والے بچہ کے برابر شمار کیا ہے، اس کے بعد جو خون آئے گا وہ نفاس شمار ہوگا، البتہ کوئی بھی عضو نہ بنا ہو، صرف خون بستہ ہو تو نفاس شمار نہ ہوگا۔

السقط الذى استبان بعض خلقه ولد حتى تصير به نفساء. (هدية: ۱/۵۴)

وسقط ظهر بعض خلقه كيد أورجل أو اصبع أو ظفرأو شعر ولد حكما فتصير به النفساء ....فان لم يظهر له شئ فليس بشئ .

(در مختار مع رد المحتار: ۱/۳۰۲، مكتبه سعيد) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۰۴) اسقاطِ حمل کے بعد کا خون

سوال: عورت کو تین مہینہ کا حمل تھا، وہ ساقط ہوگیا، اس کے بعد کا خون حیض کا ہوگا یا نفاس کا، اس حالت میں جماع کا کیا حکم ہے؟

جواب: حمل ساقط ہونے کے بعد، اگر بچہ کا کوئی عضو مثلاً انگلی، بال، ہاتھ وغیرہ معلوم ہو، تو اس کے بعد جو خون ہوگا وہ نفاس شمار ہوگا، خون نفاس بند ہونے کے بعد جماع کرنا جائز ہے اس سے پہلے نہیں، اگر حمل ساقط ہوگیا، جسم کا کوئی حصہ معلوم نہ ہو، صرف گوشت کا لوتھڑا ہو، تو اسقاط کے بعد جو خون آوے وہ نفاس شمار نہ ہوگا، بلکہ پورے تین دن خون آئے تو حیض شمار ہوگا، ورنہ استحاضہ کا خون شمار ہوگا۔

المرأة اذا اسقطت سقطا فان كان استبان شئ من خلقه كاصبع مثلا فهى نفساء فى مارأت الدم وله حكم الولد النام وان لم يستبن شئ من خلقه فلا نفاس لها ولكم ان امكن جعل المرء من الدم حيضا بان يتقدمه طهر تام يجعل حيضا وان لم يمكن جعله حيضا فهو استحاضة .

(نهاية على حاشية هداية: ۵۴، در مختار مع الشامى، الفتاوىٰ الهندية)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۰۵) حیض کی حالت میں عورت کا قرآن چھونا، یا قرآن کی آیتیں پڑھنا، اور درود شریف اور تسبیح پڑھنا

سوال: کیا عورت حیض کی حالت میں زبانی قرآن شریف کی آیتیں یا درود شریف یا تسبیح پڑھ سکتی ہے؟ اور قرآن شریف کو چھو سکتی ہے؟

جواب: عورت کا حیض ونفاس کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا جائز نہیں، مختار مذہب یہ ہے کہ ایک آیت یا اس سے کم پڑھنا جائز نہیں، معلّمہ کو اس حالت میں ایک ایک کلمہ الگ

الگ کر کے پڑھنا چاہیے، البتہ قرآن کی کوئی آیت تلاوت کی نیت سے نہ پڑھی جائے، بلکہ دعاء کے مقصد سے پڑھی جائے، مثلاً: سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی، دعائیں، ذکر اور تسبیح پڑھنا درست ہے، حیض نفاس جنابت کی حالت میں قرآن پاک کو کسی کپڑے کے بغیر پکڑنا جائز نہیں، البتہ وہ کپڑا جو جسم سے الگ ہو اس سے پکڑنا جائز ہے۔

ولاتقرأ: اي يحرم على الحائض ان تقرء القرآن، سواء كان آية أو ما دونها عند الكرخيؒ وهو المختار،...... والمعلمة إذا حاضت فعند الكرخي تعلم كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين،...... ولاتمس هؤلاء أى الحائض والنفساء والمحدث مصحفاً إلا بغلاف متجاف أى منفصل عنه .

(شرح الوقاية: ۱/۱۱۶/۱۱۷)

لا بأس لحائض وجنب بقرأة أدعية ومسها وحملها وذكر الله وتسبيحه فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من آيات التى فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به . (شامی: ۱/۲۹۳، مكتبه سعيد) فقط

والله اعلم بالصواب

(۲۰۶) حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا

سوال: حائضہ عورت مسجد میں جا کر کچھ پڑھ سکتی ہے؟

جواب: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ عورت کو مسجد میں جانے سے منع کیا گیا ہے، نماز کے لیے بھی جانے سے فقہاء نے منع کیا ہے۔

عن عائشة لو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني اسرائيل . (ابوداود شريف)

حیض کی حالت میں مسجد میں جانا بھی جائز نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ اور جنبی کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے۔

لا تدخل المسجد وكذا الجنب لقوله صلى الله عليه وسلم فإني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب . (هدايه: ۱/۴۸)

فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو قبرستان میں جانا جائز نہیں، اور مسجد میں بھی جانا جائز نہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب

(۲۰۷) حیض بند ہونے کے بعد جماع کرنا

سوال: حیض بند ہونے کے بعد جماع کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کم سے کم حیض تین دن تین رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں آتا ہے، لہٰذا تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ جو خون آئے گا وہ استحاضہ (یعنی بیماری) کا خون کہلائے گا، حیض بند ہونے کے بعد عورت سے جماع کرنے کے متعلق فقہا نے تین صورتیں بیان کی ہیں: (۱) عورت کا حیض دس دن سے کم پر بند ہوا، مگر ہر مہینے جتنے دن حیض کی عادت ہو اس عادت کے مطابق بند ہوا، تو جب تک عورت غسل نہ کرلے جماع کرنا جائز نہیں، اگر غسل نہ کیا مگر حیض بند ہونے کے بعد ایک نماز قضاء کرنا عورت پر ضروری ہو جائے، یعنی خون بند ہونے کے بعد ایک نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے غسل کر کے کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکے اتنا گذر جائے تو جماع کرنا جائز ہے۔

(۲) اگر ہر مہینہ خون آنے کی جو عادت ہے اس سے کم پر خون بند ہوا تو خواہ عورت نے غسل کرلیا ہو جب تک عادت کے ایام ختم نہ ہوں تاہم جماع کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ عادت کے دنوں میں خون آنا ممکن ہے۔

لأن العود في العادة الغالب .

(۳) اگر پورے دس دن دس رات تک حیض آیا پھر بند ہوا تو جماع کرنا جائز ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ عورت غسل کرلے، اس کے بعد جماع کیا جائے۔

(ولأقـلـه لا حتى تغتسل أو يمضى عليها أدنى وقت صلاة) اعلم أن هذه الـمسألة على ثلثة أوجه: لأن الدم اما ينقطع لتمام العشرة أو دونها لتمام العـادة أو دونهـمـا فـفيـمـا إذا انـقـطـع لتـمــام العشرة يحل وطأها بمجرد الانقطاع و يستـحـب لـه ان لا يـطـأهـا حتى تـغتسل وفيما إذا انقطع لما دون العشرة دون عـادتهـا لا يـقـربــهـا وإن اغتسلت مــا لــم تـمض عادتها وفيما إذا انقطع للأقل لتمام عادتها ان اغتسلت أو مضى عليها وقت صلوٰة حل، وإلا لا .

(البحر الرائق: ۱/۲۰۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۰۸) حالتِ حیض میں عورت تعلیم کس طرح دے؟

سوال: بچوں کو تعلیم دینے والی عورت کو حیض آوے تو کس طرح پڑھاوے؟

جواب: جو بی بی حائضہ اور نفاس والی عورت خود تلاوت کے ارادے کے بغیر ایک ایک کلمہ کر کے پڑھاوے، ایک کلمہ پڑھ کر رک جاوے پھر دوسرا کلمہ پڑھاوے، مختار مذہب کے مطابق تلاوت کی نیت سے ایک کلمہ بھی پڑھنا درست نہیں ہے۔ دعائیں پڑھنا، اذان کا جواب دینا، کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، شکر ادا کرنے کے لیے الحمدللہ کہنا جائز ہے۔ (فتاوی ہندیہ، شرح وقایہ: ۱/۱۱۶)

والـمـعـلـمة إذا حـاضـت فـعـنـد الكرخيؒ تعلم كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين......أن تقول شكراً للنعمة الحمد لله رب العلمين فلا بأس به .

(شرح الوقاية: ۱/۱۱۶)

واذا حـاضـت الـمـعلمة فينبغى لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين. (فتاوى هندية: ۱/۳۸)

واللہ واعلم بالصواب

(۲۰۹) مستحاضہ کا وضو اور نماز کا حکم

سوال: ایک عورت کو ہمیشہ خون جاری رہتا ہے، کبھی پاک نہیں ہوتی تو ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کو جو خون حیض آتا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ مدت احناف کے نزدیک دس دن ہے، ایک حیض کے بعد دوسرے حیض کے درمیان کی مدت کم سے کم ۱۵ دن کی ہے لہٰذا جس عورت کو ہمیشہ خون آتا ہو، وہ حیض نہیں ہے بل کہ بیماری کا خون ہے، جس کو فقہ میں استحاضہ کہا جاتا ہے۔ اس عورت کو مستحاضہ کہا جاتا ہے۔ حیض اور استحاضہ دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ مستحاضہ عورت نماز کے وقت پر وضو کر کے نماز پڑھے قرآن کی تلاوت کر سکتی ہے، روزہ بھی رکھ سکتی ہے، مستحاضہ اور پاک عورت دونوں کے احکام ایک ہی ہیں۔ حیض کی حالت میں نماز جائز نہیں، تلاوت بھی نہیں کر سکتی، البتہ حیض والی عورت تسبیح، ذکر، دعا، سوتے وقت آیت الکرسی، کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ سکتی ہے۔ حیض کا خون رحم میں سے آتا ہے۔ استحاضہ کا خون رحم کے ایک رگ جسے ''عاذل'' کہا جاتا ہے، وہاں سے آتا ہے۔ مستحاضہ عورت نماز کا وقت ہونے کے بعد وضو کرے اور اس نماز کا وقت باقی رہے وہاں تک نفل، فرض، قضا نماز پڑھ سکتی ہے۔ جس نماز کے وقت پر وضو کیا ہوگا اس نماز کا وقت ختم ہونے سے وضو بھی ٹوٹ جائے گا، دوسری نماز کا وقت آنے پر دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔ مستحاضہ عورت کے لیے بہتر اور مستحب ہے کہ ہر نماز کے ادا کرتے وقت غسل کرلے۔ پانچ نمازوں کے لیے دن میں پانچ مرتبہ غسل کرے یا دو نمازوں کے لیے ایک غسل کرے یعنی ظہر وعصر کے لیے ایک غسل، اور مغرب اور عشا کے لیے ایک غسل، اور فجر کی نماز کیلیے ایک غسل کرلے۔ یعنی اس طرح غسل کرے کہ ظہر کے اخیر وقت میں غسل کرے، اور ظہر ادا کرے اور ظہر کا وقت ختم ہو کہ عصر کی نماز کے لیے وضو کر کے عصر کی نماز ادا کرلے، اور اسی طرح مغرب وعشا میں بھی یہی عمل کرے، لیکن یہ غسل ضروری نہیں بلکہ صرف علاج کے لیے، غسل کرنے

سے جسم کو ٹھنڈک پہونچ کر خون میں کمی ہوتی ہے اور اطمینان سے نماز ادا ہو، خون کی بد بو بھی دور ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حیض کے دنوں میں نماز نہ پڑھے، بلکہ حیض ختم ہونے کے بعد فرض غسل کرکے ،دوسرے حیض آنے تک درمیان میں جو خون آیا وہ استحاضہ شمار ہوگا۔ ان دنوں میں نماز ادا کرتے رہنا چاہیے۔

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیشؓ کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خون تم کو آتا ہے وہ حیض نہیں بلکہ ایک رگ کھل گئی ہے اس کی بیماری کا خون ہے۔تم کو اس بیماری کا خون شروع ہونے سے پہلے جتنے دن حیض آتا تھا اتنی مدت نماز پڑھنا چھوڑ دو۔اور جب حیض کی عادت کے ایام گذر جائے تو غسل کرکے دوسرا حیض آنے تک نماز پڑھتی رہو۔

أن فاطمة بنت أبى حبيش حدثته أنها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فشكت اليه الدم فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما ذلک عرق فانظرى إذا اتى قرؤک فلا تصلى فاذا مرّ قرؤک فتطهري ثم صلى ما بين القرء الي القرء .

(السنن لابی داؤد:۳۷، الصحیح البخاری: ۱/۴۷، الصحیح لمسلم: ۱/ ۱۵۱، هدایه: ۵۰، درمختار مع الشامی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا ہے کہ عورت حیض کا حالت میں **سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر** پڑھنا جائز ہے،فرمایا جائز ہے۔

(سننِ دارمی)

اسی طرح دوسرے اذکار اور دعائیں بھی جائز ہے،البتہ قرآن مجید پڑھنا حرام ہے۔

(فتاوی محمدی:۹۷)

والله اعلم بالصواب

(۲۱۰) معذور کے احکام

سوال: ایک شخص کو پیشاب کے بعد قطرے ٹپکتے رہتے ہیں، تو ایسی حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: پیشاب کے بعد جو قطرے ٹپکتے رہتے ہیں وہ قطرے ایک نماز کے پورے وقت تک ٹپکتے رہے اور وضو کر کے نماز پڑھ سکے، اتنا وقت بھی اس بیماری کے بغیر نہ رہے تو شریعت میں ایسے شخص کو معذور کہا جاتا ہے۔ ایک نماز کا پورا وقت عذر باقی رہنے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں خواہ پورا وقت عذر نہ رہے مگر تھوڑے وقت کے لیے بھی رہتا ہے، تو یہ شخص معذور شمار ہوگا، اور معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھتا رہے۔ پھر چاہے نماز میں قطرے ٹپکتے رہیں۔ اگر ہمیشہ قطرے ٹپکتے رہتے ہوں اور پاک کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکے اتنا وقت بھی یہ بیماری بند نہ رہے تو اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ البتہ اگر نماز پڑھ سکے اتنا وقت یہ بیماری نہ رہے تو نماز پڑھتے وقت پاک کپڑے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔ ایسی صورت میں ناپاک کپڑے میں نماز درست نہیں ہوگی۔ (درمختار مع الشامی: ۱/ ۳۰۵، مطلب فی احکام المعذور، کبیری: ۱۳۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۱۱) جسے پیشاب کرنے کے بعد پیشاب کے یا منی کے قطرے ٹپکے تو نماز کس طرح ادا کرے

سوال: اگر کسی آدمی کو پیشاب کرنے کے بعد دس یا پندرہ منٹ تک پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں اور اس کے بعد منی کے دو، تین قطرے ٹپکتے ہیں تو ایسی صورت میں نماز کس طرح ادا کرے؟

جواب: مذکورہ صورت میں پیشاب کرنے سے پہلے یا پیشاب کرنے کے بعد پندرہ منٹ تک پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہے تو نماز پڑھتے وقت کپڑا پاک کر لینا ضروری ہے۔ مذکورہ صورت میں قطرے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں، تھوڑی دیر قطرے ٹپکتے تو یہ ہوسکتا ہے کہ پیشاب کے سوراخ

میں روئی کی بتی بنا کر رکھ دے، جب تک روئی کے اندر کے حصے میں قطرے رہیں گے تو وضو ٹوٹے گا نہیں۔ البتہ روئی کے اندر کے حصے سے نکل کر باہر آجاوے تو اب وضو ٹوٹ جائے گا۔

ینقص لو حشا احلیله بقطنه و ابتل الطرف الظاهر، بانه ما كان عاليا من رأس الاحليل او مساوياً له اى ما كان خارجاً من رأسه زائداً عليه او مماذياً برأسه لتحقق خروج النجس بابتلاله، وإن متسفلة عنه لا ينقص أي غائباً فيه لم يحاذه فان ابتلاله غير ناقص إذلم يوجد خروجه فهو كابتلال الطرف الآخر الذى فى داخل القصة . (درمختار: ۱/۱۳۸)

پیشاب کرنے سے پہلے یا بعد میں منی کے قطرے نکلتے ہیں، تو اگر خواہش کی حالت میں نکلتے ہوں تو غسل کرنا پڑے گا۔ اور اگر بغیر خواہش بیماری کی وجہ سے نکلتے ہوں، تو غسل لازم نہ ہوگا۔ صرف وضو ٹوٹ جائے گا۔

رجل بال فخرج من ذكره مني أن كان منتشراً فعليه الغسل لأن ذلك خروجه عن شهوة . (شامی: ۱/۱۴۹)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۱۲) جس کو خون جاری رہتا ہو اس کے وضو اور نماز کا حکم

سوال: عورت کو ڈیز چارج کے قطرے ٹپکتے رہتے ہیں تو ایسی حالت میں نماز پڑھے یا نہیں؟

جواب: ڈیز چارج (Discharge) سے مراد یہ ہے کہ منی کے قطرے بغیر شہوت کے بیماری کی بنا پر ٹپکتے رہتے ہیں یا ڈیز چارج سے مراد حیض کے علاوہ بیماری کا خون ہو، تو اگر یہ قطرے نماز کے ایک پورے وقت میں ٹپکتے رہیں اور وضو کر کے نماز پڑھ سکے اتنا وقت بھی بیماری کے بغیر نہ رہے تو شریعت میں اسے معذور کہتے ہیں۔ ایک نماز کا پورا وقت عذر باقی رہے اس کے بعد دوسری نماز کا وقت چاہے پورا وقت عذر نہ رہے تھوڑی دیر کے لیے ہی رہے، تو یہ شخص معذور شمار ہوگا،

معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے چاہے نماز کے درمیان قطرے جاری رہے، اگر ہمیشہ قطرے ٹپکتے رہتے ہوں اور پاک کپڑے پہن کر نماز ادا کر سکے اتنا وقت بھی یہ بیماری بند نہ رہے، تو انہیں کپڑے میں نماز صحیح ہوگی۔ البتہ نماز پڑھے اتنا وقت بیماری نہ ہو، تو نماز پڑھتے وقت پاک کپڑے پہن کر نماز پڑھنا چاہیے۔ ایسی صورت میں ناپاک کپڑے میں نماز درست نہیں ہوگی۔

وصاحب عذر......إن استوعب عذره تمام وقتٍ صلوة مفروضة بان لايجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ ويصلى فيه خالياً عن الحدث ولوحكماً لان الانقطاع اليسير ملحق بالعدم هذا شرط العذر في حق الابتداء وفى حق البقاء كفى وجوده فى جزء من الوقت ولو مرة.

(درمختار مع الشامی، احکام المعذور: ۱/۳۰۵، مکتبہ سعید)

إذا علم انه إذا غسله لايتنجس ثانياً قبل اداء الصلاة فيكون الغسل مفيداً ولوكان بحال لوغسله يتنجس قبل الفراغ من الصلاة ثانياً جائزله ان لا يغسل هذا هو المختار للفتوى . (کبیری: ۱۳۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۱۳) پیشاب کرنے کے پندرہ منٹ بعد قطرے ٹپکتے ہیں تو یہ معذور سمجھا جائے گا؟

سوال: ایک شخص کو پیشاب کے قطرے کی بیماری ہے، پیشاب کرنے کے پندرہ منٹ بعد قطرے ٹپکتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ کبھی کبھی قرآن شریف کی تلاوت کے وقت اور کبھی نماز کی حالت میں قطرے ٹپکتے ہیں تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا یا نہیں؟

جواب: معذور ہونے کے لیے سب سے پہلے شرط یہ ہے کہ پورہ وقت ایسا گذر جاوے کہ وضو کر کے فرض نماز بغیر عذر کے پڑھ سکے، اتنا وقت بھی نہ ملے تو شریعت میں ایسا شخص معذور

ہے۔مگر مذکورہ صورت میں پیشاب کرنے پندرہ منٹ بعد قطرے ٹپکتے ہیں تو ایسا شخص معذور شمار نہ ہوگا۔اس لیے کہ پندرہ منٹ میں وضوکر کے فرض نماز بغیر عذر کے پڑھی جاسکتی ہے۔تو ایسی صورت میں اگر کپڑے پر ناپاکی لگ جاوے تو مفتی بہ قول کے مطابق کپڑا دھونا پڑے گا۔قرآن شریف کو ہاتھ لگانا،سجدۂ تلاوت کرنا بغیر وضو کے جائز نہیں،اگر نماز میں قطرہ ٹپک جاوے تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

إنما يصير صاحب عذر ابتداء إذا لم يجد في وقت الصلاة زماناً يتوضا فيه ويصلي خاليا عن الحدث الذى ابتلى به .

(البحرالرائق: ۱/۲۱۷، درمختار مع الشامی: ۱/۳۰۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۹/۱۲/۱۹

استنجاء کا بیان

(۲۱۴) پیشاب کے بعد پانی اور ڈھیلہ کا استعمال

سوال: پیشاب کرنے کے بعد طہارت کے لیے پانی لینا ضروری ہے یا ڈھیلہ پر اکتفا کر سکتے ہیں؟

جواب: پیشاب کے بعد طہارت کے لیے پانی اور ڈھیلہ دونوں کا استعمال کرنا افضل اور بہتر ہے پھر بھی صرف پانی یا ڈھیلے سے پاکی حاصل کی جاوے تو بھی درست ہے۔ڈھیلے سے پاکی حاصل ہونا ضروری ہے،دونوں کا استعمال کرنا بہتر ہے۔اس کے بعد افضل ہونے کے لیے پانی کا درجہ ہے۔(شامی:۱/۳۳۶،مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۱۵) استعمال شدہ ڈھیلے سے استنجا کرنا

سوال: ایک مرتبہ استنجے کے لیے ڈھیلا استعمال کیا گیا تو دوسری مرتبہ استعمال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: ایک مرتبہ ناپاکی دور کرنے کے لیے مٹی کا ڈھیلا استعمال کیا گیا تو جب اس کے اوپر لگی ہوی پیشاب کی ناپاکی سوک جائے اور اس میں پاکی اور ناپاکی کا فرق نہ کیا جاسکتا ہو، تو قاعدہ یہ ہے کہ ناپاکی سے استنجا کرنا منع ہے، لہٰذا قیاس تو یہ چاہتا ہے، ناپاکی کے لیے استعمال شدہ ڈھیلا ناپاک شمار کرکے اس کو دوسری مرتبہ استنجا کے لیے استعمال کرنا منع ہوگا، پھر بھی اگر سوکھ جانے کے بعد کسی نے ایسا ڈھیلا استعمال کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہوگا۔

وکره تحریماً بعظم ورَوث یابس کعذرة یابسة وحجر استنجی به إلابحرف آخر ولو فعل اجزأه مع الکراهة .

یعنی ہڈی، خشک گوبر سے استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے، جس طرح کے سوکھی ہوی ناپاکی سے استنجا کرنا مکروہ ہے مگر اس کی دوسری طرف سے جہاں سے استمعال نہ ہوا ہو، اس سے استنجا کرنا جائز ہے، اس کے باوجود اگر کسی نے خشک ہونے کے بعد استعمال شدہ ڈھلے سے استنجا کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ (درمختار مع الشامی: ۳۳۹/۳۴۰ مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۱۶) پیشاب کے بعد پیشاب کے قطرے کس طرح دور کئے جائیں

سوال: پیشاب کے بعد قطرے ٹپکنے کا شک ہو، تو قطرے دور کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: پیشاب کے بعد قطرے دور کرنے کے لیے فقہانے تین طریقہ بتائے، ڈھیلا لے کر کچھ قدم چلنے سے یا آہستہ سے تکلیف نہ ہو اس طریقہ سے ذکر کو بائیں ہاتھ سے دبا کر دور کیا جائے، زور سے نہ دبایا جائے تکلیف کا خطرہ ہے، لہٰذا پیشاب کے بعد قطرے ٹپکتے ہوں یا مذکور بالا طریقہ سے دور کیا جائے، البتہ صرف شک یا وسوسہ ہو اس پر توجہ نہ دینی چاہئے۔

یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول أثر البول (خصه لان الغالب ان یتأخر اثر البول) علی حسب عادته إما بالمشی أو التنحنح او الاضتجاع وماقیل انه

یجذب الذکر بعنف مرة بعد أخری فیه نظر لانه یورث الوسواس ویضر بالذکر کمافی شرح المشکوة . (طحطاوی: ۲۴)

والله اعلم بالصواب

(۲۱۷) جس کو لقوہ (Paralysis) ہو گیا ہو استنجا نہ کر سکے تو کیا کرے؟

سوال: ہمارے یہاں ایک آدمی کو لقوہ ہو گیا ہے، جس کی بنا پر پاکی ناپاکی کا خیال نہیں رکھ سکتا، کبھی غفلت میں پیشاب پاخانہ کے لیے بھی جاتا ہے، تو استنجا کا کیا طریقہ ہے؟ نماز پڑھے یا چھوڑ دے؟

جواب: لقوے کی بیماری میں بے خبری میں کبھی پیشاب پاخانہ ہو جاتا ہے، تو ناپاک کپڑے بدل دیئے جائیں، خود استنجا کر سکتا ہو تو پانی یا ڈھیلے سے استنجاء کر لے، کچھ نہیں کر سکتا تو اپنی بیوی سے مدد لے، یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے تو استنجاء چھوڑ دے مگر نماز نہ چھوڑے۔

الرجل المریض إذا لم یکن له امرأة ولا أمة وله ابن او اخ وهو لا یقدر علی الوضوء فانه یؤضیه ابنه او اخوه غیر الاستنجاء فانه لا یمس فرجه وسقط عنه الاستنجاء . (الفتاوی الهندیة: ۱/ ۴۹، ۵۰، شامی: ۱/ ۳۴۱، مکتبه سعید)

والله اعلم بالصواب

(۲۱۸) اگر پورے بدن کے ناپاک ہونے کا خطرہ ہو، تو کھڑے ہونے کی حالت میں پیشاب کرنے کی اجازت

سوال: کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا کیا حکم ہے؟ بیٹھ کر پیشاب کرنے سے پورے بدن کے ناپاک ہونے کا خطرہ ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے، اگر بیٹھ کر پیشاب کرنے سے کپڑے یا

بدن کے ناپاک ہونے کا خطرہ ہوتو بدرجۂ مجبوری کھڑے ہوکر پیشاب کرنا درست ہے، مگر بغیر عذر کے غیر قوم کے ساتھ مشابہت ہونے کی بنا پر مکروہِ تحریمی ہوگا۔

قال عامة العلماء البول قائما مكروه إلا لعذر وهو مذهبنا الحنفية .
(بذل المجهود: ۱/۱۷)

عـن حـذيـفة رضى الله عنه قال:اتى النبى صلى الله عليه وسلم سباطة قوم فبال قائمامتفق عليه قيل كان ذلک لعذر . (مشكوة المصابيح، باب الاداب الخلاء:۴۳)

قيل فعل ذلک صلى الله عليه وسلم كان لعذر وهو اما انه لم يجد مكانا للقعود......ورخص بعض الناس بان يبول قائما كرهه بعض الناس الا من عذر وبه نقول . (مرقاة المفاتيح: ۱/۲۹۶) فقط

والله اعلم بالصواب

(۲۱۹) انگلش ٹوئلیٹ (English Toilet) میں شک کی بنا پر کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

سوال: مجھے اکثر فورین (Foren) سفر کرنا ہوتا ہے، وہاں انگلش ٹوئلیٹ (English Toilet) ہوتا ہے، ٹوئلیٹ میں بیٹھ کر پیشاب کرنے میں شک رہتا ہے، تو کیا کرنا چاہیے، بیٹھنے کی جگہ خشک ہو، تو ٹشو پیپر (Tissue paper) سے صاف کرکے بیٹھ سکتے ہیں؟ دوسرا یہ کہ ٹوائلیٹ میں پانی سے استنجاء کرنے کی بھی تکلیف ہوتی ہے، بعض ہوٹل اور ایئر پورٹ (Airport) پر لوٹا نہیں ہوتا، تو ٹیشو پیپر (Tissue paper) سے استنجاء کرسکتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا ہے تو اس کی کوئی حقیقت ہے؟

جواب: ٹوئلیٹ کے بیٹھنے کی جگہ ٹیشو پیپر (Tissue paper) پانی میں بھگا کر اچھی طرح صاف کرلیا جائے، بیٹھنے کی جگہ کو تین مرتبہ ٹیشو پیپر (Tissue paper) کے ذریعہ صاف کرنے سے پاک ہوجائے گی، اس کے بعد بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

ٹیشو پیپر (Tissue paper) سے ناپاک جگہ کو برابر صاف کرلینے سے پاکی حاصل ہوجائے گی، جس طرح ڈھیلے سے استنجاء کیا جاتا ہے، ٹیشو پیپر (Tissue paper) ناک صاف کرنے، پسینہ صاف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا جگہ کو اچھی طریقے سے صاف کرلینے سے پاکی حاصل ہوجائے گی، بخاری شریف، ابوداود شریف وغیرہ حدیث کی معتبر کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے رہ کر پیشاب کرنا ثابت ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے رہ کر پیشاب کیا جس کی وجوہات بیان کی گئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک میں ورم تھا، یا وہ جگہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی تھی، اس پر بیٹھنے سے کپڑے اور بدن مبارک کے ناپاک ہونے کا امکان تھا، یا وہ جگہ ڈھلان والی تھی، گرجانے کا خطرہ تھا، لہٰذا آپؐ نے کھڑے رہ کر پیشاب فرمایا، موجودہ زمانے میں کھڑے رہ کر پیشاب کرنے میں غیرقوم کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، جس کی بنا پر بغیر عذر کے علماء نے مکروہِ تحریمی کہا ہے۔

قال عامة العلماء البول قائما مكروه إلا لعذر وهو مذهبنا الحنفية .

(بذل المجهود: ١/١٧)

عن حذيفة رضى الله عنه قال اتى النبى صلى الله عليه وسلم سباطة قوم فبال قائما . متفق عليه، قيل: كان ذلك لعذر . (مشكوة المصابيح، باب الاداب الخلاء: ٤٣)

قيل فعل ذلك صلى الله عليه وسلم كان لعذر وهو اما انه لم يجد مكانا للقعود ..... ورخص بعض الناس بان يبول قائما كرهه بعض الناس الا من عذر وبه نقول . (مرقاة المفاتيح: ١/٢٩٦) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۲۰) جماعت خانے اور بیت الخلا کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے

سوال: کا کنواں (Safety Tank) مسجد کے جماعت خانے سے دس فٹ دور ہے، جماعت خانے میں بدبو آنے کا پورا امکان ہے، تو کتنے دور رکھنا چاہیے؟

جواب: جس طرح مسجد میں بدبو داخل کرنا یا بدبو دار چیز کھا کر داخل ہونا منع ہے، اسی طرح بدبودار چیزیں بھی مسجد کے پاس رکھنا منع ہے، اسلیے کہ بدبو سے مصلی اور فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے، پاخانہ اور پیشاب خانہ مسجد کی ضرورتوں میں سے نہیں ہے۔

أن بيت الخلاء ليس من مصالح المسجد . (تحرير المختار: ۸۵)

لہٰذا استنجاء خانہ بنانا ہو تو اتنے دور بنانا چاہیے جماعت خانے میں بلکہ صحنِ مسجد میں بھی بدبو نہ آئے، مسجد اور نماز کے معاملے میں بہت ہی اہتمام ضروری ہے، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ بیت الخلاء اتنے دور رکھے جائیں جہاں سے بدبو آنے کا احتمال ہی نہ رہے، اگر بنانا ضروری ہو تو ہوشیار اور عقلمند لوگوں سے مشورہ لے کر بیت الخلاء اور مسجد کے بیچ میں فاصلہ رکھا جائے، ایک شخص کے منھ میں سے بدبو آنے کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تک دور چلے جانے کا حکم دیا۔

وعن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذن مما يتأذى منه الإنس .

قال النووی في شرح المسلم عقيب حديث لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا وجد ريحاً من الرجل فى المسجد أمر به فأخرج إلى البقيع .

(مرقاة المفاتيح: ا/۴۵۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۲۱) بیت الخلا اس طرح بنانا چاہیے کہ قبلہ کا استقبال یا استدبار نہ ہو

سوال: ہمارے یہاں ایک نئی مسجد تعمیر ہو رہی ہے جس میں بیت الخلاء بنانا ہے، چونکہ جگہ اس طرح ہے کہ بیت الخلا شمال اور مغرب کے بیچ میں جو گوشہ پڑتا ہے اس سمت میں بیت الخلاء بن رہے ہیں تو قبلہ سے کتنے سینٹی گریڈ ہٹ کر ہونا چاہیے کہ شرعی اعتبار سے وہ قبلہ رخ نہ کہا جائے۔

جواب: جس طرح نماز میں قبلہ رخ منہ کرنے کا حکم قبلہ کی عظمت اور تکریم کی بنا پر ہے اسی طرح پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف استقبال یا استدبار نہ ہو یہ بھی قبلہ کے اکرام اور احترام کی بنا پر ہے۔فقہاء فرماتے ہیں کہ استنجا کے لیے استدبار مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ نفی کراہت تحریمی ہے اور کراہت تنزیہی کو ثابت مانا ہے۔

فلو للاستنجاء لم يكره اى تحريما اما التنزيهية فثابت .

(طحطاوی علی الدر: ۱/۱۶۶)

اگر غلطی سے قبلہ کی طرف بیٹھ جائے تو قبلہ سے جتنا ہوسکے گھوم جائے اور بچے۔

كما فى الحديث عن أيوب رضى الله عنه رواية قال إذااتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولابول ولكن شرّقوا اوغربوا فقدمنا الشام فوجدنا مراحيض قد بنية قبل القبلة فكناننحرف عنها ونستغفر الله . (سنن ابی داؤد: ۳)

فقال عليه السلام: دع ما يريبك إلى ما يريبك .

شک والی چیزوں کو چھوڑ کر یقینی چیزوں کو اختیار کرو یعنی قبلہ کی عظمت اور احترام کی تاکید کی بنا پر جب کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے اور تھوکنے سے بھی منع کیا گیا۔تو قبلہ کی بے حرمتی کا اندیشہ بھی ہو تو ایسے بیت الخلانہ بنانا چاہیے۔

كنا نجلس مستقبل القبلة نسياناعلى انق بنائا لمراحيض ثم ننتبه على ذالك الهيئة المكروهة فننحرعنها . (بذل المجهود : ۱/۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۲۲) بیت الخلا میں تعویذ گر جائے تو بیت الخلاء بند کر دینا چاہیئے؟

سوال: ایک پاگل عورت نے بیت الخلا میں دو تعویذ پھینک دیئے،جس میں قرآن شریف کی آیت لکھی ہوئی ہے،تو اب یہ بیت الخلا کا استعمال جاری رکھے یا بند کر دے؟

جواب: بیت الخلا میں تعویذ نکالنے کی کوشش کرنا چاہیے،کوشش کرنے کے باوجود نہ نکل سکے تو بیت الخلا کا استعمال جاری رکھنے کی گنجائش ہے۔فقط

واللہ اعلم بالصواب

کتاب الصلوٰۃ

(۲۲۳) صلاۃ خمسہ کا ثبوت قرآن سے

سوال: ایک آدمی کا کہنا ہے قرآن کریم میں نماز کا بیان بہت سی جگہ پر ہے، لیکن پانچ وقت کی نماز ادا کروا ایسا کہاں ہے؟ تو کون کونسی آیتوں سے پنج وقتہ نمازوں کا ثبوت ہے؟

جواب: قرآن کریم کی اصل تفسیر تو فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وہی فرماتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، لہٰذا سورۂ روم پارہ ۲۱، کی آیت فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِيْ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْض وَعَشِيّاً وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ .

کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مذکورہ آیات سے پانچوں نماز کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، اس طرح کہ تمسون سے مغرب اور عشا کی نماز، تصبحون ، سے فجر کی نماز ''وعشیا'' سے عصر کی نماز اور ''وحین تظهرون '' سے ظہر کی نماز ثابت ہوتی ہے۔

(روح البیان، روح المعانی، جلالین)

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ الخ، عن ابن عباسؓ أن الآية جامعة للصلوة الخمس ومواقيتها تُمْسُوْنَ صلوة المغرب والعشاء وَتُصْبِحُوْنَ صلوة الفجر وَعَشِيًّا صلوة العصر وَتُظْهِرُوْنَ صلوة الظهر، فالمعنى فصلوا الله في هذه الآية واتفق الأئمة على ان الصلوٰة المفروضة في اليوم والليلة خمس وعلى انها سبع عشرة ركعة الظهر أربع والعصر أربع والمغرب ثلاثة والعشاء أربع والفجر ركعتان . (تفسر روح البيان:۷/۱۶)

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ الخ،... جاء نافع بن أزرق إلى ابن عباسؓ فقال هل تجد الصلوة الخمس في القرآن فقال نعم فقرأ فسبحان الله حين تمسون

صـلـوة المغرب وحـين تصبحـون صلوة الصبـح وعشياً صلاة العصـر وحين تظهرون صلوة الظهر وقرأ ومن بعد صلاة العشاء . (تفسيرروح المعانى : ٦/٣٣۴)

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ أى تدخلون في المساء وفيه صلاتان المغرب والعشاء حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ فيه صلاة الصبح وَعَشِيّاً فيه صلوة العصر وَحِيْنَ تُظْهَرُوْنَ وفيه صلوة الظهر . (سورة الروم: پاره اتل ما أوحى، جلالين شريف: ۳۴۲)

اَقِمِ الصَلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَهُوَ وقت صلاة العشاء الأخيرة والمراد اقامة كل صلوة فى وقتها المعين، لا اقامتها فيما بين الوقتين على الاستمرار و قرآن الفجر أى صلوٰة الفجر فالآية تدل على تفسر لدلوك بالزوال جامعة للصلوات الخمس . (تفسير روح البيان: ۵/۵٦۵)

أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ أى الظهر والعصر والمغرب والعشاء وَقُرْآنَ الْفَجْرِ صلوٰة الصبح . (جلالين: ۲۳۷)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ المراد صلوٰة الفجر وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يعني صلاة الظهر والعصر لأنهما قبل غروبها وبعد زوالها وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فسبح فصل والمراد المغرب والعشاء . (تفسير روح البيان: ۵/۴۴۵)

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ أى صل قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ أى صلاة الفجر وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا أى صلاة المغرب وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ والمراد من التسبيح فى بعض آنَاءَ اللَّيْلَ صلوٰة المغرب وصلاة العشاء وأطراف النهار والمراد من التسبيح اطراف النهار على ما أخرج ابن جرير وابن المنذرغيرهما عن قتادةؓ صلوة الظهر .

(تفسير روح المعانى: ۵/۲۱۷)

أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِنَ اللَّيْلِ والمراد بصلوة الغداة صلاة الفجر وبصلاة العشية الظهر وبصلاة الزلف المغرب والعشاء . (روح البيان: ۴/۲۹۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۲۴) صلوٰۃ خمسہ کی فرضیت اور سنتوں کی تاکید

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں، ہمارے ساتھ تین مسلمان بھائی رہتے ہیں ان کا کہنا ہے، عشا کی نو (۹) رکعت ہیں، چار فرض دو سنت تین وتر واجب، اور عصر کی چار رکعت، تو پانچ وقت کی نمازوں کی رکعت قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

جواب: پانچوں نمازوں کے فرض ہونے کا ثبوت قرآن حکیم کی بہت سی آیتوں سے ہوتا ہے، جیسا کہ پارہ پندرہ (۱۵) کی آیت: أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ سے اور پارہ سولہ: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَآئِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافِ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى . (سورة طٰه: ۱۳۰)

اور بہت سی آیتوں سے پانچوں نماز کی فرضیت ثابت ہوتی ہے، فرض کے علاوہ کچھ سنتِ مؤکدہ ہیں، جس کی تاکید بغیر وجہ کے ترک پر بڑی وعید آئی ہے، سنت مؤکدہ کل بارہ رکعت ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بارہ رکعت سنتِ مؤکدہ پر ہمیشگی کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائیں گے، ظہر کی فرض سے پہلے چار رکعت فرض کے بعد دو رکعت، مغرب کی فرض کے بعد دو رکعت اور عشا کی فرض کے بعد دو رکعت اور فجر کی فرض سے پہلے دو رکعت۔

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من ثابر على ثنتى عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتاً فى الجنة، أربع ركعات قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء، وركعتين قبل الفجر . (السنن للترمذى: ۱/۵۵)

لہٰذا فرض کے ساتھ مذکورہ سنتیں بھی پڑھنی چاہیے ان کے پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے، اس کے علاوہ ہر فرض سے پہلے یا فرض کے بعد نفل اور سنت غیر مؤکدہ بھی ہیں، اس کو بھی پڑھنا چاہیے، نفل سے فرض میں جو کمی رہ گئی وہ پوری کی جاتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بروز قیامت سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اور فرض میں کوئی کمی رہ گئی ہوگی، تو اللہ تعالی فرشتوں سے فرمائیں گے کہ دیکھو میرے بندے نے کوئی نفل نماز پڑھی ہے، کہ فرض کی کمی نفل سے پورا کرو۔

عن ابی هريرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمله صلواته فإن صلحت فقد أفلح و نجح وإن فسدت فقد خاب وخسر فإن انتقض من فرضه شيئاً قال الرب تبارك وتعالى انظر وهل لعبدي من تطوع فيكمل بها ما انتقص من الفريضة ثم يكون سائر عمله على ذلك .(السنن الترمذی: ۱/۵۵)

(۲۲۵) فجر کی نماز کا وقت

سوال: فجر کی نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے، اور سحری کا وقت کب تک رہتا ہے؟

جواب: فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صبح کی دو قسمیں ہیں:

(۱) صبح کاذب (۲) صبح صادق

(۱) صبح کاذب پہلے ہوتی ہے اور وہ آسمان میں لمبائی میں سفیدی ہوتی ہے، تھوڑی دیر رہ کر یہ سفیدی ختم ہوجاتی ہے اور آسمان میں اندھیرا چھا جاتا ہے اسے صبح کاذب کہتے ہیں، اس سے نہ عشا کی نماز کا وقت ختم ہوتا ہے، اور نہ دن کا حکم ثابت ہوتا ہے، اور اس وقت میں روزہ رکھنے والے کے لیے کھانا پینا جائز رہتا ہے۔

(۲) صبح صادق اسے کہتے ہیں آسمان کے کنارے پر ایک سفیدی نکلتی ہے، تھوڑی دیر میں یہ سفیدی داہنی اور بائیں جانب پھیل جاتی ہے، اس روشنی کے نکلنے سے شرعی دن کی ابتدا ہوتی ہے اور اس روشنی کے نکلنے سے دن کے احکام شروع ہوجاتے ہیں، فجر کی نماز کا وقت آسمان میں چوڑائی میں نکلنے والی روشنی سے شروع ہوتا ہے، اس وقت روزے دار کو کھانا پینا حرام ہوجاتا ہے۔

(فتاوی قاضی خاں: ۱/۳۵، شامی: ۱/۳۳۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۲۶) فجر کا مستحب وقت

سوال: جر کی نماز کب پڑھنی چاہیے اور اس کا مستحب وقت کیا ہے؟

جواب: فجر کی نماز وقت شروع ہوتے (یعنی اندھیرے میں پڑھ لینا درست ہے) لیکن اندھیری ختم ہوکر روشنی ہونے کے بعد فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''**أسفروا بالفجر فانه أعظم للأجر**'' یعنی فجر کی نماز روشنی میں ادا کرو اس میں ثواب زیادہ ہے، نماز فجر کی جماعت کا وقت اس طرح مقرر کرنا مستحب ہے، مسنون قرائت کے نماز ادا کی جاوے، اگر بالفرض نماز فاسد ہو جاوے تو طلوع شمس سے پہلے مسنون قرأت کے ساتھ دوبارہ فجر کی جماعت ہو سکے، خلاصہ یہ کہ طلوع شمس سے پہلے پہلے دو مرتبہ مسنون قرأت کے ساتھ جماعت کے ساتھ نماز ادا ہو سکے ایسے وقت میں فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔(کبیری:۲۳۲، شامی:۱/ ۳۳۹)

البتہ عورتوں کے لیے غلس یعنی اندھیرے میں فجر کی نماز مستحب ہے، اندھیرے میں نماز پڑھنے سے عورتوں کے لیے زیادہ پردہ کا اہتمام ہوگا۔

إن المرأ يستحب له التغليس لأن الظلام استر فى حقها . (عمدة الرعاية)

والله اعلم بالصواب

(۲۲۷) رمضان میں فجر کی نماز جلدی پڑھنا

سوال: ہمارے یہاں رمضان المبارک میں فجر کی نماز میں صبح صادق کے بعد فورا ادا کی جاتی ہے اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: شریعت میں فرض نماز کی جماعت کے لیے جو وقت مقرر کیا جاتا ہے، اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگ جماعت میں شامل ہوکر جماعت کا ثواب حاصل کر سکے، اور جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہے، اسی بناپر مردوں کے لیے فجر کی نماز اسفار یعنی خوب روشنی ہونے کے

بعد پڑھنا مستحب ہے، لیکن رمضان المبارک میں بعد سحری لوگ سوجاتے ہیں، آنکھ نہیں کھلتی جس سے بہت سے جماعت کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں، بلکہ بعض لوگوں کی نماز قضا ہوجاتی ہے ،اور فجر کی نماز کی جماعت جلدی رکھنے سے لوگ جماعت میں شریک ہوسکتے ہیں، اور جماعت بڑی ہوجاتی ہے، لھذا رمضان میں فجر کی نماز عام دنوں سے جلدی پڑھ لی جاوے تو کوئی حرج نہیں، بلکہ بہتر ہے، جلدی رکھنے سے جماعت کا مقصد حاصل ہوتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عشا کی نماز میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زیادہ تعداد میں حاضر ہوجاتے ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ادا کرلیتے، جب حاضری کم رہتی تو دیر سے ادا کرتے ،اور فجر کی نماز غلس یعنی صبح صادق کے بعد ادا کرلیتے۔

عن جابر بن عبد الله ...... والعشاء إذا كثر الناس عجل وإذا قلوا اخر والصبح بغلس. (مشكوٰة المصابيح: ٦٠)

دوسری حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک ساتھ سحری کی ،اور سحری سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوگئے ،تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ سحری سے فراغت اور فجر کی نماز کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جتنی دیر میں پچاس آیتیں تلاوت کی جاوے، اس سے ثابت ہوا اگر تمام نماز پڑھنے والے حاضر ہوجاوے کسی کی جماعت نہ رہ جائے ،تو جلد ادا کرنا درست ہے۔

عن انس رضى الله عنه أن نبي الله صلى الله عليه وسلم وزيد بن ثابت رضي الله عنه تسحرافلما فرغ من سحورهما قام نبى الله صلى الله عليه وسلم إلي الصلوٰة فصلى قلنا لانس كم كان بين فراغهما من سحور هما ودخولهما فى الصلوٰة قال قدر ما يقرأ الرجل خمسين آية. (مشكٰوة المصابيح: ٦٠)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۲۸) رمضان میں فجر کی نماز جلدی پڑھنا

سوال: رمضان میں سحری کے بعد لوگ مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں، تو وقت فجر ہوتے ہی اذان دے کر جلدی سے فجر کی نماز ادا کی جائے تو درست ہے؟ کوئی حرج تو نہیں۔

جواب: حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فجر کی نماز کا اصل حکم تو یہ اسفار میں پڑھنا افضل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلس میں بھی ادا کی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام تہجد کے پابند تھے، اور تہجد کے بعد مسجد میں ہی رہتے تھے، اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز جلدی ادا کر لیتے تھے، لہٰذا فجر کا وقت ہوتے ہی مصلی حضرات مسجد میں حاضر ہو، تو احناف کے نزدیک فجر کی نماز جلدی پڑھ لینا افضل ہے۔

(درس ترمذی: ۱/ ۴۰۶، مظاہر حق:)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۲۹) طلوع آفتاب سے پانچ منٹ قبل فجر کی نماز پڑھنا

سوال: طلوع آفتاب سے پانچ منٹ قبل فرض فجر شروع کر سکتے ہیں؟

جواب: صلوٰۃ فجر اس طرح ادا کی جائے کہ قبل طلوع آفتاب نماز ختم ہوجائے، لہٰذا طلوع آفتاب سے قبل نماز سے فارغ ہوجائے تو نماز ہوجائے گی۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۳۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۳۰) ظہر اور عصر کا وقت

سوال: وقتِ صلوۃ ظہر کب سے شروع ہوتا ہے؟ اور وقت صلوٰۃ عصر کب سے شروع ہوتا ہے؟ غیر مقلدین احناف جس وقت نماز پڑھتے ہیں اس سے قبل عصر کی نماز پڑھتے ہیں، تو اس وقت میں عصر کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اگر پڑھ لی ہے تو اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: ظہر کی نماز کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے، یعنی دوپہر کے وقت آفتاب ڈھلنے کے بعد ہوتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ سورج جس سمت سے نکلتا ہے، اس سمت سے مغرب کی طرف ہٹ جاوے، زوال کے پہچاننے کا طریق یہ ہے کہ ایک ہموار زمین پر لکڑی کھڑی کی جائے، طلوع آفتاب کے وقت لکڑی کا سایہ زیادہ ہوگا، آہستہ آہستہ یہ سایہ کم ہوتا جائے گا، جب آفتاب بالکل سر پر آئے گا، تو سایہ تھم جائے گا، جب سایہ دوسری طرف بڑھنا شروع نہ ہو، تو اس کو ٹھیک دوپہر کا وقت کہا جاتا ہے، جب سایہ بڑھنا شروع ہو، تو سمجھنا کہ سورج ڈھل گیا، تو اس کو زوال کہتے ہیں، تو زوال سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

احناف کے مفتیٰ بہ راجح مختار صحیح قول کے موجب جب ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے ڈبل ہو جاوے، وہاں تک ظہر کا وقت رہتا ہے، تو جب ہر چیز کا سایہ اصلی کے علاوہ دگنا ہو جاوے، تو عصر کا وقت شروع ہوگا، مثلاً: دو فٹ لمبی لکڑی ٹھیک دوپہر کے وقت کھڑی کی جاوے، تو اس کا سایہ اصلی دس انچ ہوتا ہے، تو اس لکڑی کا سایہ چار فٹ دس اِنچ ہو جاوے تو عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

ائمہ کے اختلاف سے بچنے کے لیے ظہر کی نماز ایک مثل سے قبل پڑھلی جاوے، اس سے دیر نہ کی جاوے، عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جاوے، جس سے تمام ائمہ کے مذہب کے مطابق ظہر اور عصر کی نماز اپنے اپنے وقت میں ادا کی گئی، یہ کہا جا سکے، جو احناف عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھ لے تو اعادۂ عصر کا قطعی حکم نہیں دی سکتے، لیکن اعادہ کر لینا بہتر اور افضل ہے۔

(عمدۃ الرعایہ فی حل شرح وقایۃ: ۱/ ۱۴۷، شامی: ۱/۱۳۲، بحر: ۱/ ۲۴۵، کبیری: ۲۲۵ طحطاوی: ۱/۱۷۳، امداد الفتاویٰ: ۱/ ۱۵۰)

والله اعلم بالصواب

(۲۳۱) وقت صلاۃ عصر

سوال: صلاۃ عصر کا صحیح وقت بتلا کر کرم فرمائیں، فی الحال ہمارے یہاں ۴:۲۰ کو ہوتی ہے، اور جماعت ۴:۴۰ کو ہوتی ہے؟ کیا یہ صحیح وقت ہے؟

جواب: عصر کا وقت موسم کے اعتبار سے بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے، لہٰذا متعین وقت بتلانا مشکل ہے، اس کے لیے یہ اصول سمجھ لینا چاہیے، ہر چیز کا سایہ اس کے سایۂ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے، تو عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، مثلاً: دو فٹ لمبی لکڑی ٹھیک دو پہر کے وقت کھڑی کی جاوے تو اس کا سایہ اصلی دس انچ ہوتا ہے، تو اسی لکڑی کا سایہ شام کو چار فٹ دس انچ ہو جاوے، تو عصر کا وقت شروع ہو گیا عصر کی نماز کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے، فی الحال یہاں راندیر میں عصر کی اذان ۵:۰۰ کو ہوتی ہے، اور جماعت 5:15 کو ہوتی ہے، آفتاب کے سامنے آنکھ ٹکنے لگے، اس سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے، آفتاب کی طرف دیکھ سکے اور زرد پڑھ جاوے اتنی تاخیر کرنا۔

تأخير العصر مالم تتغير الشمس في الصيف والشتاء والمعتبر تغير القرص وهو أن يصير بحال لا تحار فيه الا عين هو الصحيح والتاخير اليه مكروه.

(هداية: ۱/ ٦٦)

والله اعلم بالصواب

(۲۳۲) صلاۃ عصر جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو پڑھی جاسکتی ہے

سوال: ہمارے یہاں حنفی مذہب کی تین مساجد ہیں، اور ایک مسجد اہل حدیث کی ہے، حنفی مسلک کی مسجدوں میں عصر کی نماز دو مثل پر پڑھی جاتی ہے، اور اہل حدیث ایک مثل پر پڑھتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے ایک مثل پر عصر کی نماز ہوگی ہے کہ نہیں، دوسرا سوال یہ کہ حنفی مسلک والا عصر کی نماز اہل حدیث کے پیچھے ان کی مسجد میں پڑھ لے تو نماز ادا ہوگی کہ نہیں، تیسرا سوال یہ کہ اگر ادا نہ ہو تو اعادہ کرنا پڑے گا، چوتھا سوال یہ کہ شافعی اور حنبلی بھی ایک مثل پر نماز پڑھتے ہیں، تو کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا؟

جواب: عصر کا وقت مفتیٰ بہ قول کے اعتبار سے احناف کا مسلک یہ ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جاوے، تو شروع ہوتا ہے، اور دو مثل تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔

خروج وقت الظهر عند صيرورة الظل مثلي المقياس رواية عن ابى حنيفة وهو الذى رجحه صاحب البحر الرائق وقال في الغياثية هو المختار وقال في البدائع والمحيط هو الصحيح وهو الذي اختاره اكثر ارباب المتون .

(عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية : ۱/۴۷، ومثله فی الشامی : ۱/۲۳۲، بحرا لرائق : ۱ / ۲۴۵)

وقال فی مالا بدمنہ: وروایۃ مفتی بہ از امام اعظم آن ست کہ وقت ظہر باقی ماند تا کہ سایۂ ہر چیز دو چند آں شود سوائے سایۂ اصلی وبعد گذشتن وقت ظہر بر ہر دو قول وقت عصر است (۲۹)

إذا تعارضت الآثار لاينقص الوقت بالشک،أو ينقص ولا يدخل بالشک.

(نقائة شرح مختصر الوقاية لملا على قارى: ۱/۸۵، هداية اولين)

لہٰذا دریافت طلب صورت میں جس شخص نے عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھی اس کو اعادہ کا قطعی حکم نہیں لگا سکتے، لیکن اعادہ کر لینا بہتر اور افضل ضرور ہے۔ (امداد الفتاویٰ:۱/۱۵۰)

شافعی اور حنبلی کے پیچھے ایک مثل پر عصر کی نماز پڑھنے پر حنفی مذہب والے کو عصر کی نماز اعادہ کر لینا بہتر اور افضل ہے۔

وانظر هل إذا لزم من تاخيره العصر إلى المثلين فوت الجماعة يكون الأولى التاخير أم لا والظاهر الاول بل يلزم لمن اعتقد رجحان قول الإمام تأمل.

(شامی: ۱/۳۵۹،مکتبه سعید)

قال المشائخ ينبغى ان لايصلى العصر حتى يبلغ المثلين ولا يؤ خر الظهر إلى أن يبلغ المثل يخرج من الخلاف فيهما .

(كبيرى:۲۲۵، طحطاوی علی الدر : ۱/۱۷۳ ، مجموعة الفتاویٰ : ۳ / ۴۳)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۳۳)عصر کی نماز شافعی امام کے پیچھے شافعی وقت میں پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: ایسی جگہ جہاں مصلی حضرات شافعی ہوں، حنفی حضرات کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا ان کے ساتھ عصر کی نماز شافعی وقت میں پڑھ لینا چاہیے، یا حنفی وقت پر پڑھنی چاہیے؟

جواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ظہر کے متعلق ہر چیز کا سایہ سایۂ اصلی کے علاوہ مثلین نہ ہوجائے، وہاں تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے، مثلین پر ختم ہوکر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں اسی کو صحیح کہا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب سایہ ایک مثل ہوجائے وہاں تک رہتا ہے، اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے، لہٰذا حنفی حضرات کو اپنے وقت میں نماز ادا کرنی چاہیے:

قال أبوحنيفةؒ: لايدخل وقت العصر حتى يصير ظل قامتين فإذا صار الظل قامتين دخل وقت العصر. (۱/۱۴۴، كتاب الأصل)

والصحيح قولنا كما روى في حديث ابى هريرةؓ في وقت العصر .

(بدائع الصنائع: ۱/۱۲۳) فقط

والله اعلم بالصواب

۱۹۸۹/۱۲/۲۸ء

(۲۳۴) عصر کی نماز حنفی مذہب والے کا شافعی وقت میں پڑھنا

سوال: ممبئ میں شافعی مسجد میں عصر کی نماز حنفی مذہب کے وقت سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جلدی ہوتی ہے، تو حنفی مذہب والے کا شافعی مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں سب لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، تو شافعی مذہب کے مطابق ممبئ میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: حنفی مذہب والے کو حنفی مذہب کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری روایت اور قولِ صحیح کے بموجب ہر چیز کا سایہ دوگنا ہونے تک ظہر کی نماز کا وقت رہتا ہے، اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے، لہٰذا سائے کے دوگنا ہونے کے بعد حنفی مذہب

والے کو عصر کی نماز پڑھنا ضروری ہے، بل کہ دو مثل سایہ ہونے تک دیر کرنے میں جماعت چھوٹ جائے تو بھی اولی اور بہتر یہی ہے کہ حنفی وقت کے مطابق عصر کی نماز پڑھی جائے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نماز کی فضیلت اور ثواب کی بنا پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے، وہاں جماعت نہ چھوڑی جائے۔ (احسن الفتاوی:۲/۴۴۵)

وقت الظهر من زواله إلى بلوغ الظل مثليه هذا ظاهر الرواية عن الإمام، نهاية وهو الصحيح بدائع ومحيط وينابيع وهو المختار غياثية .(رد المحتار: ۱/۳۳۲)

هل إذا لم لزم من تأخيره العصر إلى المثلين فوت الجماعة يكون الاولى التأخير ام لا والظاهر الاول بل يل زم لمن اعتقد رجحان فوت الجماعة يكون الاولى التأخير أم لا والظاهر الاول بل يلزم لمن اعتقد رجحان قول الإمام .

(۱/۳۳۳) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۰ / ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

(۲۳۵) مغرب کی نماز کا وقت

سوال: مغرب کی نماز کا وقت کب تک رہتا ہے، اور عشا کی نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

جواب: غروب آفتاب کے بعد مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے، اور شفق ختم ہونے تک باقی رہتا ہے، صاحبین کا قول یہ ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد مغرب میں جو سرخی دکھائی دیتی ہے، اسے شفق احمر کہا جاتا ہے، امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ سرخی ختم ہونے کے بعد ایک سفیدی ظاہر ہوتی ہے، اسے شفق ابیض کہا جاتا ہے، لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بہ موجب شفق ابیض تک مغرب کا وقت رہتا ہے، عشا کی نماز کا وقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مغرب میں سرخی ختم ہونے کے بعد سفیدی ظاہر ہوتی ہے، اس سفیدی کے ختم ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے، احتیاطاً اسی پر

عمل کیا جائے، لیکن امام ابوحنیفہؒ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے۔

لہٰذا احناف متفقہ مذہب مغرب کے متعلق یہ ہے آفتاب غروب ہونے کے بعد سرخی باقی رہے وہاں تک رہتا ہے، اور یہی احناف کا مفتی بہ مذہب ہے، علماء احناف نے احتیاطاً لکھا ہے کہ مغرب کی نماز سرخی ختم ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے، اور عشا کی نماز سرخی ختم ہونے کے بعد سفیدی ختم ہو اس کے بعد پڑھی جائے، تاکہ دونوں نمازیں احناف کے قول کے بہ موجب ادا ہو جائیں۔ (ہدایہ: ۱/ ۶۶، شامی: ۱/ ۳۳۵)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۳۶) غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا

سوال: سورت (Munsipal Corporation) مونسپل کارپوریشن کے نزدیک ایک مسجد ہے، وہاں تقریباً پندرہ ملازمین دفتر کے وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، فی الحال سردی کا زمانہ ہے چھ بجکر دس منٹ پر چھٹی ہوتی ہے، مغرب کی نماز کا وقت چھ بجکر پانچ منٹ پر ہے، جس سے ملازمین کو جماعت نہیں ملتی، مقامی حضرات صرف چار پانچ ہوتے ہیں، تو ملازمین کو جماعت مل جائے اس غرض سے مغرب کی نماز دس منٹ تاخیر سے کی جائے تو شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: غروب آفتاب کے فوراً بعد مغرب کی نماز ادا کرلینا مستحب ہے، شرعی علت کے بغیر مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر کیجائے کہ آسمان میں ستارے نکلنے سے پہلے ادا کرلی جائے، کہ اتنی تاخیر مکروہ تنزیہی ہے، اگر شرعی عذر کی بنا پر نماز تاخیر کی جائے، تو مکروہ تحریمی ہے، مثلاً: رمضان میں اذان کے بعد تھوڑی تاخیر سے ادا کی جاتی ہے، مذکور صورت میں (Tion ora Munsipal Corp) مونسپل کارپوریشن کے ملازمین کو مغرب کی جماعت مل جائے اس مقصد سے دس پندرہ منٹ تاخیر کراہت نہیں ہے۔ (امداد الفتاوی)

تأخير قدر ركعتين يكره تنزيهاً أن ما في القنية من استثناء التاخير القليل محمول على ما دون الركعتين وإن الزائد على القليل إلى اشتباک النجوم مكروهاً تنزيهاً، وما بعده تحريماً إلا بعذر . (شامی: ۱/۳۴۳)

والظاهر ان السنة فعل المغرب فوراً وبعده مباح إلى اشتباک النجوم فيكره بلا عذر، واشتباكها ان يظهر صغارها وكبارها حتى لايخفى منها شئي فهو عبارة عن كثرتها . (شامی: ۱/۳۴۲) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/ جمادی الثانی:۱۴۱۲ھ

(۲۳۷) غروب آفتاب کے وقت مغرب پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: دائمی تقویم میں غروب آفتاب چھ پینتالیس ہے، مجھے سات بجے کی گاڑی سے جانا ہے، تو اذان کے انتظار کے بغیر مسجد کی گھڑی کے وقت کے مطابق چھ پینتالیس پر مغرب کی فرض نماز شروع کروں، تو نماز ہو جائے گی؟

جواب: شریعت کے احکام کا مدار کیلنڈر اور گھڑی کے اوپر نہیں ہے، آنکھوں سے دیکھنے کے اوپر ہے، تو سفر کی ضرورت کی بنا پر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے، تو غروب آفتاب کے پختہ یقین ہونے کے بعد نماز پڑھنی چاہیے۔ (۲/۱۳۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۳۸) رمضان میں مغرب کی نماز پندرہ منٹ تاخیر سے کھڑی کرنا

سوال: ہمارے گاؤں میں رمضان کے مہینہ میں روزہ افطار کے لیے سائرن بجایا جاتا ہے، پھر آٹھ دس منٹ کے بعد مغرب کی اذان ہوتی ہے، اور اذان کے پانچ منٹ بعد جماعت کھڑی ہوتی

ہے، چنانچہ غروب آفتاب اور مغرب کی نماز میں لگ بھگ پندرہ منٹ کا فاصلہ ہوتا ہے، تو سورج ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے پندرہ منٹ کا فاصلہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اتنی تاخیر کرنا کہ مغرب کی نماز کی دو رکعتیں ادا کی جاسکیں کراہت کے ساتھ جائز ہے، اس سے زیادہ تاخیر یہاں تک کہ آسمان میں ستارے کثرت سے نکل جائیں اتنی تاخیر کرنا تمام علما کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، اس سے کم تاخیر بعض علما کے نزدیک بغیر کراہت کے جائز ہے، اور بعض کے نزدیک دو رکعت ادا ہو سکے، مگر آسمان پر ستارے کثرت سے نکلنے سے پہلے ادا کر لی جائے، تو بھی مکروہ تنزیہی ہے، لیکن رمضان المبارک میں اطمینان سے نماز ادا ہو سکے پندرہ منٹ تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (احسن الفتاوی:۲/ ۱۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: میری امت ہمیشہ بھلائی پر باقی رہے گی جب تک کہ وہ مغرب کی نماز ستاروں کے کثرت سے نکلنے سے پہلے ادا کر لیں۔

لایزال أمتی بخیر ما لم یؤخروا یالمغرب إلی ان اشتبک النجوم .

(السنن لأبی داود: ٦٠)

لہٰذا غروب آفتاب کے بعد آسمان پر کثرت سے ستاروں کے نکلنے تک مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے، اسلیے کہ اتنی تاخیر کرنا یہود کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، تو یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو ایسے وقت میں مغرب کی نماز ادا کی جائے۔

ویستحب تعجیل المغرب لأن تاخیرها مکروہ لِما فیه من التشبه بالیهود .

(هدایه: ١/ ٦٦)

رمضان المبارک میں بعد اذان جماعت میں دس پندرہ منٹ کا فاصلہ رکھنا جس سے روزے دار گھر سے افطار کر کے مسجد میں آسکیں، اور جماعت مل سکے یہ درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۶/۵/۴ء

(۲۳۹) مغرب کا آخری وقت اور عشا کا ابتدائی وقت

سوال: مغرب کی نماز کا آخری وقت کب تک رہتا ہے، اور عشا کی نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟

جواب: مغرب کی نماز کا وقت غروب آفتاب کے بعد اس طرح کہ آفتاب کی کوئی کرن آسمان پر نہ دکھائی دے، جب سے شروع ہوتا ہے، اور مفتی بہ قول کے مطابق غروب آفتاب کے بعد آسمان پر سرخی باقی رہے، وہاں تک مغرب کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے، اور مفتی بہ قول کے مطابق سرخی ختم ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے، لیکن علما فرماتے ہیں کہ سرخی ختم ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لی جائے، اور سرخی کے بعد سفیدی آتی ہے، اس سفیدی کے ختم ہونے کے بعد عشا کی نماز پڑھی جائے۔

وقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة عندهماوبه قالت الثلثة وإليه رجع الإمام، ......لكن تعامل الناس اليوم في عامة البلاد على قولهما وقد أيده في النهر تبعاً للنقاية والوقاية، مصر حين بان عليه الفتوى .(شامی: ۱/۳۳۴)

وللمغرب منه إلى مغيب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتى وعند أبى حنيفةؒ الشفق هو البياض . (شرح الوقاية: ۱۳۰)

المعتبر فى غروب الشمس سكوت قرص الشمس بان لا يرى شئ من شعائها على اطراف البنيان. (عمدة الرعاية)

ذكروا ان الاولى أن يصلى الظهر قبل المثل والعصر بعد المثلين والمغرب قبل ذهاب الحمرة والعشاء بعد ذهاب البياض .

(عمدة الرعاية: كتاب الصلوة باب الأوقات)

ذهب المحققون من أصحابنا إلى ترجيح القول يجوز تأخيرها (اى

المغرب) ما لم يغب الشفق وأنه يجوز ابتدائها في كل وقت ولا يأثم بتأخيرها عن اول الوقت وهذا هو الصحيح والصواب الذى لايجوز غيره . (تحفة الأحوذى)

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اُتم

یکم ذی قعدہ:۱۴۱۱ھ

(۲۴۰) عشا کی نماز کب پڑھنی چاہیے

سوال: مغرب کی نماز کے بعد کتنی تاخیر سے عشا کی اذان دینی چاہیے، عشا کی نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے یا آخری وقت میں؟

جواب: غروب آفتاب کے بعد اس جگہ سرخی دکھائی دیتی ہے مفتی بہ قول کے مطابق اس سرخی کے ختم ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے۔

وقت المغرب منه إلى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما وإليه رجع الإمام . (شامی: ۱/۳۳۴)

سرخی ختم ہونے کے بعد سفیدی آتی ہے اس سفیدی کے ختم ہونے کے بعد عشا کی نماز پڑھنے میں احتیاط ہے، مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد ایک گھنٹہ بیس منٹ سے لے کر ایک گھنٹہ پینتیس منٹ تک رہتا ہے، موسم کے اعتبار سے کم زیادہ ہوتا رہتا ہے، ایک گھنٹہ بیس منٹ سے کم اور ایک گھنٹہ پینتیس منٹ سے زیادہ نہیں رہتا ہے۔ (کفایت المفتی:۳/۲۹)

فی الحال اکتوبر میں ایک گھنٹہ بیس منٹ رہتا ہے، نومبر میں ایک گھنٹہ تیئیس منٹ تک رہتا ہے، سفیدی ختم ہونے کے بعد عشا کی نماز پڑھنی چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب

۲۰/۱۰/۱۹۹۹ء

(۲۴۱)عشا کی نماز کا مستحب وقت

سوال: عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے لیے افضل وقت کیا ہے؟

جواب: عشا کی نماز ایک تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے، اگر ضرورت ہو ایک تہائی سے پہلے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت پر تکلیف کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک تہائی رات تک عشا کی نماز مؤخر کرتا، اگر صحابہ کرام حاضر ہوجاتے تو عشا کی نماز جلد پڑھاتے، اور اگر کم ہوتے تو تاخیر فرماتے۔

يستحب تاخير العشاء إلى ما قبل ثلث لقوله عليه السلام لو لا ان اشق على أمتي لأخرت العشاء إلى ثلث الليل. (هدايه: ٦٦)

كان النبی صلی الله عليه وسلم يصلی.......... العشاء إذا كثر الناس عجل وإذا قلو أخر. (انوار البارى شرح بخارى : ٨٠، باب وقت العشاء إذا اجتمع الناس أو تأخروا، هدايه: ٦٦، فتاوى دار العلوم: ٢/ ٤١) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۶/شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

(۲۴۲)یو.کے.(U.K.) میں عشا کی نماز کا وقت

سوال: (الف) شفق احمر غروب ہونے سے پہلے عشا کی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(ب) پورے سال کے لیے ایک ہی وقت سورج غروب ہونے پر متعین کر لینا جیسے سورج غروب ہونے کے بعد ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشا کی نماز پڑھنا جائز ہے؟ جب کہ شفق احمر یا شفق ابیض کے غروب ہونے کا وقت روزانہ کم زیادہ ہوتا رہتا ہے؟

(ج) شفق احمر یا شفق ابیض کے غروب ہونے کا یقین ہے، لیکن بدیر غروب ہونے پر وقت سے پہلے اپنی مرضی کے مطابق فاصلہ مقرر کر کے سورج غروب ہونے کے بعد ایک گھنٹہ یا اس سے

کم وقت پر عشا کی نماز پڑھنا جائز ہے؟ اس خوف سے کے نیند آنے سے عشا کی نماز رہ جائے گی، ایسی حالت میں عشا نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ (U.K.)

جواب: احناف کی معروف اور متداول کتابوں میں لکھا ہے، کہ مغرب کا وقت غروب شمس سے شروع ہوتا ہے، شفق کے غروب ہونے تک رہتا ہے، اور شفق سے مراد سورج کے غروب ہونے کے بعد جو لالی رہتی ہے، وہ ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو لالی ختم ہونے کے بعد آسمان کے کناروں پر دیکھائی دیتی ہے، مگر امام ابوحنیفہؒ نے صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع کیا ہے، لہٰذا احناف کا متفق علیہ مسئلہ مغرب کے متعلق یہی ہے، کہ سورج غروب ہونے کے بعد جو لالی باقی رہتی ہے، وہاں تک رہتا ہے، اور یہی احناف کا مفتیٰ بہ قول ہے، احتیاطا علماء احناف نے لکھا ہے کہ مغرب کی نماز لالی ختم ہونے سے پہلے پڑھ لی جاوٴ، اور عشا کی نماز لالی کے بعد کی سفیدی کے ختم ہونے بعد پڑھی جاوے۔

سوال میں لکھا ہے نیند کے خوف سے عشا کی نماز جلدی پڑھی جاسکتی ہے، جب کہ ابھی لالی باقی ہو، اگر سوال کا مقصد یہی ہو تو شفقِ احمر کے ختم ہونے سے پہلے عشا کی نماز پڑھنا صحیح نہیں، اس لیے کہ ابھی مغرب کا وقت باقی ہے، اور کسی بھی امام کے نزدیک عشا کا وقت شروع نہیں ہوتا ہے، لہٰذا لوگوں کے سوجانے کے خوف سے وقت سے پہلے نماز صحیح نہیں ہوگی، اس لیے کہ ابھی عشا کا وقت نہیں ہوا۔

(ووقت المغرب منه إلى)غروب (الشفق وهو الحمرة)عندهما وبه قالت الثلاثة وإليه رجع الامامؒ كما فى شرح المجمع وغير هما فكان هو المذهب . (در مختار مع الشامی : ۱ / ۳۶۴)

و للمغرب منه إلى مغيب الشفق وهوالحمرة عند هما وبه يفتىٰ .

(شرح الوقاية : ۱۳۰)

وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة هكذا في القدوری وقولهما اوسع للناس وقول أبي حنيفة احوط. كذا في الكافي .

(الفتاویٰ الهندية: ۱/۱ ۵)

احسن الفتاوی میں ہے: ’’مفتیٰ بہ قول کے مطابق شفق احمر پر مغرب کا وقت ختم ہوکر عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے، امام صاحبؒ کا آخری قول یہی ہے اور ائمۂ ثلاثہ بھی اسی کے قائل ہیں‘‘۔

(احسن الفتاوی:۲/۱۰۳)

ان الأولى أن يصلي الظهر قبل المثل والعصر بعد المثلين والمغرب قبل ذهاب الحمرة والعشاء بعد ذهاب البياض. (عمدة الرعايةفی حل شرح وقاية: ۱/۱۳۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۲۸/محرم/۱۴۲۲ھ

(۲۴۳) برطانیہ میں عشا کی نماز کا وقت

سوال: یہاں برطانیہ میں کہا جاتا ہے کہ شفق اور صبح صادق معلوم کرنا مشکل ہے، سردیوں میں یعنی نومبر دسمبر اور جنوری میں تو یہ بات صحیح ہوسکتی ہے، مگر دوسرے مہینوں میں حقیقت میں ایسا نہیں ہے، پھر بھی دیکھنے کی کوشش نہ کرکے صرف محکمۂ موسمیات پر اعتماد کرکے ان کے بتائے ہوئے غروب شفق اور طلوع صبح صادق پر عمل کیا جارہا ہے، پہلے انہوں نے بارہ ڈگری کا حساب کرکے وقت بتایا، اور برطانیہ کے تمام مسلمان اس پر عمل کرنے لگے، مگر عشا کی نماز کے لیے بہت انتظار کرنا پڑتا تھا، لوگ حرج میں پڑگئے تو مفتیانِ کرام نے تنگی دور کرنے کے لیے شفق احمر کے غروب ہونے پر عشا کی نماز اداء کرنے کا فتویٰ دیا، جس کی بنا پر ایک یا سوا گھنٹہ سے عشا کی نماز پڑھتے رہے، لیکن ۱۹۸۲ء میں یہ بات چلی کہ بارہ ڈگری کا وقت غلط ہے، بلکہ اٹھارہ ڈگری کا وقت صحیح ہے، اس پر عمل کرنا شروع کیا، جس کی بنا پر عشا کی نماز کے لیے حد سے زیادہ انتظار کرنے کی بنا پر تکلیف میں مبتلاء ہوگئے،

دوڈھائی ساڑھے تین گھنٹے تک انتظار کرنا پڑتا ہے،تو سوال یہ ہے: (۱) شفق احمر کے غائب ہونے پر عشا کی نماز ادا کرنے میں کوئی حرج ہے؟ (۲) عشا کی نماز کا وقت شروع کرنے میں تکلیف ہوتو دائمی طور پر غروب آفتاب کے سوا گھنٹے کے بعد عشا کا وقت مقرر کیا جاسکتا ہے، شرعاً کوئی ممانعت تو نہیں ہے؟ (۳) ڈگری کا وقت اور خود تجربہ کیا ہوا وقت ان دونوں میں فرق ہوجائے تو خود تجربہ کیا ہوا وقت ماننا پڑے گا یا محکمۂ موسمیات کے نکالے ہوئے وقت کو صحیح مانا جائے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفق احمر کے غروب ہونے کے قریب عشا کی نماز ادا کرتے تھے، چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: کہ دوسروں کی بنسبت میں عشا کی نماز اچھی طرح جانتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز تیسرے چاند کے چھپ جانے وقت ادا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں: تیسری تاریخ کا چاند اکثر شفق احمر کے غروب ہونے کے قریب غروب ہوتا ہے۔

عن النعمان بن بشير رضى الله تعالى عنهما قال: أنا أعلم بوقت هذه الصلاة، صلاة العشاء الآخرة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليها لسقوط القمر الثالثة . (السنن لأبی داود: ۶۰)

قال ابن حجر رحمه الله تعالى: والقمر غالباً يسقط فى تلك الليلة قريب غيبوبة الشفق الأحمر . (مرقاة المفاتيح: ۱/۴۰۶)

جب کہ شفق احمر کے غائب ہونے پر عشا کی نماز ادا کرنے میں آپ لوگوں کے لیے آسانی ہے نماز کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑتا، جماعت چھوٹ جانے کا بھی خطرہ نہیں ہے، صاحبین اور ائمۂ ثلاثہ کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابوحنیفہؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے، آپ حضرات کا اس پر عمل اور تجربہ بھی رہا ہے، اور علامہ شامیؒ کے کہنے کے بموجب اکثر شہروں میں اسی پر عمل ہوتا ہے، تو شفق احمر کے غائب ہونے پر عشا کا وقت مقرر کرکے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

اختلاف الأئمة يوجب التخفيف .

(۲) سورج غروب ہونے اور شفق احمر کے غائب ہونے کے درمیان فاصلہ یکساں نہیں رہتا، کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے، لہٰذا پورے سال کے لیے سوا گھنٹہ مقرر کرلینا درست نہیں ہے، بل کہ شفق احمر کے غروب ہونے کے بعد ہی عشا کی نماز پڑھنی چاہیے۔

لأن الأصل فی باب الصلاة أن لا يثبت فيها ركن ولا شرط إلا بما فيه يقين. (الفتاوی الهندية: ۱/۵۱، كتاب الصلاة، الباب الأول فی المواقيت وما يتصل بها)

لكن تعامل الناس اليوم فی عامة البلاد علی قولهما، وقد أيده فی النهر تبعاً للنقاية والوقاية والدرر والإصلاح ودرر البحار والإمداد والمواهب وشرحه البرهان وغيرهم مصرحين بأن عليه الفتوی، وفی السراج: قولهما أوسع وقوله أحوط والله اعلم. (شامی: ۱/۳۶۱، كتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة الوسطی، مكتبه سعيد)

(۳) موسمیات ان کا حساب شرعاً معتبر نہیں، اور نہ اس سے نماز کا وقت متعین کیا جا سکتا ہے، اور نہ روزے کا وقت بلکہ شرعی طور پر دیکھنے یا گواہی یا یقین ہی معتبر ہے، لہٰذا صرف تجربہ کا اعتبار کیا جائے گا، محکمۂ موسمیات کے وقت پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے: **لا يوخذ بقول المنجمين.** (الاشباه والنظائر: ۱/۲۲۸)

لاعبرة بقول المنجمين. (قواعد فقه: ۱۰۸، شامی: ۲/۳۹۳، مكتبه سعيديه) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۳/ربیع الأول، ۱۴۰۸ھ

(۲۴۴) دائمی تقویم پر عمل اور فجر، ظہر اور مغرب کب تک پڑھ لی جاوے۔

سوال: آج کل اکثر مساجد کثیر آبادی والے محلّہ میں ہوتی ہے، مسجد کے ارد گرد بڑے بڑے مکانات ہوتے ہیں، جس کی بنا پر طلوع شمس اور غروب شمس دیکھائی نہیں دیتا، تمام مساجد میں صبح صادق طلوع آفتاب، زوال اور غروب آفتاب کے اوقات لکھے ہوئے رہتے ہیں، مثلاً صبح صادق (۴:۵۵)،

طلوع آفتاب (۶:۱۴)، زوال (۱۲:۴۲)، غروب آفتاب (۷:۱۲)، تو زوال کب تک رہتا ہے، فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا کب پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: گرمی، سردی الگ الگ موسم میں دن چھوٹا بڑا ہوتا ہے، جس کی بنا پر نماز کے اوقات میں بھی فرق رہتا ہے، لہٰذا پانچوں نمازیں کب تک پڑھی جاوے، یہ متعین طور پر نہیں بتا سکتے، نماز کا اصل مدار آفتاب پر ہے، آفتاب کے طلوع اور غروب میں فرق ہونے سے نمازوں کے اوقات میں بھی فرق ہوگا، اگر اوقات صلوٰۃ کا نقشہ تقویم معتمد شخص نے تحقیق سے تیار کیا ہو، تو اس میں بتائے ہوئے طلوع شمس سے دو تین منٹ پہلے فجر کی نماز سے فارغ ہو جانا چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۳۹، ۱۴۰)

دوپہر کے وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو، اس سے پہلے ظہر پڑھ لینا بہتر ہے، اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کے قول میں ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جاوے اس سے پہلے تک ظہر کا وقت رہتا ہے، عصر کا مکروہ وقت غروب آفتاب سے زیادہ سے زیادہ سترہ منٹ پہلے شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے عصر پڑھ لی جاوے۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۴۳)

غروبِ آفتاب کے بعد آسمان پر لالی باقی رہے وہاں تک مفتیٰ بہ قول کے بموجب مغرب کا وقت باقی رہتا ہے، اس سے پہلے مغرب پڑھ لینی چاہیے، جس کا اندازہ سورج کے غروب ہونے سے ۴۵ منٹ تک رہتا ہے، یعنی اس سے پہلے مغرب پڑھ لینی چاہیے، لالی ختم ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے۔ (شامی: ۱/ ۳۳۴ ، احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۴۶)

نوٹ: اصل مدار شفقِ احمر یعنی آفتاب غروب ہونے کے بعد آسمان پر جو لالی ہوتی ہے، اس کے ختم ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوگا، جس کا اندازہ ۴۵ منٹ ہے، اس پر مدار نہیں۔

اصل یہ ہے کہ آفتاب آسمان کے بیچوں بیچ یعنی سر پر آ جاوے، جس کی علامت یہ ہے کہ لکڑی کھڑی رکھنے سے سایہ کا کم ہونا بند ہو جائے، وہاں سے لے کر آفتاب کا سایہ مغرب کی طرف بڑھنا شروع ہو تو یہ زوال ہو گیا، اس وقت سے آٹھ، دس منٹ پہلے نماز بند کر دی جاوے بعد زوال نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

واختلف في وقت الكراهية عند الزوال فقيل من نصف النهار إلى الزوال، لأن وقت الزوال لا تكره فيه الصلوٰة إجماعا......لانه يدخل به وقت الظهر.

(رد المحتار: ۱/ ۳۷۱، مکتب سعید پاکستان، البحر الرائق: ۱/ ۲۵۱)

(۲۴۵) جنتری سے وقت صلاۃ مقرر کرنا

سوال: پانچوں نمازیں محکمۂ موسمیات کے بتائے ہوئے طلوع وغروب کے وقت ادا کرنا درست ہے کہ نہیں؟ جب کہ وہ لوگ پورے یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ ہمارا اسی (۸۰) سال کا تجربہ ہے کہ طلوع وغروب میں کبھی کبھی فرق نہیں آیا، تو کیا ان کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے نماز کا وقت ان کے بتائے ہوئے وقت پر مقرر کر سکتے ہیں؟

جواب: نماز وروزے کے اوقات متعین کرنے کے لیے اصل تو آسمان کی علامتیں ہی ہیں ،لیکن اگر گھڑی اور جنتری کی موافقت ان علامتوں کے ساتھ یقینی یا ظنی طور پر ہو جاتی ہو تو اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔ (امداد الفتاوی: ۱/۱۰۳)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۰/۳/۷

(۲۴۶) تہجد کا وقت

سوال: صلوۃ تہجد کا افضل وقت کونسا ہے؟ اور کب تک باقی رہتا ہے؟

جواب: اگر تہجد کے لیے بیدار نہ ہو سکتا ہو تو عشا کی نماز کے بعد دو رکعت تہجد کی نیت سے ادا کر لی جائے تو بھی تہجد کا ثواب مل جائے گا ،مگر رات کے اخیری تیسرے حصہ میں تہجد کی نماز پڑھنا افضل ہے اور یہی بہتر وقت ہے، اور صبح صادق تک تہجد کا وقت باقی رہتا ہے۔

حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے رات کے

آخری حصہ میں قرب حاصل کرسکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن عبسہؓ سے فرمایا اگر آپ اس وقت میں عبادت کرکے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی طاقت رکھتے ہو تو اسی وقت میں عبادت کرو۔

عن عمرو بن عبسة رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اقرب مايكون الرب من العبد في جوف الليل الاخر فان استطعت ان تكون ممن يذكر الله فى تلك الساعة فكن رواه الترمذى .

(مشكوة المصابيح: ۱۰۹)

ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ رات کے آخری وقت کی ابتدا آخری تیسرے حصہ سے ہوتی ہے، اور یہی تہجد کا وقت ہے، رات کے کسی بھی حصہ میں تہجد پڑھنا درست ہے، مگر آخری تیسرے حصہ میں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں، لہٰذا اس وقت میں تہجد پڑھنا افضل ہے۔

(الآخر) ..... على انه ينصف الليل ويجعل لكل نصف جوفا والقرب يحصل فى جوف النصف الثانى فإبتداؤ ه يكون من الثلث الأخير وهو وقت القيام للتهجد ..... (مرقات المفاتيح : ۱۴۰/۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۴۷) تہجد کا وقت کب تک رہتا ہے

سوال: تہجد کے لیے افضل اور آخری وقت کونسا ہے؟

جواب: رات کے آخری تیسرے حصہ میں تہجد پڑھنا بہتر اور افضل وقت ہے، اور صبح صادق تک رہتا ہے۔

فابتداؤه يكون من الثلث الأخير وهو وقت القيام للتهجد ولا يبعد ان يكون ابتداؤه من اول من النصف الاخير . (مرقات المفاتيح: ۱۴۰/۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۴۸) نیند سے بیدار ہوکر ہی تہجد کی نماز پڑھنی چاہیے یا قبل النوم پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: تہجد کی نماز کے بارے میں زید کہتا ہے کہ نیند سے بیدار ہوکر تہجد کی نماز پڑھنا بہتر ہے، جب کہ عمر کہتا ہے تہجد کے لیے سوجانا شرط نہیں ہے، بلکہ تہجد کا وقت عشا کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور افضل وقت رات کا آخری تیسرا حصہ ہے تو کس کی بات صحیح ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب: علامہ شامیؒ کی تشریح کے مطابق عمر کی بات صحیح ہے، تہجد کا ثواب اور فضیلت عشا کی نماز کے بعد سونے سے پہلے پڑھنے سے حاصل ہوجاتا ہے، البتہ رات کے اخیری حصہ میں پڑھنا افضل ہے، اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں تہجد ادا کرتے تھے۔

وما کان بعد صلوۃ العشاء فهو من الليل وهذايفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوة العشاء قبل النوم . (شامی: ۲/۲۳، مکتبہ سعید پاکستان)

قالت (عائشةؓ) قالت كان ينام اول الليل ويحى آخره . (السنن للنسائی: ۱/۱۸۶)

وعنها ای (عائشةؓ) قالت كان النبی صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل أى آخره ... يصلى الركعتين ای سنة الفجر متصلا بتهجد ووتره .

(مرقات المفاتیح: ۲/۱۲۰، صلوۃ اللیل)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۴۹) چاشت اور اشراق کا وقت

سوال: چاشت اور اشراق کی نماز کا وقت کیا ہے، کتنی کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے، گھر میں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: طلوعِ آفتاب کے بعد سورج ایک ہاتھ یا دو ہاتھ اونچا ہوجائے اس وقت سے اشراق کا وقت شروع ہوتا ہے، دھوپ میں تیزی نہ آئے، اس وقت تک رہتا ہے، اور جب بعد طلوع خوب اونچا ہوجائے، اور ماحول گرم ہوجائے، چلنے سے زمین بھی گرم لگے، اس وقت چاشت کی نماز

پڑھنا افضل ہے، اور زوال تک وقت باقی رہتا ہے، مطلب یہ کہ چاشت کا مختار وقت ایک ربع دن گذرنے کے بعد ہے، دو رکعت سے لیکر بارہ رکعت تک پڑھ سکتے ہیں، لیکن آٹھ رکعت پڑھنا افضل ہے۔(کبیری:۳۷۳، مرقات، درمختار مع الشامی:۱/۶۳۹)

چاشت اور اشراق کی نماز گھر میں پڑھ سکتے ہیں، اس لیے کہ یہ نفل نماز ہے، اور نفل نماز بنسبت مسجد کے گھر میں ادا کرنا بہتر اور افضل ہے۔

واما الصلاة الضحى من الركعتين إلى اثنتى عشرة ركعة، ووقتها من ارتفاع الشمس إلى ما قبل الزوال قال صاحب الحاوى: وقتها المختار إذا مضى ربع النهار. (كبيرى: ۳۷۳، ۳۷۴)

واما السنن التى بعد الفريضة ان تطوع بها فى المسجد فحسن وتطوعه بها فى البيت افضل، وهذا غير مختص بما بعد الفريضة، بل جميع النوافل، ما عدا التراويح وتحية المسجد، الافضل فيها المنزل لما روى عن النبى صلى الله عليه وسلمانه كان يصلى جميع السنن والوتر فى البيت. (كبيرى: ۳۸۲)

واللہ اعلم بالصواب

اوقات مکروھه کا بیان

(۲۵۰)اوقات مکروہہ کون کونسے ہیں

سوال: کن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہیں؟

جواب: اوقات مکروہا دوقسم کے ہیں:

(۱)وہ وقت جس میں فرض ،قضاء ،سجدۂ تلاوت ،عیدین ،طواف کے بعد کی دو رکعت ، احرام کی دورکعت وغیرہ کوئی بھی نماز جائز نہیں ،اور تین اوقات یہ ہیں:

(۱)طلوع آفتاب یعنی آفتاب کے کنارے کے نکلنے سے لے کر ایک ہاتھ بلند ہوجائے وہاں تک کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ،اس کی علامت یہ ہے کہ آفتاب کی طرف دیکھ کر آنکھیں چلملانے لگے۔(۲) ٹھیک دوپہر کے وقت یعنی زوال تک (۳) غروب آفتاب جب آفتاب میں لالی آجائے اس پر نظر جمنے لگے،دھوپ زرد پڑ جائے اس وقت سے لیکر آفتاب پورا غروب ہوجائے ،اس وقت کوئی نماز جائز نہیں ،البتہ اسی دن کی عصر کی نماز نہ پڑھی ہوتو عصر کی نماز پڑھنا درست ہے۔

(۲)مکروہ وقت میں نفل نماز تحیۃ المسجد ،تحیۃ الوضو ،نذر کی نماز ،طواف کے بعد کی دو رکعت ،واجب نماز پڑھنا مکروہ ہے ،البتہ ان اوقات میں قضاء نماز ، وتر نماز ،صلوٰۃ جنازہ ،سجدۂ تلاوت ادا کیا جائے تو درست ہے۔

اور تین اوقات یہ ہیں:

(۱) صبح صادق سے لیکر فجر کی نماز پڑھنے تک۔

(۲) فجر کی فرض ادا کرنے کے بعد سے لیکر آفتاب طلوع ہونے تک۔

(۳) عصر کی فرض کے بعد آفتاب میں لالی آجائے۔

لاتجوز الصلوٰۃ عند طلوع الشمس ولا عند قیامها فی الظهیرة ولا عند

غروبها .... ولاصلٰوة جنازة ولاسجدة تلاوة الا عصر يومه عند الغروب .... ويكره ان يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس و بعد العصر حتى تغرب .... ويكره ان يتنفل بعد طلوع الفجر باكثر من ركعتي الفجر .

(هداية: ۱/۶۸، ۷۰،الشامی: ۱/۳۷۰، مکتب سعید،فتاویٰ ہندیۃ: ۱/۵۳)

والله اعلم بالصواب

(۲۵۱) مذکورہ بالا جواب کی مزید تفصیل

سوال: اوقات مکروہہ کی آپ نے دوقسمیں بیان کی مگر دوسری قسم سمجھ میں نہیں آئی ،اس کی وضاحت کی درخواست ہے، اور دونوں قسم کی اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا منع ہے ،اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اوقات مکروہہ دوقسم پر ہے: (۱) ایک قسم تو وہ ہے جس میں فرض ،واجب ،نفل نماز جائز نہیں ہے،اور یہ تین اوقات ہیں: (۱) طلوع آفتاب کے وقت (۲) ٹھیک دوپہر کے وقت (زوال) (۳) غروب شمس کے وقت۔ البتہ غروب کے وقت اسی دن کی عصر کی نماز درست ہے۔

منع عن الصلاة وسجدة التلاوة وصلوة الجنازة عند الطلوع والاستواء والغروب . (بحر الرائق: ۱/۲۴۹)

ان اوقات میں کوئی بھی نماز درست نہیں، بلکہ مکروہ ہے اس وقت نماز پڑھنے سے کافروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے،اس لیے کہ ان تین اوقات میں شیطان آفتاب کے پاس کھڑا ہوجاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: آفتاب شیطان کے دوسنگ کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے، آفتاب طلوع ہوکر بلند ہوجاتا ہے،تو شیطان چلا جاتا ہے،اسی طرح ٹھیک دوپہر کے وقت شیطان آجاتا ہے اور زوال کے بعد الگ ہوجاتا ہے، غروب کے وقت پھر شیطان آجاتا ہے، اور

غروب کے بعد چلا جاتا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے آفتاب کی عبادت کرنے والوں سے مشابہت ہوتی ہے،لہٰذا ان تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا۔

قوله صلى الله عليه وسلم: ان الشمس تطلع بين قرنى الشيطان فإذا ارتفعت فارقها ثم إذا استوت قارنها فإذا زالت فارقها ،فإذا دنت للغروب وإذا غربت فارقها، رواه مالک فى المؤطا والنسائى فانه افاد كون المنع لما اتصل بالوقت مما يستلزم فعل الاركان فيه، والتشبه بعبادة الكفار وهذا المعنى بنقصان الوقت . (فتح القدير: ۱/۱٦۱)

إذا اصفرت الشمس فكانت بين قرنى الشيطان، والمراد ان يحاذ يها بقرنيه عند غربها وكذا عند طلوعها لان الكفار يسجدون لها حينئذ فيقرنها ليكون الساجدون لها فى صورة الساجدين له .

(السنن لابى داؤد: ٦۰،وحاشية بحواله نووى)

دوسری قسم تین اوقات یہ ہیں:(۱) صبح صادق سے فجر کے فرض پڑھنے تک (۲) فجر کے فرض پڑھنے سے لیکر طلوع آفتاب تک (۳) عصر کے فرض پڑھنے کے بعد سے لیکر آفتاب غروب ہونے تک ان تین اوقات میں نفل نماز کے مکروہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ پورا وقت فرض کے لیے مخصوص رہے،اس لیے کہ یہ فرض کے لیے وقت ہے،لہٰذا فرض نماز اور اللہ تعالیٰ نے جو عبادت واجب کی ہے جیسے قضاء نماز،سجدۂ تلاوت اس کے پڑھنے میں کراہت نہ ہوگی،البتہ انسان اپنے اوپر اپنی طرف سے جو نماز لازم کرلے،مثلاً نذر کی نماز،طواف کی دو رکعت،تحیۃ الوضو،تحیۃ المسجد یہ نماز مکروہ ہوگی۔

ويكره ان يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب لما روى ،انه عليه السلام نهى عن ذلک ولاباس بان يصلي فى هذين الوقتين الفوائت ويسجد للتلاوة ويصلى عليه الجنازة لأن الكراهة كانت لحق الفرض

لیصیر الوقت کالمشغول به لالمعنی فی الوقت فلم تظهر فی حق الفرائض وفیما وجب لعینه کسجدة التلاوة وظهر فی حق المنذور لان تعلق وجوبه بسبب من جهته وفی حق رکعتی الطواف.(هداية:٦٨،٧٠)

واللہ اعلم بالصواب

۴ ربیع الاوّل ۱۴۱۳

(۲۵۲) زوال کا وقت

سوال: زوال کا وقت فی الحال ۱۲:۴۴ ہے، مگر کتنا وقت نماز کے لیے مکروہ ہے، بہت سے لوگ فقط لکھے ہوئے وقت میں نماز نہیں پڑھتے، لیکن اس سے پہلے اوراس کے بعد پڑھتے رہتے ہیں، تو مکروہ وقت کتنا ہے؟ جیسے طلوع آفتاب، غروب آفتاب یہ مکروہ ہے۔ حدیث کی روشنی میں جواب دیں؟

جواب: تین اوقات ایسے ہیں جس میں نفل، قضاء وغیرہ جائز نہیں: (۱) طلوع آفتاب یعنی ذرہ بھی کنارہ ظاہر ہو اس وقت سے لے کر آفتاب ایک ہاتھ اونچا ہو جائے (تقریباً ۲۰ منٹ) فجر اور اس کے علاوہ کوئی نماز جائز نہیں۔ (۲) ٹھیک دوپہر کے وقت زوال تک یعنی زوال سے ۱۰ منٹ پہلے اور ۱۰ منٹ بعد نماز نہ پڑھے (۳) غروب آفتاب کے وقت جب سورج پر لالی آجائے نظر جمنے لگے، اور دھوپ پیلی ہو جائے، اس وقت سے سورج پورا غروب ہو جائے، اس وقت تک کوئی نماز جائز نہیں، ہاں! اس دن کی عصر کی نماز نہ پڑھی ہو تو پڑھنا درست ہے، لیکن اتنی تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (شامی: ۱/۳۴۴، عمدۃ الفقہ: ۱/۲۱، فتاویٰ رحیمیہ: ۴/۲۸۴)

بعض لوگ زوال کے وقت پر جمعہ کے دن نفل نماز پڑھتے ہیں، اس وقت میں نفل نماز پڑھنا صحیح نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم: ۲/۷۱)

واللہ اعلم بالصواب

۳۰ جولائی ۱۹۹۵

(۲۵۳) وقتِ زوال

سوال: دائمی تقویم میں زوال کا وقت ۱۲:۴۰ ہے، تو کتنے وقت تک نماز پڑھنا جائز نہیں، ۱۰، ۱۵ منٹ کے بعد پڑھنا جائز ہے؟

جواب: استواء سے زوال تک تقریباً ۱۰ منٹ کا اندازہ ہے، یعنی تقویم میں دیئے گئے زوال کے وقت سے ۵ منٹ پہلے اور ۵ منٹ بعد میں نماز نہیں پڑھنا چاہئے، زوال سے پہلے کا سایہ جگہ اور وقت کے بدلتے رہنے سے الگ الگ رہتا ہے، لہٰذا احتیاطاً ۱۰ منٹ پہلے اور ۱۰ منٹ بعد فاصلہ رکھنا بہتر ہے۔

والله اعلم بالصواب

(۲۵۴) جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز پڑھنا

سوال: جمعہ کے دن زوال کے وقت نفل نماز پڑھنا اور تحیۃ المسجد، صلوٰۃ التسبیح وغیرہ پڑھنا جائز ہے؟

جواب: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین اوقات میں نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو منع فرمایا: (۱) طلوع شمس کے وقت جب تک کہ بلند نہ ہوجائے، ٹھیک دوپہر کے وقت (زوال کے وقت) اور غروب شمس کے وقت۔

عن عقبة بن عامر الجهنی رضی الله عنه قال ثلاث ساعة كان رسول الله صلی الله علیه وسلم ینهانا ان نصلی فیهن او نقبر فیهن موتانا حین تطلع الشمس بازغةً حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل وحین تضیف للغروب حتی تغرب . (الجامع للترمذی: ۱۲۲، السنن لابی داؤد: ۴۵۴)

لہٰذا طلوع شمس، زوال اور غروب شمس ان اوقات میں فرض، نفل، سجدۂ تلاوت وغیرہ کوئی بھی نماز جائز نہیں۔

لا تجوز الصلاة عندطلوع الشمس ولا عند قیامها فی الظهیر ة ولا عند

غروبها.... ولا صلوٰة جنازة ..ولا سجدة تلاوة ..الا عصر يومه عند الغروب .

(هداية:۶۸،مجمع الانهر: ۱/۳۷)

كره تحريما مطلقا مع شروق واستواء .

(در مختار مع الشامي : ۱/۳۷۰، ۳۷۱ مكتب سعيد)

جمعہ کے دن زوال کے وقت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نفل نماز پڑھنا جائز ہے،مگر ظاہر ی روایت میں کتب احناف میں زوال کے وقت جمعہ کے دن بھی نماز پڑھنے کو منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنے سے ہم کو منع کیا گیا ہے۔

حضرت سعید مقبوریؒ بیان کرتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ جو جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ (عینی شرح ہدایۃ:۱/ ۵۱۸)

جس حدیث میں جمعہ کے دن نماز آیا ہے،علامہ شامیؒ نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ صحیح حدیثوں میں زوال کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے،اور اصول کا قاعدہ ہے حلت اور حرمت دونوں جمع ہوجائیں تو حرمت پر عمل کیا جاتا ہے،جس حدیث میں جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنا ثابت ہوتا ہے،اس حدیث میں ایک راوی اویس بن مسلمؒ کو ضعیف کہا گیا ہے۔

(شامی:۱/ ۴۳۵،عینی:۱/ ۵۱۸)

لہٰذا حنفی مذہب والے کو زوال کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت کے لیے یہ دلیل کافی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۵۵)اوقات مکروہہ میں قضا نماز کا حکم

سوال: اوقات مکروہہ میں قضا پڑھنا جائز ہے؟

جواب: صبح صادق سے لیکر طلوع شمس تک ،عصر کی فرض کے بعد غروب تک قضاء نماز جائز

ہے، اور جتنی قضاء نماز چاہیے پڑھ سکتا ہے، البتہ مذکورہ وقت میں نفل نماز پڑھنا جائز نہیں۔

ویکره ان یتنفل بعد الفجر حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب.
(هداية: ٦٨)

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۷۵/۱۱/۱۹ء

(۲۵٦) نمازِ فجر سے قبل اور بعد قضا نماز جائز ہے

سوال: فجر کی سنتوں سے قبل اور فرض کے بعد کوئی اور نماز کی قضاء پڑھنا جائز ہے، اور عصر کی فرض کے بعد سجدۂ تلاوۃ اور قضاء نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: صبح صادق کے بعد اور عصر کی فرض کے بعد نفل نماز مکروہ ہے، البتہ ان اوقات میں قضاء اور سجدۂ تلاوۃ جائز ہے۔

تسعة اوقات یکره فیها النوافل ومافی معناه إلا الفرائض فیجوز فیها قضاء الفائتة وصلوٰة الجنازة وسجدة تلاوة کذا فی فتاوی قاضی خان، منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلوة الفجر کذا فی النهاية والکفاية ومنها مابعد صلوٰة الفجر قبل طلوع الشمس هکذا فی النهاية والکفاية ومنها ما بعد صلوٰة العصر قبل التغیر هٰکذا فی النهاية و الکفاية . (الفتاوی الهندية: ۱/۵۲/۵۳)

أما الوقتان الآخران من الخمسة فانه یکره فیهما التطوع فقط ولا یکره فیهما الفرض یعنی الفوائت وصلوٰة الجنائز ة وسجدة التلاوة وهما اي الوقتان المذکوران ما بعد طلوع الفجر إلی ان ترفع الشمس ومابعد صلوٰة العصر إلی غروب الشمس .(حلبی کبیری: ۲۳٦)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۵۷) بعد العصر صلاۃ جنازہ کا حکم

سوال: بعد صلوۃ عصر جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: عصر کی نماز کے بعد جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ومنع عن التنفل بعد صلوة الفجر لاعن قضاء فائتته وسجدة تلاوة وصلوة الجنازة . (البحر الرائق: ۱/۲۵۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۵۸) رات کا معمول رہ جائے تو دوسرے وقت میں ادا ہوسکتا ہے

سوال: اگر کسی کا رات کا عمل مثلاً تہجد یا اور کوئی وظیفہ رہ جائے تو دوسرے وقت میں پڑھ سکتا ہے؟

جواب: تہجد یا رات کا معمول چھوٹ جائے تو دوسرے دن زوال سے پہلے وہ عبادت یا وظیفہ پڑھ لے، رات کو اپنے وقت میں پڑھنے کے برابر ثواب ملتا ہے، اور اتنا ہی فائدہ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کا معمول مکمل یا بعض رہ جائے تو دوسرے دن فجر اور ظہر کے درمیانی وقت میں پڑھ لے تو اتنا ہی ثواب لکھا جائے گا، جتنا رات کا ثواب ہے۔ (سنن ابی داؤد، مسلم)

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً. (سورۃ الفرقان: ۶۲)

(خِلْفَةً) من فاته فی اللیل عمل ادرکه بالنهار ومن فاته بالنهار ادرکه باللیل. (الصحیح البخاری: ۲/۷۰۱)

واللہ اعلم بالصواب

اذان کا بیان

(۲۵۹)اذان واقامت کا ثواب

سوال: اذان واقامت کا کیا ثواب ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤذن کو قیامت کے دن دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے بدلے، دوسروں کے بہ نسبت بلند مرتبہ حاصل ہوگا، اور سب کا امیر ہوگا، دوسرے لوگ میدان محشر میں غم اور فکر میں ہوں گے، تو مؤذن راحت اور اطمینان میں رہ کر، گردن بلند کرکے جنت میں داخل ہونے کے لیے حکم کے انتظار میں ہوگا، ایک حدیث میں ہے کہ مؤذن دوزخ سے دور رہے گا، اور قیامت کے دن موتیوں کے منبر پر ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح:۶۵)

اقامت اذان سے افضل ہے، لہٰذا اقامت کہنے والے کو بھی مؤذن کے برابر ثواب ملے گا۔

وفي الخلاصة والاقامة افضل من الاذان . (البحر الرائق : ۱/۲۵۷)

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/محرم الحرام/۱۴۰۴ھ

(۲۶۰)اذان کا لہجہ

سوال: اذان مختصر طریقے سے دینی چاہیے یا قرأت کی طرح طویل کہنی چاہیے؟

جواب: اذان کے حروف کو خوب طویل کرکے گانے کے طریقہ سے کہنا جس میں زبر ہو وہاں الف، پیش ہو وہاں واو، زیر ہو وہاں یا ہو جائے، اس طرح الفاظ کو کھینچنا بیشک یہ سخت برا اور قبیح ہے، لہٰذا اذان کے حروف کو کھینچ کر اذان دینے کا طریقہ درست نہیں۔

ولا لحن فيه اى تغن يغير كلما فانه لايحل أي زيادة حركة اوحرف او مدا وغيرها فى الا وائل والاواخر . (در مختار مع الشامی: ۱/ ۳۸۷ مکتب سعید)

اگر اذان کے حروف میں بڑھانا گھٹانا ہوتا ہو،اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے،مشہور تابعی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی مسجد کے مؤذن سے کہا:

وقال عمر بن العزيز أذن اذانا سمحا وإلا فاعتزلنا .

(الصحيح للبخاری: ۱/۸۵،باب رفع الصوت بالندا)

یعنی سادی اذان دیا کرو،ورنہ یہاں سے چلے جاؤ،اس لیے کہ وہ لوگ گانے کے انداز پر اذان دیتے تھے،حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے: **إن مـــؤذن اذن فطرب فقال له عمربن عبد العزيز اذن اذانا سمحا والافاعتزلنا .** (فتح الباری: ۲/۸۸)

مگر یہ مطلب بھی نہیں کہ بالکل خشک اذان دی جاوے،ایسی اذان دی جاوے جس میں خوش الحانی نہ ہو،قرآن پاک کی تلاوت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: زَيِّنُوا لقُرآنَ بِاَصْوَاتِكُم (قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو) تو اذان میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا جائے،یہ جائز بلکہ بہتر ہے،اس لیے کہ اذان کا مقصد جو لوگ اپنے گھروں میں ہیں اور دور ہیں ان کو نماز کے وقت سے مطلع کرنا ہوتا ہے،دور تک آواز جاتی ہے،لہٰذا اذان صاف اور خوش الحانی سے دی جاوے اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ حسنِ صوت اور حروف کو صحیح ادا کر کے اذان دینا مطلوب ہے۔

تحسين الصوت لا بأس به من غير تغنن كذا فى الخلاصة،وفى فتح القدير تحسين الصوت مطلوب . (البحر الرائق: ۱/۲۵۶)

لابأس بالتقريب فى الاذان وهو تحسين الصوت .

یعنی اذان کو خوش الحانی سے دینا کوئی حرج نہیں،البتہ یہ ضروری ہے کہ الفاظ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہونے پائے۔(فتاویٰ خانیہ: ۱/۸۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۶۱) اذان دیتے وقت کان میں انگلی ڈالنا

سوال: خطبۂ جمعہ کے وقت اذان دی جارہی تھی، اس وقت خطیب صاحب نے مؤذن کو کہا کہ کان میں انگلی ڈال کر ہتھیلی قبلہ کی طرف رکھو، تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ حالانکہ کان میں انگلی ڈالکر ہتھیلی قبلہ کی طرف کرنا بہت مشکل ہے، اصل حکم کیا ہے؟

جواب: اذانِ خطبہ کے وقت کانوں میں انگلی ڈالنا بہتر ہے، اگر کانوں میں انگلی نہ ڈالے بلکہ فقط کانوں پر انگلی رکھدے تو بھی درست ہے، لہٰذا انگلی کان میں ڈال کر ہتھیلی قبلہ کی طرف رکھنا یہ حکم دینا صحیح نہیں ہے۔

وإن جعل يديه على اذنيه فحسن، لأن أبا محذورةؓ ضم اصابعه الأربعة ووضعها على اذنيه. (شامی: ۱/۳٦۰) فقط

والله اعلم بالصواب

(۲۶۲) اذان کے وقت کانوں پر ہاتھ رکھنا

سوال: ہماری مسجد میں ایک شخص ہمیشہ کان پر ہاتھ رکھ کر اذان دیتا ہے، ہم نے کہا کان میں انگلی ڈال کر اذان دینا چاہیے، تو اس کا کہنا ہے ہاتھ ڈھانک کر اذان دے تو کیا حرج ہے؟

جواب: اذان کے وقت کانوں میں انگلی ڈالنا بہتر ہے، ضروری نہیں ہے، یہ حکم اس لیے ہے کہ آواز بلند ہوکر دور تک پہونچ سکے، پھر بھی اگر کوئی شخص اذان کے وقت کان میں انگلی نہ ڈالے فقط کان پر ہاتھ رکھ کر اذان دے تو کوئی حرج نہیں۔

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بلالاً أن يجعل إصبعيه فى أذنيه، قال إنه أرفع لصوتك. (مشکوٰۃ المصابیح: ٦۴)

ويجعل إصبعيه فى أذنيه وإن لم يفعل فحسن لأنه ليس بسنة أصلية

وإنما شرع لأجل المبالغة في الإعلام وإن جعل يديه على أذنيه فحسن .

(الفتاوی الهندية: ا /۵۶)

هداية: باب الأذان ويجعل ندباً إصبعيه فی صحاخ اذنيه فأذانه بدونه حسن وبه حسن . (درمختار: ا /۳۶۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۶۳) اذان اور تکبیر سے پہلے درود شریف پڑھنا

سوال: اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح تکبیر سے پہلے درود شریف پڑھے اور بعد میں تکبیر کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: شریعت نے جو کام جس موقع پر اور جس جگہ کرنے کے لیے کہا ہے، اس کے خلاف اپنی طرف سے ردوبدل کرنا شریعت کے خلاف ہوگا، جیسے کہ قعدۂ ثانیہ میں درود شریف پڑھنا، لیکن اگر قعدۂ اولیٰ میں پڑھے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہوگا، اور سجدۂ سہو لازم ہوگا، لہٰذا اذان اور تکبیر سے قبل درود شریف پڑھنا ثابت نہیں ہے، بلکہ اذان اور تکبیر کہتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام سن کر درود پڑھنا منع ہے اور مکروہِ تحریمی ہے، بلکہ اذان پوری ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

والسنة فی الصلوٰة أی فی قعود أخير مطلقا وكذا فی قعود أول فی النوافل غير الرواتب مكروهة فی الصلوٰة غير التشهد أخير فلذا استثنى ما فی تشهد اول أی فی غير النوافل فإنه وإن ذكر فيه اسمه صلى الله عليه وسلم فالصلاة فيه مكروه تحريماً، .... ونص العلماء فی استحبابها فی مواضع، ..... اعقب إجابة المؤذن . (شامی: ا /۴۸۳)

مطلب فی مواضع تكره الصلاة، .... إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علی . (الصحيح المسلم: ا /۱۶۶)

وفیه استحباب الصلاة علی رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد فراغه.
(شرح النووی علی هامش المسلم)

اذان اور تکبیر کے الفاظ متعین ہیں، اس سے پہلے درود شریف پڑھنے میں ناواقف لوگ یوں سمجھ لیں گے کہ درود شریف اذان اور تکبیر سے پہلے پڑھنا یہ بھی اذان اور تکبیر کا ایک حصہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے جس طرح ثابت ہوا اسی طرح اس کو رکھنا چاہیے، اپنی طرف سے کمی زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۶۴) اذان اور اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا

سوال: اذان اور اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اذان اور اقامت سے پہلے سراً درود شریف پڑھ لینا درست ہے، جہراً نہ پڑھا جاوے۔

نص العلماء علی استحباب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم في مواضع یوم الجمعة، وعند الاقامة و اول الدعاء واوسطه، وآخره . (شامی: ۱/۴۸۳)

ومن المکروهات الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم فی ابتداء الاقامة لانه بدعة . (طحطاوی علی مراقی الفلاح:۱۹۸)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۶۵) اذان سے قبل تعوذ تسمیہ اور درود شریف پڑھنا

سوال: ہمارے گاؤں میں اذان سے قبل اعوذ اور بسم اللہ اور درود شریف پڑھ کر اذان دی جاتی ہے اور یہ ابھی شروع ہوا ہے۔ پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا تو کیا یہ صحیح ہے اور جمعہ کے خطبہ میں درود شریف زور سے پڑھا جاتا ہے۔ تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں؟

جواب: قرآن حکیم میں ہے: فَإِذَا قَرَأتَ الْقُرآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ .

ترجمہ: آپ جب قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

(سورۃ النحل:۹۸)

مذکورہ آیت کی بنا پر تلاوت سے قبل تعوذ پڑھنا ضروری ہے، قرآن کے علاوہ دوسری کتاب شروع کرنے سے پہلے تعوذ پڑھنا منع اور مکروہ ہے۔اذان اور تکبیر یہ ذکر ہے تلاوت نہیں ہے لہٰذا اذان سے قبل تعوذ نہ پڑھنا چاہیے منع ہے۔(شامی میں ہے تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنا شرعاً درست ہے کوئی کلام یا کتاب سے پہلے تعوذ نہ پڑھا جاوے:

ان الاستعاذة لم تشرع الا عند قرأة القرآن او فى الصلوة......وكذا إذا تكلم بغير ماهو من القرآن فلا يثنى التعوذ بالاولىٰ . (شامی : ۱/۴۵۶،۴۵۷)

اذان اور اقامت سے قبل بسم اللہ اور درود شریف سراً پڑھنے کی اجازت ہے جہراً پڑھنے کو ضروری سمجھنا خلاف شرع ہوگا۔آہستہ دل میں درود شریف پڑھا جاوے۔(شامی:۱/۴۸۳)

ومن المكروهات الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم فى ابتداء الاقامة لانه بدعة . (طحطاوى على مراقى الفلاح:۱۰۸)

وعند الاقامة ...... (شامى،مطلب نص العلماء على استحباب الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم)

خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنے تو سننے والوں کو فقط دل میں درود شریف کا خیال کرنا لینا چاہیے۔زور سے درود شریف پڑھنا جائز نہیں۔اس موقع پر خاموش رہ کر امام کے خطبہ کی طرف دھیان دینا واجب ہے۔ (شامی:۱/۷۶۸)

لو ذكره أو سمعه فى القرأة أو وقت الخطبة لوجوب الإنصات والاستماع فيها . (شامی۱/۴۸۴)

إذاذكر النبی صلى الله عليه وسلم لا يجوز ان يصلوا عليه بالجهر، بل بالقلب وعليه الفتوىٰ. (شامی ۱/۷۶۸)

واللہ اعلم بالصواب

۲۵/۱۲/۱۹۸۹ء/ ۲۵ جمادی الاولی ۱۴۱۰ھ

(۲۶۶) قبل الاذان اور فرض نمازوں کے سلام کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال: بعض مساجد میں قبل الاذان اور فرض نمازوں کے سلام کے بعد صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں اور بعض مساجد میں نہیں پڑھی جاتی تو صحیح کیا ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اور سلام کے جو الفاظ حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائیں ہیں اس کے موافق سلام پڑھنا بہت فائدہ مند ہے، اور برکت کا ذریعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

درود پڑھنے سے روزی میں برکت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا حقدار بنتا ہے، مگر شریعت نے ہر عبادت کے لیے موقع بتایا ہے اس کے مطابق پڑھنے سے فائدہ ہوگا۔ اور اس کے علاوہ اپنی طرف سے کسی دوسرے وقت میں کیا جاوے تو وہ شریعت کے خلاف ہوگا۔ اور شریعت کے خلاف کرنے سے ثواب کے بدلے گناہ ہوگا۔ نماز سب سے بہتر عبادت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''الصلاة خير موضوع'' نماز عبادت کے لیے مقرر کی گئی ہے مگر تین اوقات میں، طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور زوالِ آفتاب اس میں کوئی بھی نماز پڑھنا شریعت نے منع کیا ہے۔

روزہ بہترین عبادت ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''الصوم لي وانا اجزى به'' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ لیکن سال میں پانچ دن روزہ رکھنا منع ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

ایک شخص کو چھینک آئی تو صرف الحمدللہ کے بدلے، الحمد لله والسلام علی رسول الله کہا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف الحمد لله پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔

عن نافع ان رجلا عطس إلی جنب ابن عمر فقال الحمد لله والسلام علی رسول الله قال ابن عمر وانا اقول الحمد لله والسلام علی رسول الله ولیس هکذا علمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان نقول الحمد لله علی کل حال رواه الترمذی . (مشکوة المصابیح:۴۰۶، السنن لابی داؤد:۲۸۶)

اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے ذکر اور دعا میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اتنا ہی کہنا چاہیے اپنی طرف سے کمی زیادتی نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ اپنی طرف سے زیادتی کرنے میں نقصان ہے جیسے اذان میں اخیر میں ''لااله الا الله'' کے ساتھ'' محمدرسول الله '' زیادہ کرنا جائز نہیں۔

وانما الذی علمنا فیها أن نقول الحمد لله علی کل حال فقط من غیر زیادة السلام فیه علی انه ینبغی فی الذکر والدعاء الاقتصار علی الماثور من غیر ان یزاد او ینقص فان الزیادة فی مثله نقصان فی الحقیقة کما لا یزاد فی الاذن بعد التهلیل محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم . (لمعات حاشیۂ مشکوٰۃ:۴۰۶)

سوال میں لکھے ہوئے کے مطابق قبل الاذان اور بعد نماز فرض اور دوسرے موقعوں پر جو صلوۃ وسلام پڑھی جاتی ہے اور نہ پڑھنے والے کو برا سمجھا جاتا ہے اس طرح پڑھنا صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، بزرگانِ دینؒ اور اولیاء اکرامؒ سے ثابت نہیں ہے۔

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مسجد میں بلند آواز کے ساتھ کلمۂ طیبہ اور درود شریف پڑھتے دیکھا تو ان کے پاس جا کر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح نہیں ہوتا تھا۔ میں تم کو بدعتی سمجھتا ہوں اس طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکالدیا۔

وفي فتاوى القاضى رفع الصوت بالذكر حرام وقد صح عن ابن مسعودؓ انه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهلّلون و يصلون عليه عليه الصلوة والسلام جهراً، فراح اليهم، فقال ما عهدنا ذلک على عهده عليه السلام وما اراكم الامبتدعين فما زال يذكر ذلک حتى اخرجهم عن المسجد .

(بزازية: ۳۷۸/۶ بر هنديه)

بعد نماز ایک ساتھ بآواز بلند صلاۃ وسلام پڑھنے میں شریعت کے خلاف بہت سے کام ہوتے ہیں :(۱)صلوۃ وسلام کے لیے وقت خاص کرلینا(۲) جگہ خاص کرلینا (۳)جمع ہوکر پڑھنے کو خاص کرلینا(۴)ان تمام چیزوں کو ضروری سمجھ لینا۔(احسن الفتاوی:۱/۳۶۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کے لیے ہماری طرف سے کوئی حکم نہ ہوتو وہ رد ہے۔

اخبرتني عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو رد . (الصحيح لمسلم:۲/۷۷)

مشہور محدث علامہ نوویؒ نے مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث تمام بدعت اور اپنی طرف سے من گھڑت باتوں کے رد کے لیے بالکل صاف ہے،اوراسلام کی بنیاد ہے۔

وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الاسلام ......فانه صريح فى رد كل البدع والمخترعات . (نووى فى شرح مسلم: ۲/۷۷)

لہٰذا جوصلوۃ وسلام پڑھی جاتی ہے قبل الاذان اور بعد نماز فرض وہ شریعت کے خلاف ہے اس کے بدلے دل ہی دل میں جتنا ہوسکے اتنا درود شریف پڑھا جاوے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ وقت مقرر کئے ہوئے بغیر ہمیشہ دل میں درود شریف پڑھتے رہنا چاہیے انشاء اللہ ضرور اس کا ثواب ملے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۹/شوال المکرّم ۱۴۲۰ھ

(۲٦۷) اذان کے بعد دعا پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیرا جائے کہ نہیں

سوال: اذان بعد دعا پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیرا جائے کہ نہیں؟

جواب: اذان بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا مباح ہے اور نا اٹھانا افضل ہے۔ (امداد الفتویٰ: ۱/۱٦۴)

اگر اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاوے تو ہر دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہیں: تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انوار منہ تک پہونچ کر برکت حاصل ہو تو منہ پر ہاتھ پھیرنا بہتر ہوگا۔

فإذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم . رواه ابو داؤد. (مشكوة المصابيح: ١٩٥)

اي تبركا كانما فاض من انوار الاجابة وايصال لها بالوجه الذي هو اشرف الاعضا واقربها . (لمعات حاشية مشكوة المصابيح: ١٩٥)

واللہ اعلم بالصواب

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

(۲٦۸) اذان کا جواب دینا اس کا کیا حکم ہے؟ عورت کے لیے اذان کے جواب دینے کا کیا حکم ہے؟

سوال: پانچوں اذان کا جواب دینا واجب ہے یا سنت ہے؟ عورت اور مرد دونوں پر یا فقط مرد پر؟

جواب: اذان سن کر زبان سے جواب دینا مرد اور عورت دونوں پر مستحب ہے، مگر اذان سن کر نماز کے لیے تیاری کرنا اور نماز کے لیے مسجد کی طرف جانا واجب ہے۔ اگر اذان سن کر زبان سے جواب دے لیکن نماز کے لیے نہ جاوے تو اذان کا جواب دینے والا نہیں سمجھا جائے گا۔

والسامع للأذان يجيب فيقول ما يقول إلى قوله وقول الحلوانى الاجابة بالقدم فلو اجابه بلسانه ولم يمش لايكون مجيباً حاصله نفى وجوب الاجابة باللسان وبه صرح جماعة . (كبيرى: ٣٦٣)

ولو كان في المسجد حين سمعه ليس عليه الاجابة ولو كان خارجه اجاب بالمشي اليه بالقدم ولو اجاب باللسان لابه لا يكون مجيباً وهذا بناءً على ان الاجابة المطلوبة بقدمه لا بلسانه . (ردالمحتار: ۱/۳۹۸،مکتبہ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۶۹) متعدد مساجد میں اذان ہورہی ہوتو کونسی مسجد کی اذان کا جواب دیا جاوے؟

سوال: راستہ پر چلنے والا آدمی اذان سنے تو اس کو بھی اذان کا جواب دینا پڑے گا۔ اگر ایک سے زائد مساجد کی اذان سنے تو کونسی مسجد کی اذان کا جواب دیا جاوے؟

جواب: اذان سن کر زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور عملاً جواب دینا یعنی نماز کے لیے تیاری کرنا اور مسجد جانا واجب ہے۔ لہٰذا راستہ چلنے والا شخص اذان سنے تو زبان سے جواب دینا مستحب ہے، اور عملاً جواب دینا واجب ہے۔ جب ایک ساتھ متعدد مساجد میں اذان ہورہی ہو تو قریب کی مسجد یعنی محلّہ کی مسجد کی اذان کا جواب دیا جاوے۔

انما يجيب اذان مسجده اى بالقدم ......فان سمعهم معاً اجاب معتبراً كون اجابته لمؤذن مسجد . (شامی: ۱/۴۰۰، مکتبۂ سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۷۰) مؤذن کی اذان کا جواب کس طرح دیا جاوے؟

سوال: مؤذن کی اذان کا جواب کس طرح دیا جاوے؟ بہت سی مساجد میں اذان ہورہی ہو، تو کونسی مسجد کی اذان کا جواب دیا جاوے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مؤذن جب اذان کہے تو سننے والا وہی الفاظ کہے۔ ’’حی علی الصلوۃ ‘‘اور’’حی علی الفلاح ‘‘کے وقت’’لاحول ولا قوۃ الا باللہ ‘‘کہا

جاوے، جوکوئی سچے دل سے اس طرح کہے گا تو ان الفاظ کو زبان سے کہنے اور دل سے یقین ہونے کی بنا پر جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح: ۶۵)

لہٰذا راستہ چلنے والے پر بھی مذکورہ بالا اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔ جب ایک ساتھ ایک سے زائد مساجد کی اذان سنے تو قریب کی مسجد کا یعنی محلّہ کی مسجد کی اذان کا جواب دینا چاہیے۔ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور عملاً جواب دینا واجب ہے۔ (شامی: ۱/۳۷۱)

''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کے الفاظ سے جواب دینے کی حکمت یہ ہے کہ مؤذن کے نماز کی دعوت میں سننے والا گناہ سے بچنے اور نیکی کی توفیق میں اللہ پر اعتماد کرتا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے نماز ادا کرنے کی توفیق چاہتا ہے۔ اذان کا جواب سنت طریقہ سے دینے کے بعد ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے اور اس کے بعد دعا وسیلہ یعنی بعد اذان کی دعا پڑھنے کی پابندی کرنا چاہیے۔

ملا قاری علیؒ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے وسیلہ پڑھنے والے کے لیے حسن خاتمہ کی بشارت دی ہے اور اس کی موت انشاء اللہ ایمان پر ہوگی۔

حدیث شریف میں ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وسیلہ جنت میں ایک خاص جگہ ہے جو اللہ تعالیٰ ایک شخص کو عطا کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا۔ لہٰذا تم میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی اور وہ میری شفارش کا حقدار بن گیا، قیامت کے دن میں اس کی شفارش کروں گا۔ فقط

والله اعلم بالصواب

(۲۷۱) اذان سن کر نماز کی تیاری کرنا واجب ہے

سوال: اذان سن کر نماز کے لیے نہ جاوے تو کیا حکم ہے؟ نماز کے لیے جاوے تو راستہ میں سلام کرنا درست ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذان ایک دعوت ہے، اور نماز کے لیے بلانا ہے، دعوت کو قبول کرنا ہر ایک پر ضروری ہے جسے اجابت کہا جاتا ہے، جس کی دو قسمیں ہیں: (۱) زبان سے بول کر قبول کرنا یعنی مؤذن اذان میں جو کلمات کہتا ہے، اسے زبان سے بولنا اذان سن کر زبان سے جواب دینا مستحب ہے، جسے اجابت باللسان کہا جاتا ہے، (۲) اذان سن کر نماز کے لیے مسجد کی طرف جانا اور نماز کی تیاری شروع کرنا جیسے کہ وضو کرنا وغیرہ، اذان سن کر نماز کی تیاری کرنا جسے اجابت بالقدم کہتے ہیں جو واجب ہے۔ (معارف مدنیہ: ۴/۵۷)

لہٰذا اذان سن کر اپنے کام میں مشغول رہنا، نماز کی تیاری نہ کرنا یہ گناہ کا کام ہے، حدیث شریف میں ہے حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے ہے، فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ازواج مطہرات کے کاموں میں مدد فرماتے، جیسے بکری کا دودھ نکالنا کپڑا سینہ وغیرہ......مگر نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

عن الأسود قال سألت عائشة رضى الله عنها ما كان النبي صلى الله عليه وسلم يصنع فى بيتى قالت كان يكون فى مهنة اهله تعنى خدمة اهله فإذا حضرت الصلوٰة خرج إلى الصلوة .

(الصحيح للبخارى: ۱/۹۳، عينى: ۵/۲۰۰، فتح البارى: ۲/۱۲۹)

لہٰذا نماز کی اذان سن کر دنیا کا ہر کام چھوڑ کر نماز کی تیاری کرنا، اور مسجد کی طرف جانا واجب ہے، اذان سن کر دیر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف کرنے والا شمار ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۷۲) اذان ہونے کے بعد مسجد میں سے چلا جانا

سوال: اگر کوئی شخص مسجد میں ہو اور مسجد میں اذان ہو جانے کے بعد نماز پڑھے بغیر چلا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اذان کا مقصد یہ ہے کہ مؤذن اللہ تعالیٰ کی طرف مسلمانوں کو بلاتا ہے، اور مؤذن کی اذان سن کر اس کی اذان کا زبان سے جواب دینا مستحب ہے، اور اذان سن کر نماز کی تیاری کرنا اور نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہونا ضروری ہے، اگر کوئی شخص مسجد میں موجود ہو تو مسجد میں اذان ہونے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد میں سے چلا جانا مکروہ ہے، یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے، جس کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہو، لہٰذا ایسا شخص گناہ گار ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے اور عصر کی اذان ہوئی، اس وقت ایک شخص مسجد میں سے چلا گیا، تو حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

عن ابی الشعثاء قال کنا مع ابی ھریرۃؓ فی المسجد فخرج رجل حین اذن المؤذن للعصر فقال ابو ھریرۃؓ اما ھذا فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم .

(السنن لابی داؤد: ۷۹)

البتہ اذان کے بعد پیشاب، پاخانہ کے ضرورت سے جاوے اور فارغ ہو کر مسجد میں آنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو وہ شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل سکتا ہے، اسی طرح دوسری مسجد کی امامت یا اذان کہنے کی ذمہ داری ہو تو اذان کے بعد بھی ایسے لوگوں کا مسجد سے نکلنا درست ہے۔

(معارف مدنیہ: ۴/۵۶)

یہ اس وقت ہے جب کہ فرض نماز نہ پڑھی ہو، لیکن اگر جس نماز کے لیے اذان ہوی اور وہ نماز پڑھ لی ہے، تو اقامت شروع ہونے سے پہلے ظہر اور عشا کی نماز میں نماز پڑھے بغیر مسجد میں سے جا سکتا ہے، مگر اقامت شروع ہونے کے بعد ظہر اور عشا میں نماز پڑھے بغیر جانا مکروہ ہے، نفل کی نیت سے امام کے ساتھ شریک ہو جانا چاہیے، البتہ فجر، عصر اور مغرب میں اقامت شروع ہونے کے بعد بھی نماز پڑھے بغیر مسجد سے چلا جانا درست ہے، اس لیے کہ ان تین نمازوں میں نفل کی نیت سے شریک ہونا درست نہیں اور جماعت ہو رہی ہو، اس وقت وہاں بیٹھا رہنا مکروہ ہے،

اس لیے کہ وہاں بیٹھے رہنے سے ایسے شخص کو لوگ جماعت کی مخالفت کرنے والا سمجھے گے، اور تہمت سے خود کو بچانا ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اپنے آپ کو تہمت کی جگہوں سے بچاؤ، چاہے تمہارے پاس اس کے لیے خاص عذر ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے گھر میں نماز پڑھ لی اور اسی نماز کی جماعت ہورہی ہو تو جماعت میں شامل ہو جاؤ، البتہ فجر، عصر اور مغرب میں شامل نہیں ہو سکتے۔ (مرقات المفاتیح: ۲/ ۱۰۸، فتح القدیر: ۱/ ۴۱۲)

(۲۷۳) اذان کے وقت قضا حاجت کے لیے جانا

سوال: اگر اذان ہورہی ہو تو عمداً پیشاب پاخانہ میں جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اذان ہورہی ہو اس وقت اگر قضا حاجت کی سخت ضرورت ہو تو قضاء حاجت کے لیے جانا درست ہے، البتہ اگر سخت حاجت نہ ہو تو اذان ختم ہونے کے بعد جانا بہتر ہے، اسلیے کہ اذان اور اقامت کے وقت بات کرنا اور اذان کے جواب کے علاوہ اور کسی کام میں مشغول ہونا، مناسب نہیں ہے۔

لا ینبغي أن یتکلم السامع فی خلال الأذان والإقامة ولایشتغل بقرائة القرآن ولابشئ من الأعمال سوی الإجابة ولو کان في القراء ة ینبغی أن یقطع ویشتغل بالاستماع والإجابة . (الفتاوی الهندیة: ۱/ ۵۷، باب اجابة المؤذن)

وهو یمشی فالأفضل أن یقف للإجابة لیکون فی مکان واحدٍ .

(شامی: ۱/ ۳۹۷، مکتبه سعید)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۷۴) اذان ہورہی ہو اس وقت قرآن پڑھنا یا نماز پڑھنا

سوال: اذان ہورہی ہو اس وقت قضاء نماز یا نفل نماز پڑھنا اور تلاوت کرنا جائز ہے؟ تلاوت کے درمیان اذان شروع ہو، تو تلاوت جاری رکھے یا بند کر دے؟ وضو کرتے وقت اذان ہورہی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اذان سے قبل قضاء یا نفل نماز شروع کردی ہوتو نماز کو جاری رکھے، اگر قبل از نماز اذان شروع ہوگئی ہوتو بہتر ہے کہ اذان کے درمیان نماز نہ پڑھے، بلکہ اذان کا جواب دے، اذان ختم ہونے کے بعد دعاء پڑھ کر پھر نماز شروع کرے، تلاوتِ قرآن کے درمیان اذان شروع ہوتو بہتر ہے کہ تلاوت بند کرکے اذان کا جواب دے، اذان ختم ہونے کے بعد تعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کرے۔

ولا ینبغی أن یتکلم السامع فی خلال الأذان والإقامة ولایشتغل بقراءة القرآن ولا بشئ من الأعمال سوی الإجابة ولو کان فی القراءة ینبغی أن یقطع ویشتغل بالاستماع والإجابة ولو کان فی القراءة ینبغی أن یقطع ویشتغل بالاستماع والإجابة، کذا فی البدائع .

(الفتاوی الهندیة: ۱/۵۷، الفصل الثانی فی کلمات الأذان والإقامة وکیفیتهما)

درمیان وضو اذان شروع ہوتو وضو پورا کرلے اور اذان کا جواب بھی دیتا رہے، اذان سن کر زبان سے جواب دینا مستحب ہے، اور جماعت کی تیاری کرنا واجب ہے۔

ویجیب وجوباً وقال الحلوانیؒ : ندباً والواجب الإجابة بالقدم من سمع الأذان .... ان اصل الإجابة مستحبة .

(رد المحتار علی الدر المختار: ۱/۳۹۶/۳۹۹، احسن الفتاوی: ۲/۲۸۸، فتاوی دارالعلوم) فقط

واللہ اعلم بالصواب

۱۹۹۳/۲/۱

(۲۷۵) اذان ہورہی اس وقت نماز پڑھنا یا تلاوتِ قرآن کرنا

سوال: اذان ہورہی اس وقت قرآن پڑھنا یا نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک شخص نے جمعہ کے دن بعد زوال صلوۃ التسبیح کی نیت کی اور دو رکعت ختم کی اور جمعہ کی اذان شروع ہوگئی، تو یہ شخص کیا کرے؟ اذان شروع ہوئی اس وقت نماز ختم کردے یا پھر چار رکعت پوری کرلے؟ اسی طرح

اذان سے قبل ایک شخص قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا، درمیان تلاوت اذان شروع ہوئی تو تلاوت جاری رکھے یا تلاوت ختم کر کے اذان کا جواب دے؟

جواب: اذان کا جواب زبان سے دینا مستحب ہے، اذان شروع ہو تلاوت ختم کر کے اذان کا جواب دینا بہتر اور مستحب ہے، اگر تلاوت جاری رکھے تو گنہگار نہ ہوگا، البتہ اذان سن کر نماز کی تیاری کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اگر درمیان نماز اذان شروع ہو تو نماز جاری رکھے۔

ویجیب وجوباً وقال الحلوانیؒ: ندباً والواجب الإجابة بالقدم من سمع الأذان .... ان اصل الإجابة مستحبة.

(رد المحتار علی الدر المختار: ۱/۳۹۶/۳۹۹، احسن الفتاوی: ۲/۲۸۸، فتاوی دارالعلوم) فقط واللہ اعلم بالصواب

(۲۷۶) ٹیپ ریکارڈ کی اذان

سوال: اذان کا وقت ہو اس وقت مؤذن اذان نہ دے اور ٹیپ ریکارڈ میں جو اذان ہے مائک پر رکھ دے تو اذان ہو جائے گی یا اعادہ کرنا پڑے گا؟

جواب: اذان کے وقت پر کوئی انسان اذان نہ دے اور ٹیپ ریکارڈ جس میں اذان ریکارڈ کی ہو، نماز کے وقت کے اطلاع کے لیے مائک پر رکھ دیا جاوے ٹیپ ریکارڈ کی اذان نماز کے لیے معتبر نہ ہوگی، سنت چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک انسان اذان دیتے چلے آئے ہیں۔ ٹیپ ریکارڈ کی اذان سے سنت ختم ہو جائے گی، لہٰذا ٹیپ ریکارڈ کی اذان سے لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دینا جائز نہیں، اذان دینے والا نماز کے اوقات کا جاننے والا اور نیک صالح ہونا مستحب ہے، اسی بنا پر بہت چھوٹے ناسمجھ بچے کی اذان صحیح نہیں ہوتی، اس لیے کہ بچوں میں اچھے اور برے کے پہچاننے کی صلاحیت نہیں ہوتی، ٹیپ ریکارڈ بے جان چیز ہے، کوئی بھی شخص کسی بھی وقت چالو

کرسکتا ہے، لہٰذا ٹیپ ریکارڈ کی اذان معتبر نہ ہوگی۔

یکرہ بل لا یصح أذان صبي لا یعقل ولا مجنون و معتوہ وسکران لفسقہ وعدم تمیز بالحقیقة . (مراقی الفلاح: ۴۶)

والله اعلم بالصواب

(۲۷۷) جس بستی میں مسجد نہ ہو وہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے اذان واقامت کا حکم

سوال: کسی بھی دیہات میں جہاں مسجد نہ ہو یا جنگل یا کھیت میں اکیلے یا تین چار شخص جمع ہوکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو اذان واقامت دونوں ضروری ہے یا اذان واقامت کے بغیر نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: جنگل یا کھیت میں یا ایسا دیہات جہاں مسجد نہ ہو چند لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہو تو اذان واقامت دونوں کہنا بہتر ہے۔ اگر صرف اقامت کہی جاوے اور اذان نہ کہی جاوے تو بھی صحیح ہے۔ البتہ اذان واقامت دونوں چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ اگر اکیلا شخص ہو تو خود اذان سن سکے اتنے زور سے اذان دے تو صحیح ہے۔

ویسن ان یؤذن ویقیم لفائتة رافعاً صوته لو بجماعة او صحراء .... اما إذا کان منفردا ویؤذن بقدر ما یسمع نفسه فلا .

(درمختار مع الشامی: ۱/ ۳۹۰، ۳۹۱)

فان کان مسافراً یکرہ له ترکها معاً وإن ترک الأذان و اکتفی بالاقامة جاز . (کبیری: ۳۵۸)

والله اعلم بالصواب

(۲۷۸) ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کے لیے اذان اور اقامت کہنا

سوال: جماعت ہوجانے کے بعد بعض لوگ جماعت ثانیہ کرنا چاہیے تو اذان واقامت کہے یانہیں؟

جواب: محلّہ کی مسجد میں جہاں ایک مرتبہ محلّہ والوں نے اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہوتو اس مسجد میں ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کرنا جائزنہیں ہے۔اوراذان واقامت کہنا بھی جائزنہیں ہے۔اس سے لوگوں میں غلط فہمی اور بدنظمی کا احتمال ہے۔البتہ اگر محلّہ کی مسجد نہ ہو بلکہ اسٹیشن کی مسجد جہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہوں ایسی جگہ دوسری جماعت کے وقت اقامت کہی جاوے۔اور یہ جماعت ثانیہ جماعت خانہ سے باہر الگ جگہ کرنی چاہیے۔(شامی:۱/ ۳۶۷)

والله اعلم بالصواب

(۲۷۹) وقت سے پہلے اذان دینا

سوال: وقت سے پہلے اذان دینا کیسا ہے؟

جواب: جو اذان وقت سے پہلے دی گئی وہ اذان صحیح شمار نہ ہوگی ،نماز کے وقت پر دوبارہ اذان کہنی چاہیے۔

فتجب إعــادة الاذان ان اذن قبل الوقت و كذا لو قدم بعض كلماته على الوقت ووقع بعضها فى وقت يلزم استيناف الكل . (عمدة الرعاية: ۱۳۴)

والله اعلم بالصواب

(۲۸۰) غروبِ آفتاب کے بعد فوراً مغرب کی اذان دینا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد میں غروبِ آفتاب کے وقت فوراًیا ایک دومنٹ کے بعد اذان دی جاتی ہے۔علماء کی جانب سے شائع کردہ تقویم میں غروبِ آفتاب کے پانچ منٹ بعد اذان

دینا لکھا ہے تو مغرب کی اذان صحیح ہوگی، نماز روزے صحیح ہوں گے؟ بہت سی مرتبہ مؤذن اذان دے اور کوئی دوسرا شخص اقامت کہے تو یہ صحیح ہے؟

جواب: مغرب کا وقت غروب شمس سے شروع ہوتا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ سورج کی کرنیں دکھائی نہ دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جب رات مشرق کی طرف آجاوے اور دن مغرب کی طرف ختم ہوجاوے اور سورج غروب ہوجاوے تو روزہ افطار کرلینا چاہیے۔

ابن عمر عن ابیه قال قال النبي صلی الله علیه وسلم إذا جاء اللیل من ههنا ای من جهة المشرق وذهب النهارمن ههنا ای من جهة المغرب وغابت الشمس فقدافطر الصائم . (السنن لابی داؤد : ۱/۳۲۱)

آفتاب غروب ہونے کی علامت یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے اندھیرا ہوجائے یہ اندھیرا قد آدم ہوجاوے تو آفتاب غروب ہوگیا، اور آفتاب غروب ہونے کے فوراً بعد نماز پڑھنا مستحب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ بھلائی حاصل کرنے والی رہے گی جب تک کہ وہ مغرب کی نماز جلدی ادا کریں۔ پھر بھی آفتاب غروب ہونے کے بعد دو رکعت ادا ہوسکے اتنی تاخیر سے مغرب کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اتنی تاخیر سے نماز میں کراہت نہ آئے گی۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۴۵)

وقت المغرب من غروب الشمس إلی غروب الشفق . (البحرالرائق: ۱/ ۱۴۵)

المعتبرفي غروب الشمس سقوط قرص الشمس وهذا ظاهر فی الصحراء ومافي البنیان وطلل الجبال فبأن لا یری شئ من شعائها علی اطراف البنیان وطلل الجبال وان یقبل الظلال من المشرق . (عمدۃ الرعایة: ۱۳۰)

والله اعلم بالصواب

(۲۸۱) دیہات میں ایک سے زائد مساجد میں مغرب کی اذان ایک ساتھ دی جاوے

سوال: ہمارے گاؤں میں تین چار مساجد ہیں۔رمضان میں مغرب کی اذان میں ایک مسجد کا مؤذن اللہ اکبر کہہ کرٹھہر جاتا ہے اس کے بعد دوسری مسجد کا مؤذن اللہ اکبر پھر تیسرا اور پھر چوتھا اسی طرح سے باری باری سے پوری اذان دی جاتی ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اذان کا مقصد دور تک آواز پہونچانا ہے اس بنا پر جمعہ کے دن ایک مؤذن کی آواز شہر کے اطراف میں نہ پہونچ سکتی ہو تو ایک سے زائد مؤذن ایک ساتھ اذان دے۔لہٰذا یکے بعد دیگرے یعنی باری باری اذان کے الفاظ کہنے کے بجائے دونوں مسجد کے مؤذنوں کو ایک ساتھ اذان دینی چاہیے۔جس سے اذان کا جو مقصد ہے دور تک آواز پہونچانا وہ حاصل ہو جائے۔

ویؤذن ثانياً بين يديه قال في العناية ذكر المؤذنين بلفظ الجمع اخراجاً للكلام مخرج العادة فان المتوارث في اذان الجمعة اجتماع المؤذنين لتبلغ اصواتهم، إلى اطراف المصر الجامع . (شامی: ۲/ ۱۶۱ ،مکتبہ سعید.عنایۃ: ۲/ ۳۸)

والله اعلم بالصواب

(۲۸۲) مائک میں اذان دینا

سوال: مائک میں اذان دینا کیسا ہے؟

جواب: کیوں کہ اذان کا مقصد اعلان ہے اور لوگوں کو نماز کے وقت سے باخبر کرنا ہے۔لہٰذا مائک میں اذان دینے کی گنجائش ہے۔

والله اعلم بالصواب

(۲۸۳) مسجد میں لاؤڈ اسپیکر رکھ کر اذان دینا

سوال: مسجد میں لاؤڈ اسپیکر رکھ کر مسجد میں اذان دینا کیسا ہے؟

جواب: سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اذان کا مقصد کیا ہے۔اذان کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اطلاع کی جاوے کہ نماز اور جماعت کا وقت ہوگیا ہے۔لوگوں کو نماز کے وقت کے ہوجانے کی خبر ہوجاوے تو اسی بنا پر منارے پر یا کوئی بلند جگہ سے جہاں سے دور تک آواز پہونچ سکے اذان دینا سنت ہے۔مؤذن کو بلند آواز سے اذان دینا اور اذان کے وقت اپنے کانوں میں انگلی ڈالنا افضل ہے۔حدیث شریف میں ہے قبیلۂ بنی نجار کی ایک عورت بیان کرتی ہے کہ مسجد نبوی کے اردگرد مکانوں میں میرا مکان سب سے بلند تھا تو حضرت بلالؓ روزانہ صبح میرے مکان پر آتے اور صبح صادق کا انتظار کرتے اور جب صبح صادق ہوجاتی تو سب سے پہلے اسلام کے نصیب ہونے اور اذان کی خدمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے اور اس کے بعد اذان کہتے۔

عن امرأة من بني النجار قالت كان بيتى من اطول البيت كان حول المسجد فكان بلال يؤذن عليه الفجر فيا تى بسحر فيجلس على البيت ينظر إلى الفجر فإذاراه تمطى ثم قال اللهم ان احمدک واستعينک على قريش أن يقيموا دينک قالت ثم يؤذن . (السنن لابی داؤد:۷۷، شامی: ۱/ ۳۶۰)

اذان کا مقصد لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دینا ہے لہٰذا اکیلا نماز پڑھنے والا اگر اپنے لیے اذان کہہ یا تمام ساتھی موجود ہو تو اونچی جگہ پر اذان دینا سنت نہیں ہوگا۔(شامی:۱/ ۳۵۷)

لاؤڈ اسپیکر میں اذان کہنے کا مقصد لوگوں کو نماز کا وقت ہوجانے کی اطلاع ہوجاتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: مسجد ذکر اللہ اور نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہوتی ہیں۔ (مرقات:۵۲)

لہٰذا مسجد میں لاؤڈ اسپیکر رکھ کر اذان دینا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲۸۴) جماعت خانہ میں اذان دینے کا حکم

سوال: جماعت خانہ کے ایک کونے میں لاؤڈ اسپیکر یا مائک رکھ کر اذان دینا کیسا ہے؟

جواب: اذان کا مقصد لوگوں کو وقت ہو جانے کی خبر دینا ہے۔اسی بنا پر بلند جگہ پر اذان دینا مستحب کہا گیا ہے۔لہٰذا یہ مقصد جماعت خانہ کے ایک کونے میں مائک رکھ کر اذان دینے سے پورا ہو جاتا ہے۔تو ایسا کرنا درست ہے۔

الاذان الإعلام بدخول وقت الصلوة المكتوبات . (بدائع:۱/۱۵۲)

أن الاذان على موضع عال مستحب .

(سعاية فى حل شرح وقاية: ۱۸ ،باب الاذان)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۸۵) مسجد کے جماعت خانہ میں اذان دینا درست ہے؟ اذان کون کونسے موقع پر دی جاسکتی ہے؟

سوال: مسجد کے جماعت خانہ میں اذان کہنا جائز ہے؟ اور کون کونسے موقع پر اذان کہنا درست ہے؟

جواب: اذان کا اصل مقصد نماز کا وقت ہو گیا ہے اس کی اطلاع دینا، جس کی بنا پر لوگ اذان سن کر مسجد میں نماز کے لیے آجایے، لہٰذا منارے اور مسجد کے باہر اذان کہنا مناسب ہے، کبیری میں ہے: ''ان الاذان للاجتماع'' (اذان نماز کے لیے جمع کرنے کے لیے ہوتی ہے) فتاویٰ ہندیہ اور فتاویٰ خانیہ میں ہے: وينبغي أن يؤذن على المأذنة او خارج المسجد .

(الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۵۵، خانية: ۷۸)

جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو جمعہ کے دن حضرت عثمانؓ نے فی الحال جو پہلی اذان کہی جاتی ہے، اس کا حکم دیا، اور مقام زوراء میں اذان دینے کا حکم دیا۔

فلما كان عثمانؓ وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء .

امام بخاریؒ نے لکھا ہے: زوراء مدینہ شریف کے بازار میں ایک جگہ کا نام ہے، یہ بھی ظاہر ہے کہ مسجد اللہ کی تسبیح، تکبیر اور قرآن پاک کی تلاوت کے لیے ہوتی ہے۔

اور اللہ کا ذکر، تلاوت بہترین عمل ہے، آج کل ہر جگہ لاؤڈ اسپیکر ہوتا ہے، جس سے اذان کی آواز آسانی سے پہنچ جاتی ہے، لہٰذا مسجد میں اذان کہنا ناجائز نہیں ہے، مسجد میں شور ہوتا ہو، تو ادب کے خلاف ہوگا، احسن الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ آج کل عام طور پر لاؤڈ اسپیکر میں اذان ہوتی ہے، جس کی وجہ سے مسجد میں اذان دی جائے، یا دوسری نیچی جگہ پر رفع صوت بہر حال ہوجاتا ہے، اس لیے لاؤڈ اسپیکر پر مسجد کے اندر اذان دینے میں کوئی کراہت معلوم نہیں ہوتی، البتہ جہر مفرط بالخصوص سقف حصہ میں خلاف ادب معلوم ہوتا ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر مسجد سے باہر رکھا جاوے، اگر باہر انتظام بسہولت نہ ہو سکے تو مسجد کے اندر بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/۲۹۴، ۲۹۵)

اذان کن موقعوں پر دی جائے؟ تو اذان نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے کہنا سنت ہے، اس کے علاوہ دوسرے کاموں کے لیے احناف کے نزدیک سنت نہیں، لیکن بعض حدیثوں سے مندرجۂ ذیل کاموں کے لیے اذان کہنے کی اجازت ہے، نماز کے لیے اذان کہنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ اذان کہنے سے مدینہ شریف سے روحاء نام کی جگہ جو مدینہ شریف سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے، وہاں تک شیطان چلا جاتا ہے، اذان اصل میں نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے ہے، مگر بچہ پیدا ہو تو داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کا حکم ہے، آگ لگے تو اس وقت اذان کہنے کا حکم ہے، اگر جن کا اثر ہو تو اس وقت اذان کہنے سے دور ہو جاتا ہے، مسلم شریف میں ہے سہیل نام کا شخص کہتا ہے میرے والد نے مجھے ایک غلام کے ساتھ قبیلہ حارثہ کے پاس بھیجا جب ہم ایک باغ کے قریب سے گذرے کسی نے میرا نام لیکر آواز دی، میں نے میرے والد سے حقیقت بیان کی، تو میرے والد نے کہا جب کوئی آواز سنو تو نماز کے لیے جو اذان دی جاتی ہے وہ اذان کہو۔

عن سهيل قال ارسلني ابي إلى بني حارثة قال ومعي غلام لنا أو صاحب

لنا فناداه مناد من حائط باسمه قال فاشرف الذی معی علی الحائط فلم یر شیئا فذکرت ذلک لابی فقال لو شعرت انک تلقی هذا لم أرسلک ولکن إذا سمعت صوتا فناد بالصلوٰة فانی سعمت ابا هريرة يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال ان الشيطان إذا نودی بالصلوة ولی وله حصاص .

(الصحیح لمسلم: ۱/۱٦۷)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ زید بن اسلم کو قبیلۂ بنی سلیم کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو ان لوگوں نے جنات کی شکایت کی تو زید بن اسلم نے ان کو اذان دینے کا مشورہ دیا، جب اذان دی تو جناتوں نے ان کو ستانا چھوڑ دیا، لہٰذا ایسے موقعوں پر اذان دینا ثابت ہے، جنات کو دور کرنے کے لیے اذان کہنا مجرب ہے۔ (فتاویٰ سعیدیہ: ۲۵) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۸٦) مسجد سے تھوڑی دور پر دفتر (Office) ہے وہاں اذان دی جا سکتی ہے

سوال: ایک جدید مسجد مدرسہ کے قریب بن رہی ہے، مدرسہ کا دفتر اور مسجد کے بیچ ایک بازار ہے جس کی چوڑائی تیس فٹ ہے، تو مسجد کے لیے اذان کی جگہ آفس کو بنا سکتے ہیں کہ آفس میں اذان ہوتی رہے اور ایک مائک مسجد کے اوپر رکھ دیا جائے اور ایک مائک مدرسہ کے اوپر تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ یا احاطۂ مسجد میں اذان دینا ضروری ہے؟

جواب: اذان کے صحیح ہونے کے لیے احاطۂ مسجد میں اذان کا ہونا شرط نہیں ہے، جو کہ احاطۂ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ اذان دی جائے تو اذان ہوئی ہی نہیں، ایسا نہیں ہے، اسلیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تیسری اذان شروع کی تو وہ مقام زوراء پر دی جاتی تھی، زوراء مدینہ طیبہ کے بازار میں ایک مکان تھا، جس کی چھت پر کھڑے ہوکر مؤذن اذان دیتے تھے۔

زاد النداء الثالث على الزوراء، قال التوربشتی: ذکر تفسيرها في سنن

ابن ماجة هى دار في سوق المدينة يقف المؤذن على سطحها .

(مرقاة المفاتيح: ۲/ ۲۲۹)

فلما كان خلافة عثمانؓ أكثر الناس أمر عثمانؓ يوم الجمعة، بالأذان الثالث " أى بإعتبار الإقامة " فأذن به على الزوراء. (السنن لابى داؤد: ۱۵۵)

مدینہ شریف میں مسجدِ نبوی کے قریب کے مکانوں میں ایک عورت کا گھر سب سے بلند تھا حضرت بلالؓ فجر کی اذان اس گھر کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دیتے تھے۔

عن امرأة من بنى النجار قالت كان بيتى من اطول البيت كان حول المسجد فكان بلال يؤذن عليه الفجر ..... (السنن لابى داؤد: ۷۷، شامى : ۱/ ۳۶۰)

لیکن اب رواج (توارث) احاطۂ مسجد کا ہے اسلیے اس کو چھوڑنا نہ چاہیے، مسجد اور نماز کی طرح اذان بھی شعار اسلام میں سے ہے، اس کا ظہور بھی مسجد سے ہو، جس سے مسجد کی شان باقی رہے گی، فقہاء بھی اذان مسجد کے منارے پر کہنے کو فرماتے ہیں۔

قال ابن الحجر ثم نقل هشام هذا الأذان إلى المسجد .

(مرقاة المفاتيح: ۲/ ۲۲۹)

فقال ابن سعد بالسند إلى ام زيد بن ثابت كان بيتى أطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن فوقه من اول ما أذن إلى ان بنى رسول الله صلى الله عليه وسلم مسجده فكان يؤذن بعد على ظهر المسجد .

(رد المحتار: ۱/ ۳۸۷، مكتبه سعيد، مطلب فى أول من بنى المنائر للأذان) فقط

واللہ اعلم بالصواب

(۲۸۷) مؤذن کیسا ہونا چاہیے

سوال: ہماری مسجد کے مؤذن صاحب مسجد کے مکان میں رہتے ہیں اذان کے لیے ان کو رکھا ہے، لیکن پھر بھی وہ اذان نہیں دیتے، فجر کی اذان کے وقت سوئے رہتے ہیں، اور مسجد کی آمدنی

کم ہونے کی بنا پر مسجد کا چندہ بھی جمع کرتے ہیں، چندہ کی رقم میں سے ایک روپیہ پر چالیس پیسہ کمیشن لیتے ہیں، تو ان کو مؤذن مقرر کرنے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اذان اور اقامت کہنے والا نماز کے مسائل خصوصاً نماز کے اوقات کو جاننے والا اور امانت دار ہونا مستحب ہے۔ (نور الإیضاح)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو بہتر ہو وہ اذان دے۔ (ابن ماجہ:۵۳)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المؤذن مؤتمن۔ اذان دینے والا امانت دار ہے۔ (سنن ابی داود)

اس لیے صحیح وقت پر اذان دینے کی ذمہ داری مؤذن پر ہے، لوگوں کی نماز اور روزہ کا مدار ان کی اذان پر ہے، اسلیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امانت دار کہا، سوال میں لکھنے کے مطابق آپ کے مؤذن صاحب نماز نہیں پڑھتے، نماز کے وقت میں سوئے رہتے ہیں، اور ان کو اذان کے لیے مقرر کیا ہے پھر بھی اذان نہیں دیتے، تو ایسے آدمی کو مؤذین مقرر کرنا درست نہیں۔ (کفایت المفتی:۳/۹)

متولی پر ضروری ہے ان کو اذان اور نماز کی پابندی پر تاکید کرے۔

اگر اذان کے ساتھ مسجد کے چندہ کا بھی کام ان کے سپرد ہے تو تنخواہ کے علاوہ چندہ میں سے کمیشن لینا جائز نہیں، اور اگر چندہ کا کام الگ سے سپرد ہو تو چندہ کا محنتانہ متولی الگ سے مقرر کرسکتا ہے، باقی چندہ کی رقم میں سے ایک روپیہ پر چالیس پیسہ کمیشن لینا درست نہیں۔

(امداد الفتاوی:۳/۳۱۰) فقط

واللہ اعلم بالصواب، ۲۰/۶۰/۱۹۷۴ء

(۲۸۸) فاسق کا اذان اور اقامت کہنا

سوال: ڈاڑھی منڈانے والا اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے؟

جواب: ڈاڑھی منڈانے والا یا ایک مشت سے کم رکھنے ولا شرعاً فاسق ہے، اور فاسق کی اذان واقامت مکروہ تحریمی ہے، اگر ایسا شخص اذان کہے تو اعادہ کرلینا مستحب ہے، اقامت کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

یکره اذان الفاسق ،ویکره أذان الجنب لا إقامته وزادو الفاجر .

(ردالمحتار : ۱/۳٦۵)

واللہ اعلم بالصواب

۲/رجب ۱۴۲۱ھ

(۲۸۹) داڑھی منڈے کی اذان اور اقامت

سوال: داڑھی منڈے کی اذان اور اقامت کہنا کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں نیا نیا نمازی ہے شوق کی بنا پر اذان کہتا ہے تو روکنا نہیں چاہیے۔ ورنہ نماز چھوڑ دے گا، تو اس بنا پر داڑھی منڈے کو اذان واقامت کہنا دینا چاہیے؟

جواب: اذان اور اقامت کہنے والا شریعت کے مسائل جاننے والا اور شریعت کا پابند ہونا مستحب ہے۔

ان المستحب کون المؤذن عالماً بالسنة . (هداية: ۱/۷۴)

ان المستحب کونه عالماًعاملاً . (فتح القدير: ۱/۱۷۲)

اگر داڑھی منڈہ شخص اذان یا اقامت کہے تو نماز ہوجائے گی۔ مگر اذان اور اقامت کا ثواب نہیں ملے گا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مؤذن کی رضامندی کے بغیر اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے۔ لہٰذا نئے نمازی کو نرمی سے شریعت کے مسائل سے واقف کردینا چاہیے۔ شریعت کے پابند نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو اذان اور اقامت کا ثواب نہیں ملے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۹۰) ڈاڑھی تراشنے والے کی اذان

سوال: ایک شخص داڑھی منڈاتا ہے یا رکھتا ہے لیکن ایک مشت سے کم ایسا شخص اذان اور اقامت کی فضیلت سن کر اذان اور اقامت کہنے کا اس کو شوق ہوتا ہے، تو ایسا شخص اذان یا اقامت کہے تو کیا کوئی کراہت آئے گی؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ اذان کہنے والا نیک ہونا چاہیے۔ تو داڑھی منڈانے والے یا تراشنے والے کی اذان و اقامت مکروہ ہے۔ پھر بھی ایسا شخص اذان اور اقامت کہے گا تو نماز میں کراہت نہیں آئے گی۔

لیؤذن لکم خیارکم . (سنن ابن ماجه: باب فضل الاذان: ۵۲)

ویکره اذان الفاسق ولا یعاد . (الفتاوى الهندية: ۱/۵۴، كفاية المفتي)

والله اعلم بالصواب

(۲۹۱) بغیر وضو کے اذان کہنا

سوال: بغیر وضو کے اذان کہنے کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ بغیر وضو کے اذان کہہ دیتے ہیں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اذان اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، نماز نہیں ہے، لہٰذا بغیر وضو کے اذان کہنے سے اذان معتبر ہوگی، البتہ باوضو اذان کہنا افضل اور مستحب ہے، ہمیشہ بغیر وضو کے اذان دینے کی عادت بنالینا مکروہ ہے، فقہی حنفی کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' میں لکھا ہے کہ باوضو کہنا مستحب ہے، لہٰذا بغیر وضو کی اذان کہی تو جائز ہے اس لیے کہ اذان ذکر ہے، نماز نہیں ہے۔

وینبغی ان یؤذن ویقیم علی طهر فان اذن علی غیر وضوء جاز لانه ذکر، ولیس بصلوة فکان الوضوء فیه استحباباً . (هداية: ۷۴)

باب الاذان یکره اقامة محدث لا أذانه علی المذهب .

(رد المحتار: ۱/۳۶۴، فتاوى دار العلوم: ۲/۲۹)

والله اعلم بالصواب

۴/صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

(۲۹۲) جنابت کی حالت میں اذان اور اقامت کہنا

سوال: جنابت کی حالت میں اذان اور اقامت کہنا کیسا ہے؟ اس سے نمازیوں کی نماز میں کوئی خلل آئے گا یا نہیں؟

جواب: جنابت کی حالت میں اذان واقامت کہنا تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ یہ مکروہِ تحریمی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اذان کا اعادہ کرلیا جاوے، اقامت کے اعادہ کی ضرورت نہیں، اگر اذان کا اعادہ نہیں کیا تو بھی نماز صحیح ہوجائے گی۔

کره اذان الجنب واقامته باتفاق الروايات والاشبه ان يعاد الاذان دون الاقامة لان تكرار الاذان مشروع دون الاقامة وقوله ان لم يعد اجزأه يعنى الصلوة لانها جائزة بدون الاذان والاقامة . (هداية: ۷۴)

الأشبه ان يعاد اذان الجنب دون اقامته لان تكرار الاذان مشروع فى الجملة كما فى الجمعة وتكرار الاقامة غير مشروع، كذافى الحمادية .

(نفع المفتى والسائل: ۶۳)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۹۳) جس کی اذان صحیح نہ ہو وہ اذان دے سکتا ہے؟

سوال: ہمارے یہاں مؤذن کسی عذر کی وجہ سے فجر میں آتے نہیں ان کی جگہ پر دوسرا شخص موجود نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا خادم اذان دے سکتا ہے؟

جواب: مؤذن بلند آواز خوش الحان ہونا چاہیے، مؤذن صاحب کی غیر حاضری میں مسجد کا جو خادم اذان دیتا ہے اس کی اذان سنی ہے۔ اذان میں بعض جگہ تلفظ صحیح نہیں جس کی اصلاح کر لینا ضروری ہے، آپ کی مسجد کے امام صاحب بھی حاضر تھے وہ بھی خادم کی اصلاح کر سکتے ہیں۔

سوال میں تحریر کے مطابق فجر میں خادم کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں ہوتا تو اذان کون دے؟ خادم کی بڑی غلطی ''الا اللہ'' میں ہے تو اس کو صحیح کرلے، ورنہ بدرجہ مجبوری اس کا اذان دینا صحیح ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲۹۴) اذان صحیح نہیں ہے

سوال: ہماری مسجد میں مؤذن صاحب غیر حاضر رہتے ہیں،ان کی جگہ مسجد کا خادم اذان و اقامت کہتا ہے۔جس کے تلفظ بھی صحیح نہیں ہے تو ہماری نماز شرعاً صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب: اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت اور ایک بڑا عہدہ اور مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ کا نام اس کے ذریعہ دور دور تک جاتا ہے۔شعارِ اسلام ہے۔اذان دینے والا صالح ،خوش الحان ہونا چاہیے۔کہ اسلام کی مذاق نہ ہو،اذان دینے والا سوال میں تحریر کے مطابق اس کے تلفظ صحیح نہیں ایسے شخص کو اذان دینے سے روکنا چاہیے یا تو الفاظ صحیح کر کے مشق کرنے کا کہا جاوے پھر بھی نماز ہو جائے گی مکروہ نہ ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

۲۸/۶/۱۹۹۷ء

(۲۹۵) مؤذن کا غیر حاضر رہنا

سوال: ہماری مسجد کے مؤذن صاحب صرف ایک دو مرتبہ اذان دیتے ہیں، دوسری اذانیں اور شخص دیتا ہے، وہ شراب کی تجارت کرتا ہے اور خود بھی پیتا ہے۔تو یہ شخص اذان دے سکتا ہے؟

جواب: مؤذن صاحب کو اذان کے لیے مقرر کیا گیا ہے لہٰذا ان کو وہ کام پابندی سے کرنا چاہیے۔بغیر عذر کے یا بار بار غیر حاضری شرعاً جائز نہیں،ایسے حالت میں تنخواہ لینا بھی حلال نہ ہوگا۔(فتاوی دار العلوم: ۸/ ۱۱۹)

خلافِ شرع کام کرنے والے کی اذان مکروہ ہوتی ہے۔(درمختار مع الشامی: ۱/۴/۲۷)

واللہ اعلم بالصواب

۷/۴/۱۹۸۳

اقامت اور تثویب (اذان کے بعد نماز کی یاددھانی) کا بیان

(۲۹۶) اقامت کا ثواب کیا ہے؟

سوال: اقامت کا ثواب بتلایئے؟

جواب: اذان کا ثواب بہت زیادہ ہے، حدیث شریف میں ہے اذان دینے والا دوزخ سے محفوظ رہے گا، قیامت کے دن موتیوں کے منبر پر ہوگے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة على كثبان المسک يوم القيامة ....ورجل ينادي بالصلوات الخمس كل يوم وليلة . (مشكوة المصابيح: ۶۵)

اقامت اذان سے افضل ہے، تو اقامت کہنے والا بھی ثواب کی نیت سے کہے گا۔ تو اذان کے برابر ثواب ملے گا۔

وفي الخلاصة والاقامة افضل من الاذان . (البحرالرائق: ۱/۲۵۷)

واللہ اعلم بالصواب

۱۲/محرم ۱۴۰۴ھ

(۲۹۷) کلماتِ اقامت میں ائمہ کا اختلاف

سوال: یہاں سعودی عربیہ میں اقامت کے لیے ایک شخص کہتا ہے کہ اذان کی طرح اقامت نہ کہے بلکہ ہر لفظ ایک مرتبہ کہنا چاہیے۔ لہٰذا اقامت کا کیا طریقہ ہے؟ اور اقامت ایک ایک مرتبہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: اقامت کے کلمات میں ائمہ کا اختلاف ہے: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اقامت کے کلمات

گیارہ ہونے کو سنت کہتے ہیں۔امام مالکؒ دس کلمات کو سنت کہتے ہیں۔اور امام ابوحنیفہؒ سترہ کلمات سنت ہونا کہتے ہیں۔اس کے متعلق احادیث مختلف ہیں۔تو ائمہ نے حدیثوں پر مدار رکھ کر الگ الگ اجتہاد کیا۔امام ابوحنیفہؒ نے ابومحذورہ کی حدیث کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

عن أبي محذورة ان النبى صلى الله عليه وسلم علمه............ والاقامة سبع عشرة كلمة . (مشكوة المصابيح:٦٣)

اس پر عمل کرتے ہیں۔حضرت بلالؓ بھی آخر تک جس طرح اذان کہتے تھے اسی طرح اقامت بھی کہتے تھے۔(معارف مدنیہ:۴/۳۳)

ائمہ کا اقامت کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ سنت ہونے میں ہے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

فانهم اجتهدوا فى متابعة السنة . (اوجزالمسالک:۱/۱۸۷)

واللہ اعلم بالصواب

(۲۹۸)اقامت میں ’’حیعلتین‘‘ پردائیں بائیں چہرہ پھیرنا

سوال: اقامت میں ’’**حى على الصلاة** اور **حى على الفلاح**‘‘ پر چہرہ پھرانا چاہیے کہ نہیں؟ صحیح طریقہ بتلائیے۔

جواب: اقامت کے وقت ’’**حى على الصلوة** اور **حى على الفلاح**‘‘ پردائیں بائیں منہ پھیرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔بعض ائمہ منع کرتے ہیں۔(نفع المفتی والسائل:۶۴)

لہٰذا اقامت کہنے والا منہ نہ پھیرائے تو بھی اقامت میں کوئی خرابی نہ آئے گی۔

لا يحول الوجه عند الحيعلتين فى الاقامة و يحول فى الاذان لانه الاعلام الغائبين فيستدبر فى صومعته . (نفع المفتى والسائل:٦٤)

والإقامة مثله الاذان في كونه سنة للفرائض (في كونه)اشارة إلى دفع مايورد عليه من الاقامة ليست كالاذان ، في وجوه،منها وضع الاصبعين في الاذني، وكذا لا تحويل فيها . (حاشيه شرح النقاية: ٦١)

واللہ اعلم بالصواب

۱۸/۴/۱۹۸۳ء

(۲۹۹) شافعی مصلیوں کی رعایت میں مؤذن کا شافعی اقامت کہنا اور امام کا فجر میں قنوت کے لیے ٹھہرنا

سوال: حنفی مؤذن شافعی طریقہ کے مطابق مقتدیوں کی رعایت میں اقامت کہہ سکتا ہے یانہیں؟ اور امام حنفی ہے اور مقتدیوں کی اکثریت شافعی ہے، فجر کی نماز میں مقتدیوں کی رعایت میں قومہ میں تھوڑی دیر ٹھہر جاوے کہ شافعی مقتدی قنوت پڑھ لے؟ تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: اذان اور اقامت کے الفاظ کی تعداد میں ائمہ کا جو اختلاف ہے، وہ اختلاف جائز ناجائز میں نہیں ہے، سنت ہونے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ ہر کلمہ کو دو دو مرتبہ کہنے کو سنت کہتے ہیں۔ اور دوسرے ائمہ ایک ایک مرتبہ کہنے کو سنت کہتے ہیں۔ لہٰذا حنفی مؤذن دوسرے ائمہ کے طریقہ کے مطابق اقامت کہہ تو گنجائش ہے۔ احناف کے نزدیک دعائے قنوت وتر کی نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ فجر کی نماز میں جائز نہیں ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک پڑھا پھر چھوڑ دیا۔ لہٰذا فجر میں قنوت پڑھنا منسوخ ہے۔ اور منسوخ حکم میں کسی کی اتباع کرنی جائز نہیں ہے۔

لهما انه منسوخ ولا متابعة فيه . (هداية: ١٢٥)

اگر حنفی امام شافعی مقتدیوں کی رعایت کر کے فجر میں قنوت پڑھ لے اتنا وقت خاموش کھڑا رہے گا تو بھی پڑھنے والے کے حکم میں ہوگا۔

لأن الساكت شريک الداعی . (هداية:۱۲۵)

مقتدیوں کی رعایت کرکے حنفی امام خاموش کھڑا رہے گا تو امامت کے اصول کے خلاف بھی ہوگا، اصول یہ ہے کہ ارکان ادا کرنے میں مقتدی اپنے امام کی اتباع کرے اگر امام مقتدیوں کے قنوت پڑھنے تک خاموش رہے، تو امام نے مقتدیوں کی اتباع کی یہ شمار ہوگا، لہٰذا مقتدیوں کی رعایت کرکے قنوت پڑھے اتنی دیر فجر میں حنفی امام کا ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔

ولا يقنت فی غيره ای غير الوتر لما رواه الامام ابو حنيفة عن أبي مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يقنت في الفجر قط. آه او احد لم ير قبل ذلک ولا بعد . الخ . (البحر الرائق: ۴۴/۲)

ان وضع المقتدی ان يتبع امامه فی افعاله لو سكت الامام لفرض قرأة المقتدی يلزم كون الامام تابعاً للمقتدی، وهو وضع الموضوع .

(عمدة الرعاية: ۱۷۰/۱)

واللہ اعلم بالصواب

(۳۰۰) مؤذن کی غیر حاضری میں دوسرے کا اقامت کہنا

سوال: اذان ایک شخص کہے اور اقامت دوسرا شخص کہے تو جائز ہے؟ مؤذن نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: مؤذن صاحب موجود ہوں ان کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کو اقامت نہیں کہنی چاہیے، اور اگر مؤذن صاحب موجود نہ ہوں تو کوئی بھی کہہ سکتا ہے۔

أقام غير من اذن بغيبته اي المؤذن لا يكره مطلقاً بحضوره كره ان لحقه وحشه ای بان لم يرض به، ومن اذن فهو يقيم والحديث محمول على ما إذا لحقه الوحشة باقامة غيره . (شامی: ۳۶۷/۱، مرقاة، حاشية ابن ماجة: ۵۲)

واللہ اعلم بالصواب

(۳۰۱) مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا

سوال: جب امام صاحب مصلے پر آجاوے، تو مؤذن کے اجازت کے بغیر اقامت کہنا کیسا ہے؟ زید کا کہنا ہے، جب امام مصلے پر آجائے تو مؤذن کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، فوراً اقامت کہنا چاہیے، تو صحیح کیا ہے؟

جواب: حدیث شریف میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں حضرت زیاد بن حارث صدائی کو فجر کی اذان کا حکم دیا انہوں نے اذان دی، پھر جماعت کے وقت حضرت بلالؓ نے اقامت کہنے کا ارادکیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدائی بھائی نے اذان دی، جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔

عن زياد بن حارث الصدائي قال أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اذن في صلوٰة الفجر فاذنت فاراد بلالؓ ان يقيم فقال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم ان اخا صداءٍ قد اذن ومن اذن فهو يقيم . (مشکوٰۃ المصابیح: ۶۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اذان دے، وہی اقامت کہنے کا حقدار ہے، لہٰذا مؤذن حاضر ہو، تو اس کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کا اقامت کہنا مکروہ ہے، جب کہ وہ دوسرے کہ اقامت کہنے سے ناراض ہو، البتہ اگر ناراض نہ تو درست ہے، اور اگر مؤذن حاضر نہ کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔

زياد بن الحارث الصدائى قال لما كان اول اذان الصبح امرنى يعنى النبى صلى الله عليه وسلم فاذنت فجعلت اقول اقيم يا رسو ل الله فجعل ينظر إلى ناحية المشرق إلى الفجر فيقول لا حتى إذا طلع الافجر نزل فبرز ثم انصرف إلى وقد تلاحق اصحابه يعنى فتوضا بلالؓ ان يقيم فقال له نبى الله صلى الله عليه وسلم ان اخا صداء هواذن ومن أذن فهو يقيم، قال فاقمتُ . (سنن ابی داؤد: ۷۶)

۲/صفر المظفر / ۱۴۰۷

واللہ اعلم بالصواب

(۳۰۲)امام کا اقامت کہنا

سوال: امام خود اقامت کہے، اور پھر نماز پڑھاوے تو یہ درست ہے؟

جواب: نماز پڑھانے والا خود اقامت کہے اور نماز پڑھائے تو نماز صحیح ہوگی، مگر اصل دستور یہ ہے کہ نماز پڑھانے والا اور اقامت کہنے والا الگ الگ ہونا چاہیے، اس اصول کے خلاف ہوگا۔

ولا يمشي في الأذان ولا في الاقامة لمخالفة التوارث فان مشى إلى مكان الصلوة فلا بأس ان كان هو الامام . (كبيرى: ۳٦۱)

فلو غيره (اى الامام) يتمها في موضع البدائة بلا خلاف .

(شامی: ۱/۳۹٦، مکتب سعید)

وان كان الامام والمؤذن واحدا فان اقام في المسجد فالقوم لايقومون ما لم يفرغ عن الاقامة . (الفتاویٰ الهندية: ۱/۵۷ باب الاذان)

واللہ اعلم بالصواب

(۳۰۳)تثویب کا حکم(فجر کی نماز کے لیے اذان کے بعد لوگوں کو آواز دینا)

سوال: فجر کی اذان کے بعد ایک شخص نماز کے لیے جاتے وقت گھر گھر لوگوں کو نماز کی دعوت دیتا ہے، تو اس طرح زور زور سے لوگوں کو بیدار کرنا، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے لیے اذان ہونے بعد جماعت کے وقت لوگوں کو آواز دینا درست ہے، عبادتوں میں خصوصاً نمازوں میں سستی کی بنا پر علماء متاخرین نے اس کو مستحسن کہا ہے، قرآن حکیم میں:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً . (سورة حم سجدة: ۳۳)

ترجمہ: اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے، جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود نیک کام کرے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مؤذن کے لیے یہ آیت نازل کی گئی ہے، جواذان کہہ کر اللہ کی طرف بلاتے ہیں، اور نیک کام کی طرف بلانے والے سب اس میں داخل ہے۔

وحکم الآیة عام لکل من جمع ما فیها من الخصال الحمیدة التی هي الدعوة والعمل والقول وان نزلت فی رسول الله صلی الله علیه وسلم او في اصحابه رضی الله عنهم او فی المؤذنین فانهم یدعون الناس إلی الصلوٰة .

(روح البیان: ۸/۲۵۷)

جوشخص دوسرے کو نیک راہ پر لائے، اس کو اپنے عمل کا ثواب مزید دوسرا بھی اتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا اس کے بات ماننے والوں کو الگ الگ ملے گا۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من دعا إلی هدی کان له من الاجر مثل أجور من تبعه لا ینقص ذلک من اجورهم شیئا . رواه مسلم . (مشکوٰة المصابیح: ۲۹)

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ایک وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز کیلیے نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے سامنے سے گذرتے تو ان کو نماز کے لیے آواز دیتے یا ان کے پاؤں پکڑ کی ہلا دیتے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: اس سے نماز کے لیے (اذان کے بعد لوگوں کو نماز کے لیے بلانا) ثابت ہوتا ہے، لہٰذا جو لوگ دوسروں کو نماز کے لیے بلاتے ہیں ، یہ جائز ہے، بلکہ ان کے بلانے پر جو لوگ جماعت میں شریک ہوں گے، تو ہر ایک کی نماز کا ثواب بلانے والے کو بھی ملے گا۔

قال الله تعالیٰ : وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَاَ إِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا.

(سورة حم سجدة: ۳۳)

ممن دعا إلی الله تعالیٰ ای إلی توحیده وطاعته ..... والظاهر العموم في کل داع إلیه تعالیٰ . (روح المعانی)

قالت عائشةؓ وعكرمة ومجاهد نزلت في المؤذنين وينبغي ان يناول قولهم على انهم داخلون في الاية . (روح المعاني)

من دعا إلى هدى كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئا . (مشكوة المصابيح: ۲۹)

والمتأخرون استحسنوه في الصلوات كلها لظهور التواني في الامور الدينية . (هداية: ۴۷)

عن ابي بكرة رضي الله عنه قال خرجت مع النبي صلى الله عليه وسلم لصلوة الصبح فكان لا يمر برجل الا ناداه بالصلوة او حركه برجله رواه ابو داؤد .
(مشكوة المصابيح: ۶۴)

ويؤخذ منه مشروعية التثويب في الجمله على ماظهر لي .
(مرقاة المفاتيح: ۱/۴۲۱)

واللہ اعلم بالصواب

نماز کے متعلق ایک مختصر رسالہ

مقدمہ

تمام تعریفیں لائق ہیں اس اللہ کے لیے جس نے ہم کو اسلام کی توفیق دی اور لوگوں کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا، اور درود وسلام نازل ہو ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن پر قرآن کریم نازل کیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک پہونچایا، اور رحمتیں نازل ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر اور اصحاب پر اور تمام متبعین پر۔

نماز ہر مسلمان بالغ، مرد وعورت پر فرض ہے، نماز بہت اہم عبادت ہے، کسی بھی رسول کی شریعت اس سے خالی نہیں رہی، تمام شریعتوں میں اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی، اور صرف انسان کے لیے فرض نہیں بلکہ جنات اور آسمانوں پر فرشتے بھی نماز پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۃ المعارج میں نیک لوگوں کی آٹھ صفتیں بیان کی ہیں، اس میں نماز کی تاکید کے لیے سب سے پہلی اور سب سے آخری صفت نماز بیان کی ہے، قیامت کے دن ایمان کے بعد اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، اگر نماز صحیح نکلی تو وہ کامیاب اور نجات پائے گا، اور اگر نماز میں کمی ہوگی تو وہ ناکام ہوگا، لہٰذا قیامت کے دن کامیابی اور نجات کے لیے ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت کے اوپر نماز ضروری ہے، اس مختصر رسالے میں نماز اور نماز کا طریقہ اور اس کے متعلق ضروری مسائل تحریر کئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور لوگوں کے حق میں نافع بنائے۔ آمین!

ناچیز

(حضرت مولانا مفتی) اسماعیل واڈی والا (صاحب) غفرلہ

نماز کے متعلق أحادیث

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں، جو شخص اچھی طرح وضو کرے دل میں اللہ کا خوف رکھ کر اطمینان کے ساتھ نمازوں کو اوقات پر ادا کرے، تو اللہ تعالی کی طرف سے ایسے شخص کے لیے وعدہ ہے کہ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا، اور جو شخص ایسا نہیں کرے گا تو اس کے لیے اللہ کی طرف سے کوئی وعدہ نہیں، خواہ معاف کرے یا نہ کرے۔

فقال عبادة بن الصامت...... أشهد إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: خمس صلوات افترضهن الله عزوجل من أحسن وضؤهن وصلاهن لوقتهن وأتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهداً أن يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد غفر له وإن شاء عذبه . (السنن لابی داؤد: ۱/۶۱)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچوں نمازیں ان نمازوں کے درمیان اور جمعہ کی نماز اس سے پہلے جمعہ تک کی اور ایک رمضان کے روزے اس سے پہلے رمضان تک کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں، بشرطیکہ گناہِ کبیرہ نہ ہوں۔ (الصحیح لمسلم)

مطلب یہ ہے کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک جو گناہ ہوگیا ہو وہ نماز پڑھنے سے معاف ہوجاتا ہے اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ نماز پڑھنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندوں کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر نماز صحیح نکلی تو کامیاب اور اگر نماز میں کمی نکلی تو ناامید اور نقصان میں رہے گا، اللہ تعالی فرمائے گا میرے بندوں کے اعمال میں نفل نماز ہے؟ اگر نفل نماز ہوگی تو اس کے ذریعہ سے فرض کی کمی پوری کردی جائے گی، اسی طرح زکوۃ اور روزے کی کمی بھی پوری کردی جائے گی۔ (سنن أبی داود)

نماز کے شرائط:

نماز صحیح ہونے کے لیے کچھ شرائط ہیں جس کو پورے کئے بغیر نماز صحیح نہیں ہوسکتی، جس میں بعض شرطیں نماز سے پہلے ہیں۔

نماز شروع کرنے سے پہلے سات شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے: (۱) بدن کا پاک ہونا، (۲) کپڑوں کا پاک ہونا، (۳) جگہ کا پاک ہونا، (۴) ستر کا چھپانا، (۵) نماز کا وقت ہونا، (۶) قبلہ کی طرف منہ ہونا، (۷) نیت کرنا، یعنی جو نماز پڑھتا ہو اس نماز کا ارادہ کرنا۔ ان سات شرطوں کو تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے:

غسل کا مسنون طریقہ:

(۱) بدن کے پاک کرنے کے لیے اگر غسل کی حاجت ہو تو غسل کرلیا جائے۔ غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے: پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھولیے جائیں پہلے داہنا ہاتھ پھر بایاں ہاتھ، اس کے بعد استنجاء کیا جائے، ناپاکی ہو یا نہ ہو، اس کے بعد بدن کے کسی حصہ میں ناپاکی لگی ہو تو اس کو دھولیا جاوے، پھر وضو کیا جاے، اگر روزہ نہ ہو تو کلی کے ساتھ غرغرہ کیا جائے، پھر پورے بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالیں پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب اس کے بعد سر پر پھر پورے بدن پر پانی پہنچایا جائے، یاد رہے کہ غسل میں کلی کرنا اور ناک کے نرم حصہ تک پانی پہنچانا اور پورے بدن پر پانی پہنچانا فرض ہے، اس کے بغیر غسل ادا ہوگا نہیں۔ (ہدایۃ وشامی)

وضو کرنے کا مسنون طریقہ:

(۱) بدن پاک کرنے لیے اگر غسل کی حاجت نہ ہو تو وضو کرلیا جائے تو وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہاتھ پہنچوں تک تین مرتبہ دھوؤ اس کے بعد مسواک کرو، اگر مسواک نہ ہو تو داہنے ہاتھ کے شہادت کی انگلی سے دانت صاف کرو، پھر تین مرتبہ کلی کرو، پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالوں، پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرو، پھر پورا چہرہ تین مرتبہ دھوؤ، اس کا خیال رہے

کہ پیشانی کے بالوں سے ڈاڑھی کے نیچے تک ایک کان کے لو سے دوسرے کان کی لوتک کوئی بال کے برابر بھی جگہ خشک نہ رہے ورنہ وضو نہ ہوگا، اس کے بعد دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین تین مرتبہ دھوؤ، پھر نیا پانی لے کر سر، کان اور گردن کا مسح کرو، اخیر میں دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین مرتبہ دھوؤ، وضو کرتے وقت باتیں نہ کرنی چاہئے۔

(۲) نماز کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا فرض ہے، بہتر یہ ہے کہ کپڑے صاف ہوں، میلے نہ ہوں بدبو نہ آتی ہو، اس لیے کہ انسان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں، بدن اور کپڑوں کی بدبو سے تمہارے ساتھی انسان کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(۳) نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا فرض ہے، زمین پر کوئی پاک کپڑا بچھالو، ناپاکی کے قریب نماز نہ پڑھنی چاہیے اور ناپاک زمین پر نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۴) ستر کا چھپانا فرض ہے، نماز کے لیے مناسب کپڑے پہنو مرد کے لیے ناف سے لیکر گھٹنوں تک بدن چھپانا فرض ہے، عورت کیلیے پہنچوں تک ہاتھ ٹخنوں تک پاؤں اور چہرے کے علاوہ پورا بدن چھپانا فرض ہے، جس حصہ کو چھپانا فرض ہے اس کو ستر کہا جاتا ہے۔

(۵) نماز کا وقت ہونا یہ بھی نماز کے لیے ضروری ہے، یعنی نماز کیلیے جو وقت شریعت نے مقرر کیا ہے اس وقت پر نماز پڑھنی چاہیےاس وقت سے پہلے نماز پڑھ لے تو نماز ادا نہ ہوگی، اعادہ کرنا پڑھے گا، وقت کے بعد نماز قضاء ہو جاتی ہے، جس کا ثواب وقت پڑھنے کے برابر نہیں ہوتا اور بغیر عذر کے وقت پر نہ پڑھی اس کا گناہ بھی ہوتا ہے۔

(۶) نماز پڑھتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی ضروری ہے، سفر میں قبلہ کی خبر نہ ہو، تو کسی سے معلوم کرلو اگر کوئی بتلانے والا نہ ہو، تو تحری کر کے جس جانب قبلہ ہونے کی دل گواہی دے، اس جانب منہ کر کے نماز پڑھی جائے، اگر بغیر تحرّی کے نماز پڑھی چاہے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز تب بھی نماز ادا نہ ہوگی۔ (ہدایۃ)

(۷) تمام عبادتوں کی طرح نماز میں نیت کرنا فرض ہے، اگر بغیر نیت کے نماز پڑھی تو نماز ادا نہ ہوگی اور اس نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے، مطلب یہ ہے کہ دماغ میں یہ بات صاف ہو کہ کونسے وقت کی کونسی نماز کتنی رکعت والی اور کس کے لیے نماز پڑھ رہے ہو، دل دماغ میں ہونا چاہیے، زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

نماز کی نیت:

مثلاً: فجر کی نیت اس طرح کرے ''میں نیت کرتا ہوں فجر کی دو رکعت نماز کی اللہ کے واسطے جماعت کے ساتھ ہو'' پیچھے اس امام کے'' اس طرح کہہ لو۔

واجب نماز کی نیت :

واجب نماز کے لیے اس طرح نیت کرے ''میں نیت کرتا ہوں مثلاً وتر کی تین رکعت واجب کی اللہ کے واسطے، رات دن میں تین رکعت وتر واجب ہے جو عشا کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

سنت نماز کی نیت :

میں نیت کرتا ہوں فجر کی دو رکعت سنت مؤکدہ اللہ کے واسطے، نفل نماز کی نیت سنت نماز کی طرح کی جاتی ہے، صرف سنت کی جگہ نفل کہا جاتا ہے۔

وضو، غسل اور نماز میں کچھ فرائض کچھ واجبات، کچھ سنت اور کچھ مستحب ہیں بعض چیزیں ایسی ہیں جنہیں کو وضو غسل نماز میں نہیں کرنا چاہیے، جس کو مکروہ کہتے ہے، یہاں سب کو الگ الگ کر کے لکھا جاتا ہے۔

وضو کے فرائض:

(۱) پورا منہ دھونا (۲) دونوں ہاتھ کہنی سمیت دھونا (۳) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا (۴) سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرنا۔

وضو کے واجب:

انگوٹھی اگر تنگ ہو تو اسے حرکت دینا تا کہ نیچے تک پانی پہنچ جائے۔

وضو کی سنتیں:

(۱) نیت کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) تمام اعضا کو تین مرتبہ دھونا (۴) کلی کرنا (۵) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا (۶) ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرنا (۷) ڈاڑھی کا خلال کرنا (۸) انگلیوں کا خلال کرنا (۹) کانوں کا مسح کرنا (۱۰) دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا (۱۱) ترتیب سے وضو کرنا (۱۲) پے در پے وضو کرنا یعنی ایک عضو خشک نہ کہ دوسرا دھولیا جاوے۔

وضو کے مستحباب:

(۱) داہنی طرف سے وضو شروع کرنا (۲) گردن کا مسح کرنا (۳) وقت سے پہلے وضو کرنا (۴) قبلہ کی طرف منہ کر کے وضو کرنا (۵) پاک اور اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا (۶) وضو کرتے وقت دوسرے کی مدد نہ لینا۔

وضو کے مکروہات:

(۱) وضو کرتے وقت دنیوی باتیں کرنا (۲) پانی میں اسراف کرنا (۳) ناپاک جگہ پر وضو کرنا (۴) داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۵) سنت کے خلاف وضو کرنا (۶) ہر عضو کو تین سے زیادہ مرتبہ دھونا البتہ تین مرتبہ دھونے کے باوجود پانی پہنچنے میں شک ہو، تو تسلّی کے لیے تین مرتبہ سے زیادہ دھونے میں کوئی حرج نہیں۔

غسل :

غسل میں تین فرض ہیں: (۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا نرم حصہ تک (۳) پورے بدن پر پانی اس طرح ڈالنا کوئی حصہ پانی پہنچے بغیر رہ نہ جائے۔

غسل کی سنتیں :

(۱) نیت کرنا اس طرح کے میں ناپاکی کو دور کرنے کے لیے غسل کرتا ہوں (۲) پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا (۳) استنجا کرنا چاہیے ناپاکی ہو یا نہ ہو (۴) وضو کرنا (۵) تین مرتبہ پورے بدن پر پانی ڈالنا۔

خاص عورتوں کے لیے :

مسئلہ: حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین رات ہے، اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس رات ہے، لہٰذا تین دن اور تین رات سے کم خون آوے یا دس دن، دس رات سے زیادہ خون آئے، تو وہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون کہلائے گا۔

مسئلہ: نفاس (بچہ کی پیدائش کے بعد کا خون) کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، کم کی کوئی حد متعین نہیں۔

مسئلہ: حیض اور نفاس کی حالت میں نماز، تلاوت جائز نہیں، دعا اور وظیفہ پڑھنا جائز ہے، استحاضہ کی حالت میں عورت کو نماز پڑھنی چاہیے، چاہے خون جاری ہو، نماز قضاء نہ کرے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو ہر مہینہ دس دن سے کم حیض کی عادت ہو، اور کسی مہینہ پورے دس حیض آوے، تو یہ سب حیض کے دن شمار ہوں گے، اور اگر دس دن سے زیادہ حیض آوے، عادت کے بعد کے تمام دن استحاضہ یعنی بیماری کے شمار ہوگے، عادت سے زائد دنوں میں نماز شروع کردے، نفاس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: حیض کے دنوں میں عورت کے لیے بہتر اور مستحب ہے کہ نماز کے وقت پر وضو کر کے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلیا جائے، جس سے نماز کی عادت چھوٹ نہ جائے۔

نماز:

نماز شروع کرنے سے پہلے کے فرض:

(۱) بدن کا پاک ہونا (۲) کپڑے کا پاک ہونا (۳) جگہ کا پاک ہونا (۴) ستر کا چھپانا (۵) نماز کا وقت ہونا (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۷) نیت کرنا۔

نماز شروع کرتے وقت ''تکبیر تحریمہ'' یعنی ''اللہ اکبر'' کہنا بھی فرض ہے۔

نماز کے اندر کے فرائض :

(۱) قیام (۲) قرأت (۳) رکوع کرنا (۴) دونوں سجدے کرنا (۵) نماز کے اخیر میں التحیات کے برابر قعدہ کرنا۔

نماز کے واجبات:

(۱) فرض کی پہلی دو رکعت میں قرأت کرنا (۲) فرض نماز کی دو رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا (۳) فرض نماز کی پہلی دو رکعت میں واجب، سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی تین آیتیں یا چھوٹی سورت پڑھنا (۴) سورۃ فاتحہ پہلے پڑھنا (۵) بالترتیب نماز پڑھنا (۶) رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا (۷) بین السجدتین جلسہ میں کرنا (۸) دو رکعت کے بعد التحیات کے لیے بیٹھنا۔

فائدہ :

نماز کے فرائض میں سے جو کوئی فرض عمداً کے سہواً چھوٹ جائے، تو نماز کا اِعادہ کرنا پڑے گا، اگر واجب بھول سے رہ جائے یا کسی فرض میں سہوا دیر جائے یا دو مرتبہ کرلے تو اخیر قعدہ میں ''سجدۂ سہو'' کرنے سے نماز ادا ہوجائے گی۔ اگر سجدۂ سہو بھی بھول جائے، تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

سجدۂ سہو کی ترکیب یہ ہے کہ نماز کے آخری رکعت میں التحیات پڑھ کر داہنی جانب سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرلے سجدہ کرنے کے بعد پھر سے التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دیں۔

رات، دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں، لیکن فرض کے علاوہ پانچ نمازوں کے ساتھ فرض سے پہلے یا بعد میں کچھ سنن ونوافل بھی ہے، جس کی تفصیل مندرجۂ ذیل ہے:

﴿فرض اور سنتوں کی رکعتوں کی تفصیل﴾

نماز	س/مؤکدہ	فرض	س/مؤکدہ	نفل	وتر	نفل	کل رکعت
فجر	۲	۲	״	״	״	״	۴
ظہر	۴	۴	۲	۲	״	״	۱۲
عصر	۴غ/م	۴	״	״	״	״	۸
مغرب	״	۳	۲	۲	״	״	۷
عشا	۴غ/م	۴	۲	۲	۳	۲	۱۷
جمعہ	۴	۲	۴ + ۲	۲	״	״	۱۴

غ/م: سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے۔

فجر کے فرض کے بعد طلوع آفتاب تک نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز وتر کے بعد دو رکعت نفل اسی طرح تمام نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے کھڑے ہو کر پڑھنے کی بہ نسبت آدھا ثواب ملتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل نماز عذر کے بنا پر بیٹھ کر پڑھی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے پورا ثواب ملتا تھا، لہٰذا عام لوگوں کو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال: حُدثتُ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الصلاة الرجل قاعدا نصف الصلاة قال فا تيته فوجدته يصلى جالسا فرضعت يدى على راسه فقال مالک يا عبد الله بن عمرو قلت حدثت يا رسول الله انک قدت صلاة الرجل قاعدا على نصف الصلاة وانت تصلى قاعدا قال اجل ولكنى

لست کاحد منکم رواہ مسلم ...... ویقبل ربی منی قاعدا مقدار صلوتی قائما .

(مشکوۃ المصابیح مع حاشیۃ: ۱۱۱)

سنتیں پڑھنے کا فائدہ :

فرض نماز میں جو کچھ کمی رہ گئی ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نفل نماز سے وہ کمی پوری کردے گا۔

(نووی:۲۴۲،مشکوۃ المصابیح:۱۱۷)

لہٰذا تمام سنتیں پابندی سے ادا کرنا ضروری ہے، اور زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھتے رہنا چاہئے، سنتیں چھوڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے۔

فرض سے پہلے سنتیں پڑھنے سے نشاط پیدا ہوکر فرض ادا کرنے کے لیے دل فارغ ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: تین اوقات میں کوئی بھی نماز فرض، نفل، سجدۂ تلاوت، قضا پڑھنا جائز نہیں:

(۱) طلوع آفتاب (۲) زوال (۳) غروب آفتاب

البتہ اسی دن کی عصر کی نماز غروب آفتاب کے وقت پڑھ سکتے ہیں۔

دو وقتوں میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے:

(۱) صبح صادق سے طلوع آفتاب تک۔ (۲) عصر کی فرض ادا کرنے سے غروب تک۔

البتہ دونوں وقت میں قضا نماز، سجدۂ تلاوت اور جنازے کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (ہدایۃ وغیرہ)

نماز پڑھنے کا طریقہ:

سب سے پہلے وضو کرو، اگر غسل کی حاجت ہو تو غسل کرو، جماعت کا وقت ہو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھو، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی بہت فضیلت ہے، جماعت کے ساتھ ایک نماز پڑھنے کا ثواب ستائیس گنہ نماز پڑھنے کے برابر ہے۔ جو اکیلا نماز پڑھتا ہوں تو وضو کرکے قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوجاؤ نماز کی نیت کرو زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، مگر کرلے تو بہتر ہے، پھر دونوں ہاتھ اٹھاؤ ہاتھ کی انگلیاں اپنی حالت میں رکھو، ہتھیلی قبلہ کی طرف

رکھوانگلیاں سیدھی رکھو ہاتھ اتنے اوپر اٹھاؤ کہ دونوں ہاتھ کے انگوٹھے کان کی لو کے برابر ہوجائے، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھو۔ بایاں ہاتھ نیچے اور داہنا ہاتھ اوپر رہے، بایاں ہاتھ کھلا رکھو، داہنے ہاتھ کی تھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھو، بنصر وسطیٰ اور سبابہ تینوں انگلیاں پہونچے پر پھیلی ہوئی رکھو، اور ابہام اور خنصر کا حلقہ کا بنالو۔

اب ثنا یعنی (سبحانک اللھم الخ) پڑھو، اس کے بعد تعوذ یعنی (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)اورتسمیہ یعنی (بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھو، اس کے بعد سورۂ فاتحہ پوری پڑھو، اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کوئی سورت مثلاً سورۂ کافرون (قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ) پڑھو، سورت ختم ہونے کے بعد تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاؤ، رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھ کر گھٹنے مضبوط پکڑے جاوے دونوں پاؤں سیدھے رکھے کمر کو پھیلا دے، نظر دونوں پاؤں کے بیچ میں رکھو، دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کی مقدار فاصلہ رکھے، کم سے کم تین مرتبہ رکوع کی تسبیح (سبحان ربی العظیم) کہے، اس کے بعد (سمع اللہ لمن حمدہ) کہتے ہوئے سیدھا کھڑے ہوجاؤ اور (ربنا لک الحمد) کہو، اگر مقتدی ہو تو صرف (ربنا لک الحمد) کہے، اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جاوے پہلے زمین پر دونوں گھٹنوں کو رکھے اس کے بعد دونوں ہاتھ اس کے بعد ناک اور پیشانی رکھے۔ سجدہ میں پیشانی زمین پر رکھنا ضروری ہے، ورنہ نماز ادا نہ ہوگی۔ سجدہ میں چہرہ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں اس طرح رکھے کہ انگوٹھا کانوں کی لو کی سیدھ میں رہے، ہتھیلی کھلی رکھے، ہاتھ اپنی حالت پر رکھے، اور سر کے سیدھ میں زمین پر رکھو کمر بلند رکھو، کہنی اور ران پیٹ سے علیحدہ رکھو، پاؤں کی تمام انگلیاں زمین پر رکھو اور انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھے کم سے کم ایک پاؤں کا انگوٹھا زمین سے لگا ہوا رہنا ضروری ہے، پورے سجدہ میں اگر دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہیں گے یا کم از کم ایک انگلی بھی تھوڑی دیر کے لیے بھی زمین سے نہ لگے تو نماز ادا نہ ہوگی، سجدہ میں تین مرتبہ (سبحان ربی الاعلی) پڑھو۔

جلسہ : سجدہ کے بعد تکبیر کہتے ہوئے قعدہ میں جس طرح بیٹھتے ہیں اس طرح بیٹھ جاوے، بیٹھنے کے لیے داہنا پاؤں کھڑا رکھے، اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاوے، انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھے۔ اطمینان سے بیٹھنے کے بعد تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں جائے، اور کم سے کم تین مرتبہ (سبحان ربی الاعلی) پڑھے۔ اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں، سجدہ میں سے کھڑے ہونے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے پیشانی زمین سے اٹھاؤ، پھر ناک پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر گھٹنے پر رکھے اور پھر سیدھا کھڑے ہو جائے، ایک رکعت ختم ہوئی اسی طرح دوسری رکعت بھی پڑھو۔ دوسری رکعت میں بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جاوے تو پہلی رکعت میں پڑھی ہوئی سورت سے تین آیت کے برابر بڑی نہ ہو۔

قعدہ: دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے، اگر دو رکعت کی نیت کی ہو تو التحیات کے بعد درود شریف پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا: (اللهم إني ظلمت نفسي الخ) پڑھے۔

سلام: اس کے بعد سلام یعنی (السلام عليكم ورحمة الله) کہتے ہوئے داہنی طرف منہ پھیرے اس طرح کے داہنے طرف جو لوگ پیچھے کی صف میں ہو ان کا داہنا رخسار نظر آسکے، اس کے بعد دوسرا اسلام کہتے ہوئے بائیں طرف منہ پھیرے، اس کے بعد یہ دعا پڑھے: (اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَام تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ) یا اس کے برابر کوئی دوسری دعا پڑھے۔

تین یا چار رکعت والی نماز:

اگر تین یا چار رکعت کی نیت کی ہو تو دوسری رکعت میں فقط التحیات پڑھ کر تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے اور بسم اللہ پڑھے پھر سورۂ فاتحہ پڑھے، اگر فرض نماز ہے تو صرف سورۂ فاتحہ پڑھے، اور اگر واجب یا سنت یا نفل نماز ہے تو سورۂ فاتحہ کے بعد سورت پڑھنا ضروری ہے، سورت پڑھنے کے بعد رکوع سجدہ کرے اور جتنی رکعت کی نیت کی ہو اتنی رکعت ختم کر کے سلام پھیرے، پھر دعا کرے۔

فائدہ: یاد رکھو کہ پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورۂ فاتحہ سے پہلے پڑھے، دوسری رکعت میں صرف بسم اللہ پڑھے ثنا اور تعوذ نہ پڑھے، دوسری رکعت میں رکوع وسجدہ کرنے کے بعد التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھنا واجب ہے، اور اس بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں، تین یا چار رکعت والی نماز میں دو قعدے ہوتے ہیں، قعدہ اولیٰ جو بیچ میں ہوتا ہے اور قعدۂ اخیرہ جو نماز کے آخر میں ہوتا ہے جس کے بعد سلام پھیر دی جاتی ہے، یہ بھی یاد رکھے کہ قعدہ اخیرہ جس کے بعد سلام پھیر دی جاتی ہے یہ بھی فرض ہے۔

فرض نماز کے علاوہ واجب، سنت اور نفل نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھنا واجب ہے۔

عورتیں نماز پڑھتے وقت مندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھیں:

(۱) نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہتے وقت دونوں ہاتھ برقعہ سے نکالے بغیر کندھے تک اٹھائیں۔ (۲) دونوں ہاتھ سینہ پر اس طرح رکھے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ہو۔ (۳) سیدھے کھڑا رہنا گردن جھکا کر داڑھی کے ساتھ ملا دینا مکروہ ہے بغیر عذر کے سینہ کو جھکا دینا صحیح نہیں سیدھے کھڑے رہ کر نظر سجدہ کی جگہ رکھے۔ (۴) رکوع میں دونوں پاؤں ٹخنے ملا کر رکھے، نظر پاؤں پر رکھے، پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے، دائیں بائیں طرف پاؤں کو کر دینا خلافِ سنت ہے، دونوں پاؤں کو ملا لیا جاوے، بیچ میں فاصلہ نہ رہے۔ (۵) رکوع میں زیادہ نہ جھکے، دونوں ہاتھ گھٹنے تک پہونچ سکے اتنا جھکے، دونوں ہاتھ کی کہنی اوپر کے حصہ یعنی دونوں بازوں پسلیوں سے ملا کر رکھے۔ (شامی: ۶) (۶) سجدہ میں دونوں پاؤں داہنی طرف نکالے، پاؤں کی انگلیاں حتی الامکان قبلہ کی طرف رکھے، پیٹ ران سے دونوں ہاتھ پسلیوں سے ملا کر رکھے، دونوں ہاتھ کی کہنیاں بازوں کے ساتھ زمین پر رکھے۔ (۷) دونوں قعدوں میں دونوں

پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں طرف بیٹھے، دونوں ہاتھ ران پر رکھے، انگلیاں خوب ملا کر رکھے، قعدہ میں نظر گود میں رکھے۔(۸) نماز کے درمیان چہرہ دونوں ہاتھ کے پنجے اور ٹخنے تک دونوں پاؤں اس کے علاوہ بدن کا کوئی بھی حصہ تین مرتبہ (سبحان ربي العظيم) کہے اتنی دیر کھلا رہ جاوے تو نماز ادا نہ ہوگی۔(۹) دعا کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینے کے مقابل رکھے، دونوں ہاتھوں میں معمولی فاصلہ رکھے۔

جماعت کے ساتھ نمازپڑھنا

جماعت سے نماز پڑھنے کا طریقہ دنیا میں سب سے الگ اور انوکھا طریقہ ہے، یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس سے اسلام کی شان معلوم ہوتی ہے، دوسرے مذہب کے لوگ بھی اس سے متأثر ہوتے ہیں، جماعت میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندہ کے طفیل دوسروں کی نماز قبول ہوتی ہے۔دن رات میں پانچ فرض نمازیں جماعت سے پڑھی جاتی ہیں، رمضان المبارک کے مہینے میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر بھی جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے وقت

(۱) نیت کرتے وقت امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی بھی نیت کرلی جاوے مثلاً اس طرح نیت کرے کہ میں فجر کی دو رکعت فرض نماز اللہ کے لیے امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔(۲) امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا صرف ثنا پڑھے اس کے بعد خاموش رہے، جماعت کی نماز میں قرأت امام کو پڑھنا ہوتی ہے۔(۳) رکوع سے کھڑے ہوتے وقت امام (سمع الله لمن حمده) کہے، اور مقتدی صرف (ربنا لك الحمد) کہے، اور منفرد دونوں کہے، آخری رکعت میں التحیات کے بعد درود شریف اور دعا پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ سلام پھیرے۔

مسبوق: (جو ایک یا دو رکعت کے بعد جماعت میں شریک ہو) جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے ایسے وقت مسجد میں پہونچا کہ جماعت کی ایک دو رکعت ہوگئی ہو ایسے وقت فوراً وضو کرکے امام

کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرلے اور جماعت میں شریک ہوجاوے وقت ہوتو ثنا پڑھے، آخری رکعت میں قعدہ میں صرف التحیات پڑھے، درود شریف نہ پڑھے، بل کہ خاموش بیٹھا رہے جب امام سلام پھیردے اس وقت تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہوجائے، اب چھوٹی ہوئی رکعت اس طرح پڑھے کہ ابھی نماز شروع کررہا ہے یعنی پہلے ثناء، تعوذ، اور تسمیہ پڑھے سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے، اس کے بعد رکوع اور سجدہ کرے، امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعت مل کر دو رکعت ہوجائے تو سجدہ کے بعد بیٹھ کر التحیات پڑھے لیکن اگر تیسری رکعت ہو اور سجدہ کے بعد کھڑے ہوجائے اور سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے، اور چار رکعت پوری کرنے کے بعد التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیردے۔

تین رکعت چھوٹ گئی ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرنے کا طریقہ:

اگر جماعت میں شریک ہو اور امام مثلاً عصر کی تین رکعت پڑھ چکا ہو اور چوتھی رکعت میں کھڑا ہوا ہو تکبیر تحریمہ کہے اور جماعت میں شریک ہوجائے، امام کے ساتھ رکوع و سجدہ کرے، جماعت کی چوتھی رکعت ختم ہوگئی، تو امام سلام پھیرے، جب داہنی طرف سلام پھیردے تو وہ بیٹھا رہے، جب امام صاحب بائیں طرف سلام پھیرے تو تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہوجائے، ثنا، تعوذ و تسمیہ اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کرلیں اب کل دو رکعت ہوگئی، لہٰذا قعدہ اولی میں بیٹھے التحیات کے بعد تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہوجائے اس رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت بھی پڑھے، اس لیے کہ یہ رکعت میں دوسری رکعت ہے (قرأت کے لیے دوسری رکعت ہے) جو تم نے امام کے ساتھ نہیں پڑھی، اس کے بعد رکوع وسجدہ کرکے بیٹھے نہیں، بل کہ کھڑا ہوجائے اور صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع وسجدہ کرلے تو یہ چار رکعت پوری ہوگئی۔ ایک امام کے ساتھ اور تین اکیلے۔ لہٰذا سجدہ کے بعد التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیردے۔

مغرب کی نماز میں جو امام کے ساتھ آخری رکعت ملی ہو تو امام کے ساتھ رکوع سجدہ کرکے

قعدہ میں فقط التحیات پڑھ کر خاموش رہے، جب امام دونوں سلام پھیر دے تو تکبیر کہتے ہوئے کھڑا ہو جاوے، ثنا، تعوذ، تسمیہ، سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے قعدہ میں بیٹھے اور صرف التحیات پڑھ کر تکبیر کہتے ہوئے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور اس رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھے اور رکوع سجدہ کرے قعدہ اخیرہ میں التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے، اس طرح بغیر سورۃ کہ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی اور دو رکعت سورۂ فاتحہ مع سورۃ اکیلے ادا کی۔

خلاصہ یہ کہ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعت ادا کرنے کے لیے کھڑا ہو تو پہلے قرأت والی اور بعد میں بغیر قرأت والی رکعت ادا کرے، اور امام کے ساتھ جو رکعت پڑھی ہے اس کے مطابق سے قعدہ کیا جاوے۔

نماز کے فرض اور شرط کے خلاف ہر چیز سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ نماز میں زور سے کھانسنا اور جمائی لینا اور ڈکار لینا مکروہ ہے، مناسب اور صاف کپڑے ہونا چاہیے۔ ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جس کو پہن کر اچھی مجلس میں جانا پسند نہ کرے۔ کہنی کھلی رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، آدھی آستین کا شرٹ پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔ (فتاوی ہندیہ)

مسئلہ: جو نماز مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا کر لی جاوے اس نماز کا اعادہ واجب ہے، اور مکروہ تنزیہی کے ساتھ ادا کی جائے اس نماز کا اعادہ مستحب ہے۔ (فتح القدیر)

نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے نہ گذرو اس لیے کہ اس سے نماز پڑھنے والے کی توجہ دوسرے طرف جاتی ہے جس کا گناہ گذرنے والے کو ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے کا گناہ گذرنے والا جان لے تو سو سال تک اس جگہ پر کھڑا رہے۔

بیمار کی نماز:

نماز کسی بھی حالت میں ترک نہ کی جائے، کھڑے رہ کر نہ پڑھ سکے، تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرے، اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی طاقت نہ ہوتو بیٹھ کر سر کے اشارے سے ادا کرے۔رکوع سے سجدہ کا اشارہ زیادہ جھک کر کرے، اگر بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہوتو سو کر پڑھے، اس طرح کہ سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھے، جس سے سر قبلہ کی طرف ہوجائے، پاؤں کھڑے رکھے تاکہ قبلہ کی طرف پاؤں نہ ہواور سو کر اشارہ سے نماز ادا کی جائے۔

مسافر کی نماز:

جو شخص اپنے گھر سے اڑتالیس میل (۷۷کلومیٹر) دور جانے کی نیت سے سفر کرے تو اس کو شریعت میں مسافر کہتے ہیں، ایسا شخص ظہر، عصر، عشا کی فرض دو رکعت ادا کرے اور فجر اور مغرب اور وتر کو پوری پڑھے، سنتوں کا حکم یہ ہے کہ اگر جلدی نہ ہو اطمینان ہوتو پڑھ لے، اور سنتیں پوری پڑھی جائے اس میں کمی نہیں، اور اگر جلدی ہو ساتھیوں کو انتظار کی تکلیف ہو یا گاڑی چھوٹ جانے کا خطرہ ہوتو سنتوں کو چھوڑ دینا درست ہے گناہ نہ ہوگا، البتہ فجر کی سنتوں کی تاکید بہت ہے، اس لیے سنت ادا کرلی جائے۔

مسئلہ: شرعی سفر میں مسافر پر قصر کرنا ضروری ہے، پوری نماز پڑھ لی تو اگر قعدہ اولیٰ کیا ہے، تو نماز ادا ہوجائے گی، مگر عمداً پوری نماز پڑھی تو سخت گنہگار ہوگا، توبہ اور استغفار کرنا چاہیے، ایسی صورت میں دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوگی، اگر قعدہ اولیٰ کیے بغیر ایک ساتھ پڑھی تو چاروں رکعت نفل ہوگی، فرض نماز دوبارہ پڑھنا ہوگا۔ (درمختار)

مسئلہ: سفر کی چھوٹی ہوئی نماز حالت حضر میں قضا کرے تو قصر کرنا چاہیے۔ اور حالت حضر کی چھوٹی ہوئی نماز حالت سفر میں ادا کرے تو پوری پڑھنی چاہیے۔ (ہدایہ)

مسئلہ: جو شخص اڑتالیس میل دور جانے کے ارادہ سے اپنے گھر سے سفر کرے، تو راستہ میں

نماز قصر پڑھنا پڑے گی چاہیے جہاں جانا ہے وہاں پندرہ دن سے زیادہ رہنے کی نیت ہو۔ (شامی)

مسئلہ: تجارت کے لیے یا دینی دعوت کے لیے اڑتالیس میل دور جانے کا ارادہ ہو مگر ایک دیہات دوسرے دیہات پھرتے پھرتے اڑتالیس میل دور پہونچنے کا ارادہ ہو، تو بھی قصر کرنا ہوگا۔ (ہدایہ)

مسئلہ: تاجر یا ملازم یا مزدور اپنے گاؤں کے ارد گرد گاؤں میں کام کے لیے پھرتا رہے، اپنے گھر سے نکلا جب اس کی نیت اڑتالیس میل جانے کی نہیں تھی مگر یہ گاؤں وہ گاؤں کرتے کرتے اڑتالیس میل تک پہونچ گیا تو بھی وہ مقیم شمار ہوگا۔ اور نماز پوری پڑھے، اس لیے کہ وہ شرعی مسافر نہیں بنا۔

جمعہ:

جمعہ نام رکھنے کی بہت سی وجوہ ہیں، منجملہ ان کے ایک وجہ یہ ہے کہ اس دن مسلمان جمع ہو کر عبادت کرتے ہیں، اس لیے اس کو جمعہ کہا جاتا ہے، جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے سات دن کی عید ہے۔ اس دن جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔ خوشبو لگانا، صاف اور اچھے کپڑے پہننا مستحب ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور حتی الامکان صفائی حاصل کرے اور بالوں میں تیل ڈالے، خوشبو استعمال کرے اور نماز کے لیے جائے اور جمعہ کی سنت ونفل پڑھے، امام کے خطبے کے درمیان خاموش رہے تو یہ جمعہ اور گذشتہ جمعہ کے درمیان اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

مسئلہ: آگے کی صف میں جگہ ہو تو خطبہ شروع ہونے سے پہلے اس طرح پہونچ جائے کہ کسی کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہ پہونچے تو جائز ہے، اور خطبہ شروع ہونے کے بعد لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے جانا جائز نہیں ہے گناہ کا کام ہے۔ (فتاوی عالمگیری: جلد ۱)

ہر ہفتہ ناخن کاٹنا، بدن کے بال دور کرنا افضل ہے، یہ کام جمعہ کی نماز سے پہلے کر لینا مستحب ہے۔ (فتاوی عالمگیری: جلد ۵)

فائدہ:

جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں سورۂ کہف پڑھنے سے ایک جمعہ سے دوسری جمعہ تک تمام آفتوں اور بلاؤں سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتے ہیں، اور اس کا دل ایمان اور ہدایت سے منور ہوتا ہے، اور قیامت کے دن نور بن کر چمکے گا۔ (مشکوۃ:۱۸۹، معارف القرآن:۸/۳۰۹)

جمعہ کی رکعتیں:

پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ، پھر دو رکعت فرض، پھر چار رکعت سنتِ مؤکدہ، پھر دو رکعت سنت، پھر دو رکعت نفل۔

مسئلہ: دوسرے دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی زوال کے وقت کوئی بھی نماز، قضا نماز، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اور نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ)

امام اپنی جگہ سے خطبہ کے لیے نکلے اس وقت سے لے کر خطبہ ختم ہونے تک کوئی نماز پڑھنا سلام کرنا، درود شریف پڑھنا جائز نہیں ہے، جب خطیب ''إنّ اللہ وملائکتہ...... '' پڑھے تو دل ہی دل میں درود شریف پڑھ لیا جاوے، زور سے نہ پڑھا جاوے۔ (درمختار مع الشامی)

عید کے دن کی سنت:

عیدین کی نماز واجب ہے۔ دونوں عیدوں میں عیدگاہ جانے سے پہلے مسواک کرنا، غسل کرنا، خوشبو استعمال کرنا، اپنی حیثیت کے مطابق اچھے کپڑے پہننا سنت ہے، عید الفطر میں عیدگاہ میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا اور عید الاضحیٰ میں عید کی نماز پڑھ کر اپنی قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے، عیدگاہ میں جا کر عید کی نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، شرعی عذر کے بغیر محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے سنت چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے پر ۵۰ ہزار نماز پڑھنے کا ثواب ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مدینہ منورہ سے باہر جا کر کھلے میدان میں جا کر عید کی نماز ادا کرتے تھے۔

بارش کی وجہ سے صرف ایک یا دومرتبہ مسجد نبوی میں عید کی نماز ادا کی۔ عید الفطر میں عیدگاہ جاتے ہوئے آہستہ آہستہ اور عیدالاضحیٰ میں جاتے ہوئے بلند آواز سے یہ تکبیر پڑھے ''اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ أکبر وللہ الحمد ''، ایک راستے سے جاوے اور دوسرے راستے سے واپس آئے، جس سے دونوں راستوں کے درخت و پتھر اور ہر چیز قیامت کے دن گواہی دے سکیں۔

عیدالاضحیٰ میں ۹ نویں ذی الحجۃ کی فجر کی نماز سے ۱۳ تیرہویں ذی الحجۃ کی عصر تک ہر فرض نماز جو جماعت کے ساتھ ادا کی گئی اس کے بعد زور سے ایک مرتبہ مذکورہ بالا تکبیر پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ: دونوں عیدوں میں عید کی نماز سے پہلے اور عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا جائز نہیں ہے، گھر آکر پڑھنا درست ہے۔ (شامی: جلد ۱)

عید کی نماز کی ترکیب:

پہلے اس طرح نیت کرے، عید الفطر کی دو رکعت واجب نماز چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ جب صفیں درست ہوجائیں، اور امام تکبیر تحریمہ کہے تو ''اللہ اکبر '' کہہ کر کانوں تک اٹھا کر ہاتھ باندھ لو۔ اس کے بعد ثنا پڑھو اس کے بعد تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، پہلی دونوں تکبیروں میں ہاتھ چھوڑ دو اور تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ باندھ لو، اور امام کی قرأت کی طرف توجہ دو، اور امام کے ساتھ ایک رکعت پوری کرو، دوسری رکعت میں پہلے قرأت ہوگی، قرأت ختم ہونے کے بعد زائد تین تکبیریں کہی جائیں گی۔ ان تینوں تکبیروں کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں چلے جاؤ، اور امام کے ساتھ سلام پھیر کر نماز پوری کرو، اس کے بعد خطبہ سنو۔ خطبہ سننا واجب ہے۔

نفل نمازیں:

اشراق کی نماز حدیث شریف میں ہے: جو شخص فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، اور

سورج طلوع ہونے تک اللہ کی یاد (ذکر، درود شریف اور تسبیح) وغیرہ کرتا رہے، درمیان میں کوئی دنیاوی بات نہ کرے اور سورج طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھے، تو اس کو حج وعمرہ کا ثواب ملے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پورا پورا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

چاشت کی نماز:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا چاہیے، اور جس شخص کو اس کی طاقت نہ تو چاشت کی دو رکعت تین سو ساٹھ جوڑ کے لیے صدقہ بنے گی۔ (مشکوۃ المصابیح)

چاشت کی دو رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک پڑھی جاسکتی ہے۔ جس کا وقت سورج خوب بلند ہو جائے، سورج کی روشنی میں گرمی آجائے اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔

اوابین: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت اس طرح پڑھے کہ رکعتوں کے درمیان کوئی بری بات نہ کریں، تو یہ چھ رکعت بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوگی۔

صلوۃ التسبیح:

اس طرح نیت کرے کہ میں صلوۃ التسبیح کی چار رکعت پڑھتا ہوں، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی بھی سورت پڑھنے کے بعد "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پندرہ مرتبہ پڑھا جائے، اس کے بعد رکوع میں جا کر رکوع کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات کہے جاوے، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس مرتبہ، سجدہ میں جا کر سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ مذکورہ کلمات پڑھے جائیں۔ سجدہ سے بیٹھ کر دس مرتبہ، دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ، دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر بیٹھ کر دس مرتبہ، اس طرح ایک رکعت میں کل 75 مرتبہ ہوگا۔ اس طرح چار رکعت پڑھی جاوے۔

جنازے کی نماز:

پہلے اس طرح نیت کرے کہ میں اللہ کے لیے اور میت کی مغفرت کی دعا کے لیے دعا امام کے پیچھے جنازے کی نماز پڑھتا ہوں چار تکبیروں کے ساتھ، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاوے پھر باندھ لے، اور امام اور مقتدی سرأ یہ دعا پڑھے ’’سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثنائک ولا الہ غیرک ‘‘اس کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر دوسری تکبیر کہہ کر یہ درود شریف پڑھے۔

’’اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید‘‘

اس کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر تیسری تکبیر کہہ اور امام اور مقتدی سرأ یہ دعا پڑھے :

’’اللھم اغفرلحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن تَوَفَّیْتَہٗ منا فَتَوَفَّہٗ علی الایمان‘‘ .

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے زندہ اور مردہ، حاضر اور غائب، چھوٹے اور بڑے، اور مرد اور عورت سب کو معاف کردے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اسلام پر اس کو زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو موت دے اس کا ایمان پر خاتمہ فرما۔

اگر جنازہ نابالغ لڑکے کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے:

’’اللھم اجعلہ لنا فرطاً واجعلہ لنا اجراً وذخراً واجعلہ لنا شافعاً ومشفعاً‘‘

اے اللہ! اس بچہ کو ہماری نجات کے لیے آگے جانے والا بنا، اور اس کو ہمارے لیے بدلہ اور ذخیرہ بنا، اور اس کو ہماری سفارش کرنے والا اور سفارش قبول کیا ہوا بنا۔

اور اگر جنازہ نابالغ لڑکی کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے:

''اللھم اجعلھالنا فرطاً واجعلھا لنا اجراً وذخراً واجعلھا لنا شافعةً ومشفعةً''

پھر ہاتھ اٹھائے بغیر چوتھی تکبیر کہے اس کے بعد امام زور سے اور مقتدی آہستہ سے ''السلام علیکم ورحمة الله'' کہہ کر پہلے داہنی طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرے۔

مسئلہ: جنازہ کی نماز میں کوئی شخص ایسے وقت پہونچا کہ امام نے جنازے کی نماز کی بعض تکبیریں کہہ دی ہوتو آنے والا شخص فوراً نماز میں شریک نہ ہو۔بل کہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے اور جب امام تکبیر کہے تب امام کے ساتھ تکبیر کہہ کر شریک ہو(اور خبر ہوتو امام جو دعا پڑھتا ہوتو وہ دعا پڑھے) یہ تکبیر آنے والے کی پہلی تکبیر ہوگی ،چھوٹی ہوئی تکبیر امام کے سلام کے بعد فوراً جنازہ زمین سے اٹھانے سے پہلے دعا پڑھے بغیر سلام پھیر دے،اور اگر ایسے وقت میں آیا کہ امام چوتھی تکبیر کہہ چکا ہوں، تو صحیح اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق آنے والا''اللہ اکبر'' کہہ کر شامل ہو جائے اور باقی تکبیریں امام کے سلام کے بعد فوراً کہہ کر سلام پھیر دے۔ (فتح القدیر،فتاوی ہندیہ)

بحمداللہ تم